نماز ۰ روزہ ۰ زکوٰۃ اور ۰ قربانی کے مسائل پر مشتمل عام فہم اور آسان ترین

کتاب الفقہ

مؤلف:

پروفیسر منیب الرحمٰن

مکتبہ ضیاء العلوم راولپنڈی

○ نماز ○ روزہ ○ زکوٰۃ اور ○ قربانی کے مسائل پر مشتمل

عام فہم اور آسان ترین

کتاب الفقہ

مؤلف:

پروفیسر منیب الرحمٰن

مکتبہ ضیاء العلوم ○ راولپنڈی

انتساب

یہ کتاب میں اپنے والدین کریمین

کے نام معنون کرتا ہوں۔

جو میرے لئے ایک روشن شاہراہ

حیات متعین کر گئے ہیں۔

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ ! اما بعد !

زیرنظر کتاب جو نماز کے متعلق تفصیلاً اور زکوٰۃ و روزہ کے مسائل پر اجمالی طور پر مشتمل ہے۔ نماز سے ربط روزمرّہ زندگی میں پانچ مرتبہ ہر مسلمان پڑھتا ہے اور نت نئے مسائل سے انسان کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ نماز کے متعلق جو کتابیں تصنیف و تالیف کی گئی ہیں۔ بعض اتنی مختصر ہیں کہ مسئلہ پوری وضاحت کے ساتھ ذہن نشین نہیں ہوسکتا اور متعدد کتابوں کی ورق گردانی کے بعد مسئلہ کی وضاحت ہوتی ہے۔ اور بعض کتابیں جو مبنی بر تفصیل ہیں وہ اتنی ضخیم و ثقیل ہیں کہ عام آدمی کی بساط سے باہر ہیں۔ ضرورت ایسی کتاب کی تھی جو مفصل و مدلل بھی ہو اور جامع اور آسان فہم بھی ہو۔ اسی خواہش کے سلسلہ میں زیرِ مطالعہ کتاب تالیف کی گئی ہے۔ اس میں ہر مسئلہ پورے شرح و بسط سے بیان کیا گیا ہے۔ اور تمام مسائل کو فقہ حنفی کی متعدد مستند کتابوں سے پوری تحقیق و جستجو سے اخذ کیا گیا ہے کہ کسی مسئلہ کی وضاحت کے سلسلہ میں کوئی تشنگی نہ رہنے پائے۔ جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی دیگر ائمہ فقہاء کی آراء بھی بیان کر دیا گیا ہے۔ فقہی اصطلاحات کو بھی پوری وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور ہر مسئلہ کے ساتھ مذکورہ کتابوں کا حوالہ درج کر دیا ہے۔

میں کوئی عالم دین نہیں کہ میں ان عظیم نفوس قدسیہ کی صف میں خود کو شامل کرنے کی جسارت کروں۔ بلکہ اہل سنت و جماعت کے اکابرین جو صراط مستقیم متعین فرما گئے اور جس شاہراہ پر ان کے عظیم قافلے رواں دواں ہیں ان راستوں پر ان کے

قدموں سے اٹھنے والا غبار مجھ جیسے حقیر و بے نوا سے بدر جہا بہتر ہے۔ یہ کتاب جو آپ کے ہاتھوں میں ہے یہ میرے والدین کریمین کی دعاؤں کا ثمر اور میرے پیر طریقت، ہادی ورہبر حضرت سید عبداللہ شاہ حسینی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (دربار عالیہ بھنگالی شریف) کے فیوضِ نظر کا کمال ہے۔ میرے والد گرامی ایک مذہبی شخصیت کے مالک اور طب وحکمت سے شغف رکھتے تھے زمانہ طالب علمی سے اس خاکسار کو دینی کتب جو میرے گھر میں موجود تھیں کا مطالعہ کرنے کا شوق تھا۔ جوں جوں مطالعہ میں وسعت ہوتی گئی تشنگی اتنی ہی بڑھتی گئی۔

زیر نظر کتاب ایک عرصہ سے مکمل ہو چکی تھی مگر اسکی اشاعت میں میری بے بضاعتی آڑے آتی رہی۔ اس کتاب کی اشاعت میں جن اصحاب گرامی کا پُر خلوص تعاون شامل حال رہا ان کا شکریہ ادا نہ کروں تو یہ احسان فراموشی ہوگی۔ ان میں میرے رفیق کار جناب حامد محمود صاحب اور جامعہ محمدیہ غوثیہ ضیاء العلوم مولوی محلّہ صدر راولپنڈی کے ناظم اعلیٰ محترم جناب حضرت علامہ سید عنایت الحق شاہ صاحب مدظلہ ہیں۔ جن کی مخلصانہ معاونت واعانت سے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں تک پہنچی ہے۔

طالب دعا

احقر: مُنیب الرحمٰن (ساکن بشارت)

مُدرِس گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول

بشارت ضلع چکوال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب احکامِ شرع

شرع کے احکام کی دو قسمیں ہیں:۔ ماموارت منہیات

باب مامورات

مامورات کی چار قسمیں ہیں:پ

(۱)فرض (۲)واجب (۳)سنت (۴)نفل

1:۔**فرض**: فرض کے لغوی معنی اندازہ کرنے کے ہیں۔اور شرع میں ایسے حکم کو کہتے ہیں جس میں کمی بیشی ہونے کا احتمال نہ ہو اور جو دلیل قطعی سے لزوماً ثابت ہو یعنی جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو۔فرض کا کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والا فاسق عذاب کا مستحق ہوگا اور انکار کرنے والا کافر ہوگا۔

2:۔**واجب**: واجب وہ ہے جو دلیل ظنی سے لزوماً ثابت ہو یعنی جس کی دلیل میں شبہ ہو قطعیت نہ ہو۔واجب من حیث العمل فرض ہوتا ہے یعنی فرض کی طرح اس پر عمل کرنا بھی لازم ہے اور من حیث الاعتقاد نفل ہوتا ہے۔واجب کا کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والا عذاب۔مگر منکر اس کا کافر نہیں ہوگا۔(درّ مختار،شامی)

3:۔**سنت**: جو فعل کہ اس پر حضور ﷺ نے مواظبت کی ہو یا خلفائے راشدین نے حضور ﷺ کے بعد مواظبت کی ہو وہ سنت کہلاتا ہے۔پھر سنت کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) سنت ہدیٰ (۲)سنت زوائد

ا:۔**سنت ہدیٰ**: سنت ہدیٰ کا تعلق عباداتے سے ہے اور اس کا ترک برائی سے اور کراہت کا موجب ہے جیسے اذان،و جماعت وغیرہ۔

۲: سنت زوائد: سنت زوائد کا تعلق عادات سے ہے جیسے لباس، قیام وقعود وغیرہ اور اس کا ترک کرنا کراہت کا موجب نہیں ہے۔

سنت ہدیٰ کی بھی دو قسمیں ہیں:۔ (۱) سنت مؤکدہ (۲) سنت غیر مؤکدہ

۱:۔ سنت مؤکدہ: سنت مؤکدہ وہ ہے جس پر حضور ﷺ نے واجب کئے بغیر بطریق ہیشگی عمل کیا ہو۔ اور جس کا ترک موجب اساءت ہو۔ سنت مؤکدہ کا کرنے والا ثواب پائے گا اور ترک کرنے والا جھڑکی پائے گا۔ لیکن ترک کی عادت کرے گا تو مستحق عقاب ہوگا اور سُبک یعنی ہلکا جاننے والا کافر ہوگا۔

۲: سنت غیر مؤکدہ:۔ سنت غیر مؤکدہ وہ ہے جس کو حضور ﷺ نے کبھی کیا ہو اور کبھی نہ کیا ہو یعنی اس پر ہیشگی نہ فرمائی ہو۔ اسکا ترک کرنا ناپسند تو ہو مگر موجب اساءت نہ ہو جس کو سلف نے پسند کیا ہو۔ سنت غیر مؤکدہ کا کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والے پر عذاب نہیں اور سنت غیر مؤکدہ کو مستحب اور مندوب بھی کہتے ہیں۔

اُصولیوں کے نزدیک مستحب اور مندوب میں کوئی فرق نہیں یعنی وہ فعل کہ حضور ﷺ نے اس پر مواظبت نہ کی ہو اگرچہ کبھی نہ کیا ہو مگر رغبت اس کی طرف ثابت ہو۔ اور فقہاء کے نزدیک مستحب وہ ہے جو حضور ﷺ نے کبھی کیا ہو اور کبھی ترک کیا ہو۔ اور مندوب وہ ہے کہ صرف ایک بار یا دو بار جواز کی تعلیم کیلئے کیا ہو۔ (درمختار، شامی)

4: نفل:۔ نفل کے لغوی معنی زیادتی کے ہیں اور اصطلاح میں اس عمل کو کہتے ہیں جو فرائض وواجبات پر زائد ہو۔ اس کا کرنے والا ثواب پائے گا اور نہ کرنے والے پر عذاب وعتاب کچھ نہیں۔ (درمختار، شامی)

﴿باب منہیات﴾

منہیات کی چار قسمیں ہیں۔

(۱)حرام (۲)مکروہ تحریمی (۳)اساءت (۴)مکروہ تنزیہی

۱)حرام:۔

حرام وہ ہے جس کی ممانعت دلیل قطعی سے لزوماً ثابت ہو۔حرام کو چھوڑنے والا ثواب پائے گا اور کرنے والا عذاب اور اس کی حرمت کا منکر کافر ہے۔

۲)مکروہ تحریمی:۔

مکروہ تحریمی وہ ہے جس کی دلیل ظنی سے لزوماً ثابت ہو۔مکروہ تحریمی کو نہ کرنے والا ثواب پائے گا اور کرنے والا عذاب۔

فقہاء کی اصطلاح میں جب مطلق لفظ مکروہ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے تاوقتیکہ اس کے ساتھ تنزیہی کی شرط نہ ہو۔مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک حرام نہیں بلکہ حرام سے قریب تر ہے اور امام محمد کے نزدیک حرام ہے۔

(درمختار ، کنز الدقائق ، شامی)

۳)اَساءَت:۔

اساءت وہ ہے جس کی ممانعت کا لزوم حرام اور مکروہ تحریمی جیسی نہ ہو۔ اساءت کے احیاناً کرنے والے پر عتاب ہوگا اور عادت کرنے والے پر عقاب ہوگا۔

۴)مکروہ تنزیہی:

مکروہ تنزیہی وہ ہے جس کی ممانعت شفقتاً وادباً ہو۔مکروہ تنزیہی کا ترک کرنیوالا فضیلت حاصل کرنیوالا ہوگا اور کرنیوالے پر عذاب ہے نہ عتاب۔

فقہی اصطلاحات

مباح: ایسی اشیاء جن کے لئے نہ حکم اَمر ہے اور نہ حکم نہی۔ یعنی جس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہو۔

خلاف اولیٰ: خلافِ اولیٰ وہ ہے جس کا نہ کرنا بہتر تھا اگر کیا تو کچھ مضائقہ و عتاب نہیں۔

ائمہ اربعہ: فقہاء کی اصطلاح میں جب ائمۃ اربعہ کہا جائے تو اس سے مذاہب اربعہ مشہورہ کے بانی مراد ہوتے ہیں۔

یعنی امام اعظم ابوحنیفہ ، امام مالک ، امام شافعی ، امام احمد بن حنبل

ائمہ ثلاثہ احناف: جب ائمہ ثلاثہ احناف بولا جائے تو اس سے مراد امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد مراد ہوتے ہیں۔

شیخین: جب لفظ شیخین بولا جائے تو اس سے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف مراد ہوتے ہیں۔ کیونکہ دونوں حضرات امام محمد کے اُستاد اور شیخ ہیں۔

صاحبین: جب لفظ صاحبین بولا جائے تو اس سے مراد امام ابویوسف اور امام محمد ہوتے ہیں کیونکہ امام ابوحنیفہ سے تحصیل علم میں یہ دونوں ساتھی ہیں۔

طرفین: جب لفظ طرفین بولا جائے تو اس سے مراد امام ابوحنیفہ اور امام محمد ہوتے ہیں کیونکہ ان تینوں میں طرفِ اعلیٰ امام ابوحنیفہ اور طرف ادنیٰ امام محمد ہیں۔

ائمہ ثلاثہ: جب امام ابوحنیفہ کا قول نقل کیا جائے اور اس کے ساتھ ائمہ ثلاثہ بولا جائے تو اس سے مراد امام مالک، امام شافعی اور امام احمد ہوتے ہیں۔

متقدمین و متأخرین: متقدمین وہ حضرات ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہ امام ابویوسف اور امام محمد کا زمانہ پایا ہو اور ان سے فیض حاصل کیا ہو۔ اور

جنہوں نے ائمہ ثلاثہ احناف کا زمانہ نہیں پایا ان کو متاخرین کہتے ہیں۔

علامہ ذہبی نے میزان میں متقدمین اور متاخرین کے درمیان حدّ فاصل تیسری صدی ہجری کا شروع قرار دیا ہے یعنی تیسری صدی ہجری کے پہلے تک کے علماء متقدمین اور تیسری صدی ہجری کے آغاز سے متاخرین کہلاتے ہیں۔ (درمختار)

سَلف وخلف: فقہاء کی اصطلاح میں امام ابوحنیفہ سے امام محمد تک کو سَلف اور امام محمد کے بعد سے شمس الحلوائی تک خَلف کہلاتے ہیں۔

واجب وسنت: حنفی اور جمہور فقہاء (امام مالک، امام شافعی، امام احمد) کے درمیان فقہی اصطلاح میں فرق ہے۔ حنفیہ جسے واجب کہتے ہیں دیگر علماء اُمت اسے سنت کا نام دیتے ہیں صرف اتنی بات ہے کہ حنفیہ کے ہاں واجب کا مرتبہ عام سنت سے کچھ بلند تر ہے اور جمہور کے ہاں واجب کا کوئی درجہ نہیں وہ اسے سنت ہی کہتے ہیں۔ اسی طرح جمہور فرض کا دوسرا نام واجب رکھتے ہیں لیکن حنفیہ کے نزدیک واجب کا مقام فرض سے ذرا نیچے ہے۔

پس عملی لحاظ سے جمہور کی سنت اور حنفیہ کی واجب میں تقریباً کوئی فرق نہیں ہے۔ متقدمین حنفیہ مثلاً امام طحاوی اور امام محمد کے ہاں واجب وسنت میں کوئی فرق نہ تھا۔ ہاں سنت کے مراتب ودرجے ضرور تھے۔ مثلاً مؤکدہ و غیر مؤکدہ اور شاید یہی مؤکدہ سنت متاخرین کے ہاں واجب کہلاتی ہے۔ (فیض الباری)

ضروری وضاحت: مقلد پر واجب ہے عمل کرنا مجتہد کے قول پر اگرچہ اس کی دلیل ظاہر نہ ہو یعنی اگر کوئی بسبب دِقّت کلام کے استدلال امام کو نہ سمجھے تو کچھ حرج نہیں۔ اس واسطے کہ جس کو اجتہاد کا پایہ نہیں اس پر تقلید مجتہد کے قول کی واجب ہے گو اس کی دلیل کو نہ جانے۔ تو حنفی مذہب کو امام ابوحنیفہ کا قول کافی ہے دلیل کا سمجھنا اس پر ضروری نہیں۔ (درمختار......ج ۲ ص ۸۹)

مِلا جُلا چند مذاہب سے ایک حکم مرکب کرنا بالا جماع باطل ہے۔ چنانچہ وضو میں ایک بال سر کا مَسح کیا بمذہب امام شافعی کے۔ پھر مقتدی ہو کر نماز پڑھی سورۃ فاتحہ چھوڑ کر بمذہب امام ابوحنیفہ کے تو کسی مذہب پر نماز درست نہ ہوئی۔ (شافعی مذہب پر نماز اس واسطے نہ ہوئی کہ سورۃ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اس نے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اس واسطے نہ ہوئی کہ وضو کا فرض چوتھائی سر کا مسح ترک ہوا) (اسی واسطے) تقلید واجب ہے ایک امام کی بلا تعیین اور دو اماموں کی تقلید ایک ساتھ جائز نہیں۔

(درمختار ...... ج ۱۔ ص ۴۱، ۴۲)

فقہاءِ سبعہ (مدینہ منورہ)

مدینہ منورہ کے سات فقہاء کرام جن پر فقہ و حدیث کا دارومدار تھا:

۱) حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ — المتوفی ۹۴ھ
۲) حضرت عروہ بن زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ — المتوفی ۹۴ھ
۳) حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ — المتوفی ۱۰۸ھ
۴) حضرت خارجہ بن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ — المتوفی ۹۹ھ
۵) حضرت عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ — المتوفی ۹۸ھ
۶) حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ — المتوفی ۱۰۹ھ
۷) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ المتوفی

(الفاروق ص ۲۶۸)

﴿کتاب الطہارت﴾

طہارت کے لغوی معنی پاکیزگی کے ہیں اور اصطلاح میں حقیقی یا حکمی نجاست سے کسی جگہ کو صاف کرنے کو کہتے ہیں۔ (کنز الدقائق)

﴿باب وضو﴾

وضو واؤ کے پیش سے مَصدر ہے اور واؤ کے زبر سے وضو کے پانی کو کہتے ہیں اور مَصدر کے معنی میں بھی آتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دونوں طرح مستعمل ہے۔ کبھی بمعنی مصدر آتا ہے اور کبھی آب وضو آتا ہے۔ (مدارج النبوت عن قاموس)

وضو فرض ہے نماز کیلئے خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔ اور وضو واجب ہے کعبہ معظمہ کے طواف اور مصحف کے چھونے کے واسطے۔ اور وضو سنت ہے سو رہنے کے وقت۔

فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ جب سونے کا ارادہ کرے تو وضو کرنا مستحب ہے اور تیس سے زیادہ مقامات پر وضو کرنا مستحب ہے ان میں سے کذب اور غیبت اور قہقہہ مار کر ہنسنے کے بعد اور شعر خوانی کے بعد یعنی جو شعر حکمتوں اور مدح نبوت ﷺ سے خالی ہو۔ اور اُونٹ کے گوشت کے بعد، بعضوں کے نزدیک اُونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنا واجب ہے۔ ہر گناہ کے بعد صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ علماء کے اختلاف سے بچنے کے واسطے یعنی مَس ذکر اور مَس عورت امام شافعی کے نزدیک وضو کا ناقص ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک ناقص نہیں، تو اگر ہاتھ وہاں لگ جائے تو مستحب یہ ہے کہ دوبارہ وضو کر لے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو جائے۔ وضو پر مداومت کرنا، وضو پر وضو کرنا جب کہ مجلس بدلے۔ میت کے غسل دینے اور اس کو اٹھانے کو اور نماز کے ہر وقت میں وضو

کرنا جنابت کے غسل سے پہلے، کھانے، پینے، سونے اور جماع کے وقت، غصہ کرنے کے سبب، قرآن وحدیث کے پڑھنے کے واسطے، حدیث کی روایت اور علم کے درس کے واسطے، اذان واقامت اور خطبہ کے واسطے اگرچہ نکاح کا خطبہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے واسطے، وقوفِ عرفات اور سعی کے واسطے، کتب شرعیہ چھونے کے لئے ان کی تعظیم کی جہت سے، عورت کے محاسن دیکھ کر، مطلق ذکر کے واسطے، ہر نماز کے واسطے اگرچہ وضو موجود ہو کہ شاید غیبت و کذب صادر ہوا ہو، سو اگر وضو نہ ہو سکے تو تیمم ہی کر لے اور گناہ دور ہونے کی نیت کرے۔ (درمختار، شامی)

فرائض وضو

وضو کے چار فرض ہیں:۔

۱) منہ کا دھونا طول میں شروع پیشانی سے یعنی جہاں بال اُگتے ہیں وہاں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور عرض میں ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک۔

۲) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا، احناف کی رائے میں دونوں کہنیاں اور دونوں ٹخنے دھونے میں شامل ہوں گے۔ امام زُفر کو اس میں اختلاف ہے۔

۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک سر کے مسح میں فرض پیشانی کی مقدار ہے اور وہ سر کا چوتھائی حصہ ہے۔ امام شافعی کے نزدیک تین بالوں کی مقدار مسح فرض ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک سارے سر کا مسح ضروری ہے۔

۴) دونوں پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا...... منہ، ہاتھ اور پاؤں دھونے میں پانی کا بہانا، ٹپکنے کے ساتھ شرط ہے اگرچہ ایک دو قطرے ٹپکیں (غسل پانی بہانے اور مسح پانی لگانے کو کہتے ہیں۔) (درمختار، ہدایہ، شرح وقایہ، عالمگیری، کنزالدقائق)

جس شخص کے دونوں ہاتھ پاؤں کٹے ہوں اور اس کے چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص بغیر وضو اور تیمّم کے نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نہ کرے صحیح تر قول میں یعنی چہرہ درست ہونے کے بعد اس کا نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ (درمختار، شامی)

سنن وضو

۱) نیت کرنا رفع حدث کی یا قربت کی یعنی میں نے وضو کا ارادہ کیا نماز کے لئے اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے کو، وضو کرنے کے لئے طہارت کی نیت کرنا صاحب قدوری نے مستحب لکھا اور صاحب ہدایہ نے سنت، امام شافعی کے نزدیک وضو میں نیت کرنا فرض ہے۔ (ہدایہ)

۲) زبان سے بسم اللہ العظیم والحمد للہ علی دین الاسلام پڑھنا، اگر یہ یاد نہ ہو تو صرف تسمیہ پڑھنا، اگر ابتداء طہارت (وضو) میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا بھول گیا پھر اس نے وضو کرنے کے درمیان اللہ تعالیٰ کا نام لیا تو سنت مؤکدہ حاصل نہ ہوگی بلکہ مستحب حاصل ہوگی۔ سنت اس واسطے حاصل نہ ہوئی کہ اس کا محل (موقع) تھا ابتداء میں سو فوت ہوا اور درجہ استحباب یہ ہے کہ وضو خالی نہ رہے اللہ تعالیٰ کے نام سے
(درمختار، شامی)

۳) کلائی تک دونوں ہاتھ دھونا اگرچہ پاک ہوں۔

۴) ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال کرنا۔

۵) مسواک کرنا مضمضہ کے وقت۔

۶) کلی کرنا۔ (۷) ناک میں پانی ڈالنا۔

۸) ہر عضو کو تین بار دھونا، پہلی بار دھونا فرض اور دوسری و تیسری بار دھونا سنت مؤکدہ ہے اور دوسری بار دھویا تو تھوڑا خشک باقی رہا اور تیسری بار تمام عضو پورا ہو گیا تو

یہ تین بار کا دھونا نہ ہوگا۔ (درمختار)

۹) ترتیب وار یعنی پہلے منہ پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ، پھر سر کا مسح اور پھر ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھونا، احناف کے نزدیک وضو میں ترتیب سنت ہے اور شوافع کے نزدیک فرض ہے۔ (ہدایہ)

۱۰) پے در پے دھونا یعنی ایک عضو خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھونا۔

۱۱) داڑھی کے اندر خلال کرنا اس صورت سے کہ پشت دست آنکھوں کے سامنے رہے اور ہتھیلی آگے کو اور انگلیاں نیچے سے اوپر کو داخل کرے۔ داڑھی کا خلال امام ابو یوسف کے نزدیک سنت ہے اور یہی صحیح ہے اور طرفین کی رائے میں جائز ہے۔ (ھدایہ)

۱۲) سارے سر کا مسح کرنا ایک بار اس طرح کہ بالکل سر پر دونوں ہاتھ پھر جائیں، ذرا سی جگہ بھی باقی نہ رہے، ظاہر ترکیب مسح کی یہ ہے کہ دونوں ہتھیلیاں اور انگلیاں مقدم سر پر رکھے اور ان کو قفا یعنی گدی تک کھینچ لے جائے۔ اس طرح کہ تمام سر پر استیعاب ہو جائے، پھر دو انگلیوں سے دونوں کانوں کا مسح کرے، اور اس طرح سے پانی مستعمل نہیں ہوتا، اور یہ جو بعضوں نے لکھا ہے کہ دونوں کف یعنی ہتھیلیوں کو اور سبابہ یعنی شہادت انگلی کو اور ابہام یعنی انگوٹھوں کو علیحدہ رکھے۔ سو اس کی تضعیف کی ہے صاحب بحر الرائق نے یعنی اس کو ضعیف کہا ہے۔ احناف کے نزدیک پورے سر کا مسح سنت ہے۔ اور شوافع کے نزدیک دوسرے دھوئے جانے والے اعضاء کی طرح تین دفعہ نیا پانی لے کر سر کا تین بار مسح کرنا مسنون ہے۔

۱۳) کانوں کا مسح کرنا سر کے بچے ہوئے پانی سے، اگر سر کے مسح کے بعد پگڑی کو ہاتھ لگایا تو کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی لے۔ امام شافعی کے نزدیک کانوں کے مسح کے لئے نیا پانی استعمال کرے۔

۱۴) پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا اس طرح سے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلی انگلی سے دائیں پاؤں کی چھنگلی سے شروع کر کے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کرے اور بروقت خلال بائیں ہاتھکی چھنگلی کو بائیں پاؤں کی انگلیوں کے نیچے سے اوپر کی طرف کھینچے۔

۱۵) عضو مغسول کا ملنا۔ (۱۶) پانی کا اسراف نہ کرنا۔

۱۷) منہ پر پانی سخت نہ مارنا۔ (ہدایہ، درمختار، شامی، شرح وقایہ، کنز الدقائق)

مستحبات وضو

۱) جمع کرنا دل کی نیت میں زبان کے لفظ کو یعنی دل کی نیت کے ساتھ زبان سے بھی کہے کہ" میں وضو کرتا ہوں رفع حدث (دور کرنے بے وضو ہونے کو) یا استباحتہ الصلوٰۃ (نماز کے مباح ہو جانے کو) اور امتثالِ اَمر (حکم ماننے) کے واسطے" اور زبانی قول کو مستحب کہنا میانہ روی ہے دو قول میں۔ایک قول اس شخص کا جو سنت کہتا ہے زبانی نیت کرنے کو جیسے امام شافعی اور دوسرا قول اس کا جو زبانی نیت کو مکروہ کہتا ہے۔ کیونکہ نیت کو زبان سے کہنا سلف سے یعنی صحابہ اور تابعین سے منقول نہیں تو استحباب رتبہ ہے سنت کہنے اور مکروہ کہنے کے درمیان کا۔تو جمع کرنا نیت دل کا اور تلفظ زبانی کا متوسط درجہ ٹھہرا۔ خیر الامور اوسطھا (بہتر کام درمیانی ہوتے ہیں) (درمختار)

۲) وضو کے جمیع ادخال میں نیت کو ساتھ رکھنا۔

۳) قبلہ رُخ بیٹھنا۔ (۴) مٹی کے برتن سے وضو کرنا

۵) دست گاہ آفتابہ کو تین بار دھونا۔

۶) وضو و غسل کرنے میں آفتابہ کی دستگی پر ہاتھ نہ رکھنا اور نہ اس کے سر پر

۷) آفتابہ وضو کا بائیں طرف رکھنا، اگر بڑا برتن ہو جس میں چلو ڈال کر وضو کرے تو داہنی طرف رکھے۔

۸) وضو کا برتن حاجت سے پہلے بھر کر رکھنا۔

۹) اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔

۱۰) استنشاق کے وقت بائیں ہاتھ سے ناک جھاڑنا۔

۱۱) چہرہ دھونے کی ابتداء اوپر سے کرنا

۱۲) ہر عضو پر پہلے تر ہاتھ ملنا

۱۳) وقت سے پہلے غیر معذور کو وضو کرنا۔

۱۴) وضو میں جلدی وشتابی نہ کرنا۔

۱۵) بھوؤں اور مونچھ کے نیچے پانی پہنچانا۔

۱۶) انگوٹھی کو پھیرنا جب کہ ڈھیلی ہو، ورنہ فرض ہے اور اسی طرح کان کی بالی کا حکم ہے

۱۷) اپنی بھیگی چھنگلی کا داخل کرنا کانوں کے سوراخ میں اور ان کا مسح کرتے وقت

۱۸) خبر گیری کرنا اپنی دونوں آنکھوں کے کویوں کی اور دونوں ٹخنوں کی اور دونوں ایڑیوں کی اور دونوں تلوؤں کے اندر کی یعنی وضو کے اندر ان مقاموں میں پانی پہچانا اور ان سے غافل نہ رہنا چاہیئے۔

۱۹) ہر عضو دھوتے وقت بسم اللہ شریف پڑھنا۔

۲۰) دھونے میں اعضاء کو داہنی طرف سے شروع کرنا۔

۲۱) درود پڑھنا حضور ﷺ پر ہر عضو کے دھوتے وقت اور وضو کے بعد

۲۲) گردن کا مسح کرنا انگلیوں کی پشت سے سر اور کانوں کے بچے ہوئے پانی سے اس واسطے کہ پشت دست کا پانی مستعمل نہیں ہے۔

۲۳) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کے سروں سے دھونا شروع کرنا۔

۲۴) سر کا مسح مقدم سے شروع کرنا۔

۲۵) وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا آب زمزم کی مانند یا بیٹھ کر پینا۔

۲۶) دراز کرنا چہرہ اور ہاتھ پاؤں کے دھونیکا یعنی اعضاء مغسولہ کو حدود متعینہ سے زیادہ دھونا۔

۲۷) غیر سے مدد نہ چاہنا مگر معذور کو درست ہے یعنی برتن بھاری ہے یا بیماری یا کبر سنی ہو۔

۲۸) وضو میں نہ بولنا غیر ضروری دنیاوی بات کا مگر حاجت کے واسطے خلاف استحباب نہیں ہے۔

۲۹) وضو کے بعد **اللھم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین** اور کلمہ شہادت اور **سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک** اور **اللھم اغفرلی ذنبی ووسع لی فی داری وبارک لی فی رزقی** اور **سورۃ قدر** کا پڑھنا۔

۳۰) اعضاء کا پونچھنا رومال سے مگر لائق یہ ہے کہ بمبالغہ نہ پونچھے۔ بعد وضو کے رومال سے پونچھنے میں علماء کا اختلاف ہے، سو ہمارا مذہب یہ ہے کہ **لاباس بہ** یعنی اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور ترک افضل ہے اور امام شافعی کے نزدیک صحیح قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں لیکن اس کا نہ کرنا مستحب ہے اور بعضوں نے کہا کہ موسم گرما میں مکروہ اور موسم سرما میں سردی کے عذر سے مکروہ نہیں۔ لیکن جس کپڑے سے اعضاء استنجا کو پونچھے اس کپڑے سے اعضاء وضو کو نہ پونچھے۔ (درمختار)

۳۱) بچانا کپڑوں کا قطروں سے

۳۲) ہاتھ کا نہ جھاڑنا اس واسطے کہ جھاڑنا طہارت کی کراہت اور بیزاری پر دلالت کرتا ہے۔

۳۳) بعد وضو کے دو رکعت کا پڑھنا سوائے وقت کراہت کے۔

(درمختار، عالمگیری، مراقی الفلاح)

مکروہاتِ وضو

۱) وضو کرنے کے دوران بلاضرورت اشد دنیا کی باتیں کرنا۔

۲) چہرہ پر زور سے پانی ڈالنا

۳) تین بار مسح کرنا نئے پانی سے

۴) پانی کا حاجت سے کم وبیش استعمال کرنا، یعنی نہ تو مثل تیل کے چپڑے اور نہ حد اسراف کو پہنچے (غسل کے لئے ایک صاع تقریباً چار سیر پانی اور وضو کے لئے ایک مُد جو صاع کا چوتھائی ہوتا ہے پانی ہونا چاہیئے کم وبیش میں بھی مضائقہ نہیں حتیٰ کہ اسراف نہ کرے۔ (عالمگیری)

۵) مسجد کے اندر وضو کرنا۔

۶) اسی پانی میں تھوکنا اور ناک سنکنا جس سے وضو کر رہا ہو۔ اگرچہ پانی جاری ہو

۷) ناپاک مکان میں وضو کرنا۔

۸) وضو میں پیر دھوتے وقت قبلہ رخ سے نہ پھیرنا

۹) عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو یا غسل کرنا۔

۱۰) بائیں ہاتھ سے منہ میں کلی کے لئے پانی لینا۔

۱۱) داہنے ہاتھ سے بلاعذر ناک صاف کرنا۔

۱۲) بائیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالنا۔

۱۳) کسی برتن کو وضو کے لئے اپنے لئے خاص کر لینا۔

(عالمگیری، درمختار)

مفسدات وضو

۱) جسم کے اندر سے کسی جگہ سے خون یا پیپ کا نکل کر مخرج سے پاک جگہ پر پہنچنا، اگر خون میں تھوک مل جائے تو جب تک خون غالب ہے یعنی تھوکنے سے سرخی غالب ہو تو وضو ٹوٹ گیا۔ اگر زردی ہو تو وضو نہیں ٹوٹا، اسی طرح اگر کسی نے زخم پر پٹی باندھی اور خون وغیرہ کی تراوٹ پٹی پر ظاہر ہوئی تو وضو بعد ظاہر ہونے خون کے ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ اگر پٹی نہ ہوتی تو خون بہنے لگتا ہے۔ یہ تراوٹ بجائے بہنے کے ہے۔

۲) پاخانہ یا پیشاب کی جگہ سے کسی چیز کا نکلنا۔

۳) منہ بھر کے قے آنا، واضح رہے کہ بدن سے نکلنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو پیشاب و پاخانہ کے راستے سے نکلیں، ان سے تو بالاتفاق وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ تھوڑی ہو یا بہت، دوسری قسم وہ ہے جو ان کے سوا کسی اور جگہ سے نکلے مثلاً قے اور خون اور پیپ، قے کا تو منہ بھر کے ہونا شرط ہے اور خون و پیپ میں زخم کے منہ سے بہہ جانا شرط ہے۔ (کنز الدقائق)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک منہ بھر قے آنا کہ قے کرنے والا کسی تکلف کے بغیر اسے منہ میں روک نہ سکے۔ کیونکہ اتنی مقدار میں قے منہ سے خارج ہو کر رہتی ہے۔ اس لئے اسے منہ سے خارج ہی شمار کیا جائے گا۔ امام زُفر کے نزدیک قے قلیل ہو یا کثیر ناقص وضو ہوگی۔ اگر کسی شخص نے بار بار تھوڑی قے کی جو یکجا کرنے سے منہ بھر کی مقدار ہو جائے تو امام ابو یوسف کے نزدیک مجلس کے ایک ہونے کا اعتبار ہے اگر ایک ہی مجلس میں بیٹھا ہے تو وضو زائل ہو جائے گا۔ اگر مختلف مجالس میں ایسا ہو تو وضو برقرار رہے گا۔ امام محمد کی رائے میں اتحاد سبب کا اعتبار اور سبب دل کا متلانا ہے اگر بار بار آنے والی قے کا سبب ایک ہی متلی ہو تو وضو زائل ہو جایگا ورنہ باقی رہیگا۔

(کنز الدقائق، ھدایہ)

قے کے مذکورہ احکام اس صورت میں ہیں جب کہ قے صفرا کی شکل میں ہو یا کھانے کی یا پانی کی ہو۔لیکن قے اگر صرف بلغم پر مشتمل ہو تو طرفین کے نزدیک ناقص وضو نہ ہوگا۔امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر منہ بھر ہو تو یہ ناقص وضو ہے۔اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب بلغم معدہ سے خارج ہو اور اگر سر کی جانب سے خارج ہو تو بالاتفاق ناقص وضو نہ ہوگی۔ کیونکہ سر محلِ نجاست نہیں محل نجاست تو معدہ ہے۔اگر قے مائع خون کی ہو تو امام محمد کے نزدیک دوسرے اقسام قے کی طرح منہ بھر کا اعتبار ہوگا۔شیخین فرماتے ہیں کہ اگر خون خود بہ نکلے تو ناقص وضو ہوگا اگرچہ مقدار میں تھوڑا ہی ہو۔اور اگر خون سر کی طرف سے نکلا اور ناک کی نرم جگہ تک پہنچ گیا تو متفقہ طور پر وضو جاتا رہے گا کیونکہ خون جسم کے ایسے حصے تک پہنچ گیا ہے جس کو دھونا طہارت کے لئے ضروری ہے۔ (ہدایہ)

۴) سہارے سے سونا بشرطیکہ سُرین زمین پر نہ جمے ہوں یعنی ایک شخص بیٹھا اس طرح سو رہا ہے کہ جھک جھک کر زمین کے قریب ہو جاتا ہے تو وہ جب تک گرے نہیں وضو رہے گا۔اگر گرتے ہی جاگ پڑا تب بھی وضو رہے گا۔ورنہ نہیں، اسی طرح سوتا ہوا قریب بیٹھے ہوئے آدمی کی باتیں سنتا ہے تو وضو نہیں جائے گا۔

۵) پہلو پر یا پیٹھ پر سونا۔

۶) کسی چیز پر تکیہ کر کے سونا کہ اگر وہ چیز ہٹائی جائے تو سونے والا گر پڑے۔
(متذکرہ بالا یا تین اقسام کے سوا اگر سوئے تو وضو نہیں ٹوٹتا مثلاً کھڑے یا بیٹھے یا رکوع یا سجود میں)

۷) نماز کے اندر بالغ کا قہقہہ مار کر ہنسنا اگرچہ سہواً ہی ہو۔(ہنسنے کی تین قسمیں ہیں ایک قہقہہ ہے کہ اس طرح ہنسے کہ خود اس کو اور اس کے پاس والوں کو سنائی دے تو یہ نماز اور وضو دونوں کو توڑ دیتا ہے۔

دوسری قسم ضحک کی ہے کہ اس طرح ہنسے کہ فقط خود اسی کو سنائی دے اور اس کے پاس

والوں کوسنائی نہ دے۔ تو اس سے نماز ٹوٹتی ہے وضو نہیں ٹوٹتا۔
تیسری قسم تبسم ہے کہ اس طرح ہنسے کہ نہ خود اس کو سنائی دے اور نہ پاس والوں کو تو اس سے نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ ہی نماز ٹوٹتی ہے۔ (شامی)

اگر مقتدی کے امام نے قہقہہ کیا یا عمداً حدث ہو گیا۔ پھر مقتدی نے قہقہہ کیا، اگر مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا وضو نہیں ٹوٹا، اس واسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصداً سے نماز باطل ہو گئی۔ تو مقتدی کا قہقہہ خارج نماز کے واقع ہوا۔ اور خارج نماز کے قہقہہ ناقص وضو ہیں برخلاف اس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہوا امام کے عمداً کلام کرنے کے بعد قول اصح میں یعنی اگر امام نے قصداً کلام کیا پھر مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول میں مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ وجہ فرق قہقہہ اور کلام میں یہ ہے کہ کلام قاطع نماز ہے نہ کہ مفسد نماز، اس واسطے کلام سے نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہیں ہوگی۔ تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوئی، تو قہقہہ مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا۔ لہٰذا صرف وضو ن رہا برخلاف قہقہہ امام کے یا عمداً حدث کے کہ اس نے طہارت کو فاسد کر دیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہوئی تو قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا۔

(طحطاوی، درمختار، شامی)

۸) آنکھیں دُکھتی ہوں یا کھٹکتی ہوں تو پانی بہنے اور آنسو نکلنے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر کسی کے کان میں درد ہوتا ہے اور پانی نکلا کرتا ہے تو یہ پانی جو کان سے نکلتا ہے نجس ہے اگر چہ کچھ پھوڑا یا پھنسی نہ معلوم ہوتی ہو۔ جب کان کے سوراخ سے نکل کر اس جگہ تک آجائے جس کا دھونا غسل کے وقت فرض ہے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرف ناف سے بھی درد کے ساتھ پانی نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(درمختار، شامی، شرح وقایہ، کنز الدقائق)

۱۱) اگر کسی شخص کو وضو تھا مگر ٹوٹنے میں شک ہے تو یہ شخص اپنے آپ کو باوضو سمجھے۔ جب تک کہ آواز نہ سن لے یا بُو نہ محسوس کر لے۔ (درمختار)

باب مسواک

مسواک ''سَـــواک'' سے بنا ہے جس کے معنیٰ ''ملنے'' اور ''منہ کے ملنے'' کے ہیں اور مسواک سین کے زیر سے بمعنیٰ ''دانتوں کی لکڑی'' ہے اسی سے مسواک بنا ہے

مسواک کی فضیلت و استحباب میں بکثرت احادیث مروی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری امت پر دشوار ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان پر ہر نماز کے لئے مسواک کو واجب قرار دیتا۔

(صحاح ستہ و مؤطا امام مالک)

اور امام احمد و بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس نماز کی فضیلت جس کے لئے مسواک کی گئی ہو اس نماز پر جس کے واسطے مسواک نہ کی گئی ہو ثواب میں ستر درجے زیادہ ہے۔

ایک اور حدیث میں فرمایا کہ مسواک منہ کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے اور موجب رضاء حق تعالیٰ ہے۔ اور فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام جب بھی آئے تو انہوں نے مجھے مسواک کرنے کا حکم سنایا۔ بلاشبہ میں ڈرا کہ میں اپنے منہ کو گھسوں اور پست کروں

(مدارج النبوت ج ۱)

احناف کے نزدیک مسواک وضو کی سنت ہے اور شوافع کے نزدیک مسواک نماز کی سنت ہے۔ ثمرہ اختلاف ظاہر ہوتا ہے اس شخص کے حق میں جس نے مسواک والے ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں۔ تو ہمارے نزدیک اس کو ہر نماز کا ثواب ستر بے مسواک نماز کے برابر ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک اس قدر ہر نماز میں ثواب نہ

ہوگا۔ جب تک کہ ہر نماز کے واسطے جدا جدا مسواک نہ کرے۔

مسواک وضو کی سنت ہے اگر وضو میں مسواک کرنا بھول گیا تو اب نماز کے واسطے مسواک کرنا مستحب ہوگا۔ جس وقت مسواک موجود نہ ہو یا دانت نہ رہے ہوں تو کھردرا کپڑا یا انگلی قائم مقام مسواک کے ہوجاتی ہے۔ تحصیل ثواب میں۔ (درمختار، شامی)

استحباب مسواک متأکد ہوتا ہے ارادہ نماز وضو، قرأت قرآن، نیند سے جاگنے کے وقت اور سونے سے پہلے اور دانتوں کی زردی و بدبوے دہن کے سبب سے۔
(درمختار، شامی)

☆☆☆

مستحبات مسواک

۱) داہنے ہاتھ سے مسواک پکڑنا اس صورت میں چھنگلی اور انگوٹھا نیچے رہیں اور تین انگلیاں اوپر رہیں۔

۲) مسواک تلخ لکڑی کی ہو یا زیتون یا پیلو کی ہو۔

۳) نرم ہونا۔ (۴) سیدھی ہونا۔

(۵) بے گرہ ہونا۔ (۶) ایک بالشت کی مقدار ہونا۔

۷) موٹائی میں چھنگلی انگلی کے برابر ہونا۔

۸) دانتوں میں عرضاً کرنا طولاً نہ کرنا۔

۹) ادنیٰ درجہ مسواک کا تین مرتبہ پھیرنا ہے اوپر کے دانتوں میں اور تین بار نیچے کے دانتوں میں تین پانی کے ساتھ اور یہ پانی علاوہ مضمضہ کے ہو۔ اور اوپر کے

دانتوں میں ابتداء داہنی طرف سے کرے پھر بائیں طرف اور اسی طرح نیچے کے دانتوں میں۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

مکروہاتِ مسواک

۱) لیٹ کر یا کروٹ سے مسواک کرنا کہ اس سے تلی بڑھتی ہے۔

۲) مُٹھی سے پکڑ کر مسواک کرنا کہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے۔

۳) مسواک کو چوسنا کہ اس سے اندھا ہونے کا خطرہ ہے۔

۴) بعد فارغ ہونے کے مسواک کو نہ دھونا کہ اس سے شیطان کرتا ہے۔

۵) مسواک کو کھڑی نہ رکھنا کہ اس سے جنون پیدا ہوتا ہے۔

۶) ایک بالشت سے زیادہ ہونا کہ اس پر شیطان سوار ہوتا ہے۔

۷) انار، بانس، یا ریحان کی لکڑی سے کرنا۔ (درمختار)

☆☆☆☆☆

باب غسل

غَسل غین کے زبر سے بمعنی دھونا اور پانی بہانا ہے اور غین کے پیش اور سین کے سکون سے غُسل کا نام ہے اور غین کے زیر سے غِسل وہ چیز جس سے سر دھویا جائے جیسے صابن وگل خطمی وغیرہ۔ اغسال کے معنی نہلانے کے ہیں اور غَسول بفتح غین نہانے والے کے غسل کا پانی ہے۔ اسی طرح غسل کو مَغسِل بکسر سین جہاں مردے کو نہلایا جائے۔ اور غسالہ اس پانی کو کہتے ہیں جس سے ہاتھ منہ دھویا گیا ہو یعنی آب مستعمل جس سے غسل کیا گیا ہو اور بدن دھویا گیا ہو۔ اور یہ اس لفظ کے لُغوی معنی ہیں اور شریعت میں حقیقت اغسال تمام اعضاء کو دھونا اور ان پر پانی بہانا ہے۔

(مدارج النبوت، شامی)

غسل کی چار اقسام ہیں:۔

(۱) فرض (۲) واجب (۳) سنت (۴) مستحب

غسل فرض

جن باتوں سے غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

۱) غسل جنابت یعنی منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ کود کر نکلنا۔ اگر بغیر شہوت کے انزال ہو تو غسل فرض نہیں۔ (غسل فرض ہونے کے واسطے منی کا خارج ہونا دفق (کودنے) اور شہوت کے ساتھ شرط ہے۔ چھونے سے ہو یا دیکھنے سے یا ہاتھ کے عمل سے سوتے میں نکلے یا جاگتے میں نکلے مرد سے نکلے یا عورت سے۔ اگر بغیر ان شرائط کے منی نکلے گی تو جنابت ثابت نہ ہوگی۔ مثلاً کسی نے بوجھ اُٹھایا یا بیماری سے یا کسی اور وجہ سے علاوہ مذکورۃ الصدر کے منی نکلی تو غسل فرض نہ ہوگا اور نہ وہ جنبی

کہلائے گا۔ (عالمگیری)

۲) غسل بعد انقطاع حیض۔ (۳) غسل بعد انقطاع نفاس

۴) دیکھنا منی یا مذی کا بعد جاگتے اگرچہ احتلام یاد نہ ہو (اگر کسی شخص نے جاگتے وقت اپنے بستر پر یا ران پر یا احلیل میں تری پائی تو اگر اس کو احتلام کا یقین ہے تو غسل واجب ہوگا اور اگر شک ہے۔ اور مذی یا ودی کا یقین ہے تو غسل واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی کو احتلام کی لذت یاد ہے مگر بعد بیداری اس نے بدن اور بستر پر کوئی نشان نہیں پایا تو اس پر غسل فرض نہیں ہے۔ اگر اس شخص نے وضو کیا اور نماز پڑھی اس کے بعد منی نکل آئی تو اس پر غسل واجب ہے اور نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

(عالمگیری، درمختار، شامی)

منی غلیظ اور سفید ہوتی ہے جو لذت کے ساتھ برآمد ہو کر عضو کو منکسر کر دیتی ہے اور مذی وہ ہے جو بلاغت یا تصور عورت سے بحالت انتشار عضو مخصوص سے سفیدی مائل رقیق چیپ سا برآمد ہو اور ودی گاڑھے پیشاب کو کہتے ہیں جو پیشاب کے بعد نکلے۔ (شامی، ہدایہ)

۵) ادخال حشفہ خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

(شرح وقایہ، درمختار، ھدایہ، عالمگیری، کنزالدقائق مراقی الفلاح)

انتباہ: جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کے لئے تلاوت قرآن مجید منع ہے۔ اور ان کے لئے غلافِ قرآن کا چھونا بھی جائز نہیں اور نہ ہی ایسے سکے کو ہاتھ میں لینا جائز ہے جس پر قرآن مجید کی کوئی آیت کندہ ہو۔ البتہ تھیلی کے ساتھ جائز ہے ۔ اسی طرح بے وضو آدمی بھی غلاف کے بغیر قرآن مجید کو ہاتھ نہ لگائے۔ غلاف سے مراد وہ کپڑا ہے جو قرآن مجید سے علیحدہ ہو۔ وہ کپڑا مراد نہیں جو کتاب کے ساتھ متصل ہوتا ہے جیسے شیرازہ بندی کی ہوئی جلد۔ یہی صحیح ہے اور صحیح قول کے مطابق قرآن مجید کو

آستین سے چھونا بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ آستین تو چھونے والے کے تابع ہے بخلاف دینی کتابوں کو ہاتھ لگانے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے۔ بچوں کے ہاتھ میں قرآن مجید دینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اس میں رکاوٹ حفظ قرآن کے ضائع کرنے کا سبب ہوگا اور انہیں طہارت کا پابند بنانے میں حرج ہے یہی صحیح ہے۔ (البتہ اتنی احتیاط ضروری ہے کہ پیشاب وغیرہ کے بعد استنجا کرلیں اور ہاتھ منہ دھولیں) (ہدایہ)

حَدث اور جنابت دونوں کا تعلق چونکہ ہاتھوں سے بھی ہوتا ہے اس لئے چھونے کے حکم میں دونوں برابر ہیں۔ لیکن جنابت کا تعلق منہ سے بھی ہوتا ہے مگر حدث کا تعلق منہ سے نہیں ہوتا اس لئے قرأت کا حکم الگ الگ ہوگا یعنی بے وضو شخص تلاوت زبانی کرسکتا ہے مگر جنبی کو اس کی اجازت نہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ کا نام لینا، کلمہ شریف، درود شریف اور استغفار پڑھ سکتا ہے۔ امام مالک قرأت قرآن زبانی کو حائضہ کے لئے جائز کہتے ہیں۔

(ھدایہ ، بحر الرائق ، منیۃ المصلی)

غسل واجب

۱) میت کا غسل زندہ پر واجب ہے۔

۲) سارے بدن پر نجاست لگ جائے یا بعض بدن پر نجاست لگی ہے مگر نجاست کا مقام مخفی ہے تو سارے بدن کا غسل واجب ہوگا۔ (عالمگیری، درمختار)

غسل سنت

۱) جمعہ کی نماز کے لئے (امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کا غسل نماز کے واسطے ہے اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے واسطے سنت ہے۔ اور ثمرہ اختلاف کا

ظاہر ہوتا ہے اس شخص میں جس نے جمعہ کے دن غسل کیا۔ پھر اس کا وضو ٹوٹا اور اس نے وضو کیا اور جمعہ کی نماز پڑھی تو امام ابو یوسف کے نزدیک سنت ادا نہ ہوئی ار حسن بن زیاد کے نزدیک سنت ادا ہوگئی۔ اگر بعد نماز جمعہ غسل کیا تو وہ غسل نہیں بالاتفاق امام ابو یوسف اور امام حسن بن زیاد کے اور کفیت کرتا ہے ایک بار غسل کرنا اس عید اور جمعہ کے واسطے جو جنابت کے ساتھ جمع ہوئے ہیں۔ تو ایک بار غسل کرنا غسل سنت و غسل فرض سب کو کفایت کرتا ہے۔ (درمختار، شامی)

۲) عیدین کی نماز کے لئے۔ (۳) احرام حج کے لئے

۴) احرام عمرہ کیلئے (۵) وقوف عرفات کیلئے۔

(شرح وقایہ ، درمختار ، عالمگیری ، شامی)

غسل مستحب

۱) دیوانگی اور غشی دور ہونے کے بعد (۲) پچھنے لگوانے کے بعد

۳) شب برأت کو (۴) شب عرفہ کو

۵) شب قدر کو (۶) قربانی کے دن مزدلفہ میں صبح کے وقت

۷) رمی جمار کے لئے منیٰ میں (۸) مکہ میں طواف زیارت سے پہلے

۹) نمازِ استسقاء کے لئے۔

۱۰) دفع مصیبت مثل تاریکی یا سخت آندھی کے وقت

۱۱) کسوف اور خسوف کے وقت۔

۱۲) نیا لباس پہنتے وقت۔ (۱۳) مدینہ میں داخل ہونے کے وقت

۱۴) مردہ نہلانے کے بعد۔ (۱۵) مقتول پر بروقت قتل خواہ کیسا ہی ہو

۱۶) سفر سے مراجعت کے وقت۔ (۱۷) عورت مستحاضہ پر خون بند ہو جانے پر
۱۸) بعد داخل ہونے سلام میں جب کہ پاک ہو، اگر جنبی ہو تو غسل کرنا واجب ہوگا۔
۱۹) نابالغ جو سن کے لحاظ سے بالغ ہو گیا ہو۔
۲۰) لوگوں کے مجمع میں حاضر ہونے کے لئے۔
۲۱) محتلم پر جب کہ اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ ہو۔
۲۲) گناہ سے توبہ کرنے پر۔ (شامی، درمختار، مراقی الفلاح)

فرائض غسل

غسل کے تین فرض ہیں۔ (۱) منہ بھر کے کلی کرنا۔
(۲) ناک میں پانی ڈالنا (۳) سارے بدن کا دھونا۔ (درمختار، عالمگیری)

سنن غسل

۱) نیت کرنا (اگر جاری پانی یا بڑے حوض یا مینہ میں بقدر مدت وضو اور غسل کرنے کے ٹھہرا تو البتہ اس نے پوری سنت ادا کی یعنی وہ سنت جو اس کے لائق ہے کامل ہوگی۔ چنانچہ تثلیث (تین بار دھونا) اور دلک (ملنا) کی سنت بھی ادا ہوگی۔ مگر تلفظ نیت کا فقط ٹھہرنے سے ادا نہ ہوگا۔ (درمختار)
۲) دونوں ہاتھوں کا پنچوں تک دھونا۔ (۳) نجاست کا دور کرنا۔
۴) شرمگاہ کا غسل سے پہلے دھونا خواہ نجاست لگی ہو یا نہ لگی ہو۔
۵) تسمیہ پڑھنا۔
۶) وضو کرنا (وضو کو مطلق بلا قید کہا گیا ہے اور مطلق جب بولتے ہیں تو اس کا فرد

کامل مراد ہوتا ہے۔تو یہاں پورا وضو مراد ٹھہرا، تو دونوں قدموں کے دھونے کی تاخیر نہ کرے اگر چہ نہایا ہو پانی جمع ہونے کے مقام میں۔اس واسطے کہ مذہب معتمد ہے کہ مستعمل پانی پاک ہے۔اور پانی مستعمل نہیں ہوتا مگر بعد جُدا ہونے کے تمام بدن سے۔اس واسطے کہ غسل میں تمام بدن ایک عضو کی مانند ہے۔ یہاں تک کہ غسل میں تراوٹ کا نقل کرنا ایک عضو سے دوسرے عضو کی طرف جائز ہے۔تو اس وقت میں جب کہ معلوم ہوا کہ یہ پانی مستعمل نہیں تو دونوں قدموں کے دھونے کی دوسری بار حاجت نہیں۔مگر بطریق پاکیزگی اور افضلیت کے دھونا بہتر ہے۔اور مطلق وضو سے مراد جمیع سنن و مستحبات کو بجالانا ہے۔اگر غسل سے پہلے وضو کیا تو دوبارہ وضو نہ کرے

(درمختار، شامی)

۷) تین بار سر، تین بار داہنے کندھے اور تین بار بائیں کندھے پر پانی ڈالنا۔

۸) قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا جب کہ ننگا ہو۔

۹) ایسی جگہ غسل کرنا جہاں کوئی نہ دیکھے۔

۱۰) تمام بدن پر پانی مل لینا تا کہ سارے بدن پر اچھی طرح پانی پہنچ جائے۔

۱۱) پانی میں کمی وزیادتی نہ کرنا۔

۱۲) روزہ نہ ہونے کی حالت میں غرغرہ کرنا۔ (درمختار، شرح وقایہ، عالمگیری، منیۃ المصلی)

مستحبات غسل

۱) غسل کے وقت کلام نہ کرنا۔

۲) غسل کرنے کے بعد بدن کو کپڑے سے پونچھ لینا۔ باقی مستحبات وہی ہیں جو وضو کے ہیں سوائے استقبال قبلہ ہے۔ (درمختار، منیۃ المصلی)

باب ماء

یہ باب پانی کے احکام پر مشتمل ہے مطلق پانی جس سے نجاست حکمیہ دور ہوتی ہے دو قسم پر ہے۔ (۱) جاری پانی (۲) بند پانی

جاری پانی

جاری پانی وہ ہے جو لوگ عُرف میں بہتا ہوا پانی کہیں اور جو گھاس پھوس کو بہا لے جائے۔ (درمختار)

جاری پانی کی طہارت کا حکم : جاری پانی نجاست کی مقدار پر نجس نہیں ہوتا۔ جب تک کہ نجاست کا اثر پانی کے اوصاف ثلاثہ یعنی رنگ، بو اور ذائقہ کو بدل نہ دے۔ جس وقت نجاست کے سبب ایک بھی صفت جاری پانی کی متغیر ہوگی جاری پانی ناپاک ہو جائے گا۔ (کنز الدقائق، تنویر الابصار)

جاری پانی کا کوئی وصف جب نجاست سے بدل جائے تو اس میں دوسرا پاک پانی اس قدر مل جائے کہ اس کے وصف متغیرہ کو دور کر دے تب پاک ہو جائے گا۔

(عالمگیری)

بند پانی

بند پانی کی دو اقسام ہیں۔ (۱) بند پانی کثیر (۲) بند پانی قلیل

۱) **بند پانی کثیر**: بند پانی کثیر وہ ہے کہ ایک طرف پڑی ہوئی نجاست کا اثر دوسری طرف کو نہ پہنچے امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر پانی قلتین ہو تو اس سے وضو کرنا جائز ہے اور قلتین پانچ سو رطل (تقریباً پانچ متوسط مشکیں) ہوتے ہیں۔ امام مالک کا

قول یہ ہے کہ جب تک پانی کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی وصف نہ بدلے اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہ نے دلیلوں کا اختلاف ملاحظہ کر کے دہ در دہ اختیار کیا ہے جس میں تمام مذاہب سے زیادہ احتیاط پائی جاتی ہے۔ اور جو احادیث و آثار کی رو سے یقیناً پاک ہے۔ علماء متاخرین نے اس کی مقدار عام فہم میں یوں کر دی کہ جو حوض دہ در دہ مربع یعنی چالیس گز ہو اس میں پانی کثیر ہوتا ہے اس مقدار کے حوض میں ایک طرف کی نجاست کا اثر دوسری طرف نہیں پہنچتا اور حوض کبیر بھی اسی مقدار سے تعبیر کیا جائے گا۔ کثیر پانی کی گہرائی صرف اس قدر معتبر ہے جس سے پانی بھرتے وقت چلو سے زمین نہ کھل جائے اور یہی گہرائی جاری پانی کے لئے بھی ہے۔
(عالمگیری، در مختار، شرح وقایہ)

بعض فقہاء نے لوگوں کی آسانی کے واسطے اس کی پیمائش کے لئے کپڑے کا گز اختیار کیا ہے جو چوبیس انگلی (فقط چھ مٹھی) کا ہوتا ہے بعض نے مسافتی گز اختیار کیا ہے جو سات مٹھی اور ایک کھڑی انگل کے برابر ہوتا ہے۔ اگر کہیں ایسی صورت ہو کہ پانی کا طول زیادہ ہو اور عرض کم۔ یا گہرائی زیادہ ہو اور چوڑائی کم لیکن پیمائش کے حساب سے ضرب کئے جانے پر مکسر دہ در دہ ہو جاتا ہو تو ایسے پانی پر بعض روایات میں دہ در دہ پانی کا حکم لگایا گیا ہے۔ (فتح القدیر)

دہ در دہ کی مقدار دس ہاتھ (تقریباً ساڑھے پانچ گز) لمبائی اور ضرب دس ہاتھ چوڑائی بیان کی گئی ہے۔ (بہشتی زیور تعلیم الاسلام)

بند پانی کثیر کی طھارت کا حکم : بند پانی کثیر کی پاکی اور ناپاکی کا حکم وہی ہے جو جاری پانی کا ہے جب نجاست کے اثر سے ایک صفت بھی بدلے خواہ رنگ بدلے یا بُو یا ذائقہ تو اسی وقت پانی بھی ناپاک ہو جائے گا۔ (تنویر الابصار، درمختار)

اکثر جنگلوں میں کثیر اور قلیل مقدار کے پانیوں میں پتوں وغیرہ کے گر جانے

سے بدبو آنے لگتی ہے، تو اس سے وضو غسل کرنا جائز ہے کیونکہ نجاست کے سبب سے تو ذرا سی بھی تبدیلی کا اعتبار ہے اور پاک چیز کے سبب سے تغیر کا اس وقت اعتبار ہے جب کہ پتلا پن پانی کا جاتا رہے اور پانی کا پانی نہ رہے۔ (عالمگیری، درمختار)

کسی پانی سے بُو آ رہی ہے مگر یہ معلوم نہیں کہ نجاست کی بدبُو ہے یا پاک چیز کی تو اس سے وضو غسل جائز ہے جب تک کہ وقوع نجاست کا علم نہ ہو، اس لئے کہ اکثر پانی ٹھہرے رہنے سے بدبودار ہو جاتے ہیں۔ (درمختار)

۲) **بند قلیل پانی** : بند پانی قلیل وہ ہے جو دہ در دہ کی مقدار سے کم ہو۔ (درمختار)

بند پانی قلیل کی طہارت کا حکم : قلیل پانی نجاست سے جس کے گرنے سے پانی کو حرکت ہو جائے ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس پانی کے لئے اوصاف ثلاثہ کے تغیر کی قید نہیں ہے۔ (درمختار، شامی)

﴿مستعمل پانی﴾

وہ پانی جو ثواب کے کام میں استعمال کیا گیا ہو (مثلاً اس سے وضو پر وضو کیا ہو) یا حکمی ناپاکی رفع کی ہو (مثلاً وضو ٹوٹ جانے پر وضو کیا ہو) جب یہ پانی ایک جگہ ٹھہر جائے تو خود تو پاک ہے لیکن اور کسی چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔ (کنز الدقائق)

مستعمل پانی میں بہت اختلاف ہے۔ اوّل تو اختلاف اس میں ہے کہ پانی مستعمل کس کس چیز سے ہوتا ہے؟ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک تو حکمی ناپاکی کو رفع کرنے یا ثواب کے لئے استعمال کرنے سے مستعمل ہو جاتا ہے اور امام محمد کے نزدیک فقط ثواب کے لئے استعمال کرنے سے مستعمل ہوتا ہے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ پانی مستعمل کس وقت ہوتا ہے؟

امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو جب عضو سے جدا ہو تو مستعمل ہو جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک جب استعمال شدہ پانی ایک جگہ ٹھہر جائے اس وقت ہوتا ہے۔ اور جگہ عام ہے خواہ زمین ہو یا برتن یا ہتھیلی ہاتھ کی ہو۔ (صاحب کنز الدقائق نے ضروریات کے خیال سے اسی قول کو پسند فرمایا ہے)

تیسرا اختلاف اس کے حکم میں ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہ اور چیزوں کو بھی پاک کر دیتا ہے اور یہی ایک قول امام شافعی کا بھی ہے۔ امام زُفر کا قول یہ ہے کہ اگر اس کا استعمال کرنے والا وضو سے تھا تو یہ خود بھی پاک ہے اور دوسری چیز کو بھی پاک کر سکتا ہے۔ اگر بے وضو تھا تو یہ خود تو پاک ہے لیکن دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ مثل نجاست غلیظہ کے ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ نجاست حقیقہ کے حکم میں ہے اور امام محمد کے نزدیک یہ خود پاک ہے لیکن دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔ (صاحب کنز الدقائق نے اسی کو اختیار کیا ہے)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے مستعمل پانی میں کپڑا یا بدن بھر جائے تو اس کا دھونا ضروری نہیں۔ ہاں اس پانی سے دوبارہ وضو کر لینا بھی درست نہیں ہے۔ لیکن اگر اس سے نجاست حقیقی کو دھویا جائے تو وہ پاک ہو جائے گی۔ کیونکہ اس کے دور کرنے کے لئے شرط یہ ہے کہ بہنے والی پاک اور نجاست کو دور کرنے والی چیز ہو اور یہ تینوں وصف اس میں موجود ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (فتح القدیر)

کنوؤں کی طہارت

کنوؤں کے مسئلے میں تین مذہب ہیں۔ ج ، ح ، ط۔ ج نجس ہونے کی علامت ہے۔ ح ، بحال خود رہنے کی اور ط طہارت کی۔ اختصار کے لئے یہ علامتیں متعین کی گئی ہیں۔

اس مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ ایک جنبی آدمی نے کنویں میں ڈول تلاش کرنے کے لئے غوطہ لگایا (یعنی وہ آدمی تھا جو اپنے بدن پر نجاست حقیقی نہ رکھتا ہو بلکہ نجاست حکمی رکھتا ہو۔ کیونکہ نجاست حقیقی رکھنے والا تمام ائمہ کے نزدیک کنواں ناپاک کر دیتا ہے) تو امام ابو یوسف کے نزدیک دونوں اپنی اپنی حالت پر ہیں۔ جنبی حسب سابق جنبی رہے گا کیونکہ اس نے اپنے بدن پر پانی نہیں انڈیلا۔ حالانکہ بدن پر پانی انڈھیلنا اور بہانا امام ابو یوسف کی رائے میں اسقاط فرض کی شرط ہے اور کنویں کا پانی بھی حسب سابق پاک ہے کیونکہ مستعمل ہونے کی دونوں شرطیں (یعنی پانی انڈیلنا اور نیت قربت کی کرنا) معدوم ہیں۔ امام محمد کی رائے میں (جنبی اور کنواں) دونوں پاک ہیں۔ جنبی اس لئے کہ بدن پر پانی انڈیلنا امام محمد کے نزدیک شرط نہیں اور پانی اس لئے پاک رہا کہ اس کا استعمال قربت کی نیت سے نہیں کیا گیا۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جنبی اور کنواں دونوں ناپاک ہیں پانی اس لئے کہ بدن سے لگتے ہی بعض اعضا کی جنابت دور ہوگئی (اور اس سے پانی مستعمل ہوگیا) اور جنبی اس وجہ سے ناپاک ہے کہ باقی اعضاء میں ابھی حدث موجود ہے۔ بعض کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جنبی کا ناپاک ہونا مستعمل پانی کی نجاست کی بنا پر ہے۔ امام ابو حنیفہ سے یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ آدمی پاک ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے پانی سے علیحدہ ہونے سے پہلے پانی کو

مستعمل نہیں کہا جا سکتا۔ امام ابو حنیفہ کی تمام روایتوں میں یہ روایت زیادہ مناسب ہے (اور یہی قابل عمل ہوگی)۔ (ہدایہ، فتح القدیر)

کنویں کا پانی جن چیزوں کے گرنے سے نکالا جاتا ہے وہ دو قسم کی چیزیں ہیں

1: وہ چیزیں جن کے گرنے سے باجماع سلف پانی کا نکالنا واجب ہے اور پانی کا نکالنا ہی کنویں کی طہارت ہے۔

2: وہ چیزیں جن سے کنویں کا پانی نکالنا مستحب ہے اور یہ اس کنوئیں کے لئے ہے جو دہ دردہ کی مقدار کا نہیں ہے۔ اگر وہ دہ دردہ کی مقدار کا ہوگا تو جاری پانی اور کثیر پانی کے حکم میں ہوگا۔ (عالمگیری، درمختار)

جن اسباب سے کنوئیں کا پانی نکالنا واجب ہے

جن چیزوں کے گرنے سے کنویں کا پانی نکالنا واجب ہے وہ دو قسم پر ہیں۔

1: وہ چیزیں جن کے گرنے سے کنویں کا سارا پانی نکالنا واجب ہے۔

2: وہ چیزیں جن کے گرنے سے کچھ معینہ ڈول نکالنے واجب ہوتے ہیں۔

جن چیزوں کے گرنے سے سارا پانی نکالنا واجب ہے:

1: نجاست حقیقی کا گرنا خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ۔

2: کنویں میں گر کر مر جانے سے کبیر الاندام جان دار کا مثل بکری و آدمی وغیرہ کے

3: پھٹنا اور پھول جانا ان جانوروں کا جن کے اندر خون جاری ہے۔ خواہ چھوٹے ہوں مثل چڑیا اور چوہے وغیرہ کے یا متوسط ہوں مثل مرغی وغیرہ کے مگر آبی نہ ہوں۔ عام ہیں اس سے کہ وہ جانور کنویں سے باہر پھٹ پھول کر گرے ہوں یا اندر

گر کر پھٹے پھولے ہوں۔ پھٹنے اور پھولنے میں بالوں کا جھڑنا بھی داخل ہے۔

4: بد جانور کا مجرّد گرنا خواہ مرے یا نہ مرے۔

5: مسلمان مردہ کا غسل سے پہلے گرنا۔

6: کافر مردہ کا گرنا۔

7: اس جانور کا زندہ برآمد ہونا جس کا جھوٹا ناپاک ہے یا مشکوک بشرطیکہ منہ اس کا گرنے کے وقت پانی میں ڈوبا ہو۔ (عالمگیری، درمختار، مراقی الفلاح)

کنویں میں اگر جوتی گر جائے تو اگر جوتی مستعملہ میں نجاست کا لگا رہنا یقینی ہو تو سارا پانی نکالنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ (کبیری)

۲: جن چیزوں کے گرنے سے مقدار پانی کی نکالنا واجب ہے:

1: جو جانور کہ دموی ہیں یعنی جن کے اندر خون جاری ہے مثل کبوتر اور بلی کے اگر وہ کنویں سے مردہ نکلیں تو چالیس ڈول سے ساٹھ ڈول نکالے جائیں گے۔ اگر وہ جانور دموی مثل چوہے اور چڑیا کے ہیں تو ان کے مرنے سے بیس سے تیس ڈول نکالے جائیں گے۔ (درمختار، تنویر الابصار)

2: جو جانور چوہے اور بلی کے درمیان ہیں تو ان کے لئے بیس سے تیس ڈول نکالے جائیں گے اور جو جانور بلی اور بکری کے درمیان ہیں ان کے لئے چالیس سے ساٹھ ڈول نکالے جائیں گے اور جو جانور چھوٹے جسم اور متوسط جسم کے درمیان ہیں وہ ہمیشہ چھوٹے کے حکم میں رہیں گے اور جو جانور کہ متوسط اور کبیر الاندام کے درمیان ہیں وہ ہمیشہ متوسط الاندام کے حکم میں رہیں گے۔ (شرح وقایہ، عالمگیری، تنویر الابصار)

3: دو چوہے ایک چوہے کے حکم میں ہیں، تین سے پانچ چوہے ایک بلی کے حکم

میں ہیں اور ہر بچہ اپنے بڑے کے حکم میں ہے تو آدمی کے بچہ کے گر کر مر جانے سے تمام پانی نکالنا واجب ہوگا خواہ سقط ہی ہو اسی طرح بکری کے بچہ کا حکم ہے۔

(درمختار، شامی)

4: اونٹ اور بکری کی ایک دو مینگنیوں یا کبوتر یا چڑیا کی بیٹ گرنے سے پانی نہ نکالا جائے گا لیکن مرغی اور بطخ کی بیٹ گرنے سے پانی نکالا جائے گا۔ (درمختار)

5: اگر بکری کنویں میں پیشاب کر دے تو شیخین کی رائے میں سارا پانی نکالا جائے اور امام محمد فرماتے ہیں کہ جب تک پانی پر پیشاب غالب نہ آجائے سارا پانی نکالنے کی ضرورت نہیں (پیشاب غالب آنے کی صورت میں پانی طاہر تو ہوتا ہے مگر طہور نہیں رہتا)

اس اختلاف کی بنیاد اس اصول ہے کہ امام محمد کے نزدیک جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہوتا ہے اور شیخین کے نزدیک ناپاک ہوتا ہے۔

امام محمد کی دلیل حضور ﷺ کا وہ ارشاد ہے جو آپ نے عرینہ قبیلے کے لوگوں سے فرمایا کہ اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پیؤ اور شیخین حضور ﷺ کے اس قول سے کہ ''پیشاب سے احتراز کرو کیونکہ عذاب قبر اسی سے ہوگا'' سے استدلال کرتے ہیں۔ اس ارشاد میں ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم جانوروں میں کوئی امتیاز نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کا بول بھی بدبودار اور فاسد ہوتا ہے اس لئے غیر ماکول اللحم جانوروں کے بول کی طرح ہوگا۔

امام محمد کی پیش کردہ روایت کا مطلب یہ ہے کہ اہل عُرینہ ایک وبائی مرض میں مبتلا تھے جس کا علاج آپ ﷺ نے بحکم وحی ارشاد فرمایا (اور ان کی شفا اسی میں تھی۔ لہٰذا یہ ایک مخصوص واقعہ تھا۔ اس سے عام اُصول اخذ نہیں کیا جا سکتا)۔ پھر امام ابوحنیفہ

کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ شفا حاصل ہونا یقینی نہیں ۔ اس لئے اس کی حرمت سے اعراض نہیں کیا جاسکتا ۔ امام ابو یوسف کی رائے میں اہل عُرینہ کے واقعہ کے پیش نظر دوا کے طور پر پیشاب کا استعمال جائز ہے۔امام محمد کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب،چونکہ پاک ہے اس لئے دوا وغیرہ کے طور پر استعمال کرنا جائز ہوگا۔ (ہدایہ)

جن اسباب سے کنویں کا پانی نکالنا مستحب ہے:

1: چوہے کے گر کر زندہ نکل آنے پر بیس ڈول نکالنا مستحب ہے۔

2: مرغی جو کھلی پھرتی ہے اس کے گر کر زندہ نکل آنے پر چالیس ڈول نکالنا مستحب ہے۔

3: جنبی اور بے وضو کے کنویں میں اترنے سے چالیس ڈول نکالنا مستحب ہے۔

(عالمگیری ، شامی)

کنویں سے پانی نکالنے کا طریقہ:

کنواں اگر چشمہ دار ہو کہ جس کا سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو اس کا موجودہ پانی ہی نکال دیا جائے ۔ موجودہ پانی کی معرفت کا یہ طریقہ ہے کہ جس قدر گہرائی میں کنویں کا پانی ہے زمین میں اتنا ہی گہرا گڑھا کھود لیا جائے اور اسے کنویں سے پانی نکال نکال کر بھر دیا جائے ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کنویں میں بانس کے ذریعے پانی کی گہرائی معلوم کی جائے اور جہاں تک پانی ہو بانس پر نشان لگا لیا جائے ۔ پھر مثلاً دس ڈول پانی نکالنے کے بعد بانس کنویں میں پھر ڈال کر دیکھا جائے کہ نشان کس قدر کم ہوا ہے۔اس طرح بانس پر بنے ہوئے نشان کے مطابق حساب کر کے دس دس ڈول

نکال لئے جائیں۔(مثلاً پانی میں بانس کھڑا کرنے سے معلوم ہوا کہ پانیکی گہرائی دس فٹ ہے۔دس فٹ پر نشان لگا دیا جائے۔دس ڈول نکالنے سے دو انچ پانی کم ہوا تو اب حساب کے مطابق چھ سو ڈول نکالنے ہوں گے)۔

یہ دونوں طریقے امام ابو یوسف سے مروی ہیں۔امام محمد فرماتے ہیں کہ دو سو سے تین سو ڈول نکال دیئے جائیں۔شاید امام محمد نے اپنے علاقے کے کنوؤں کے مشاہدے پر اس اُصول کی بنا رکھی ہے۔جامع صغیر میں امام ابوحنیفہ سے روایت ہے کہ ایسے جاری پانی والے کنوؤں سے اتنا پانی نکالا جائے کہ لوگ تھک کر مغلوب ہو جائیں اور پانی ان پر غالب آجائے۔امام ابوحنیفہ نے غلبہ کی حد متعین نہیں فرمائی۔جیسا کہ آپ کی عادت شریفہ ہے(جہاں کسی کام کی حد اور مقدار اس کام میں مبتلا شخص ہی کو معلوم ہو سکے تو امام ابوحنیفہ اس مبتلا شخص کی رائے کو قابل اعتبار جانتے ہیں۔مذکورہ مسئلے میں جب لوگ پانی نکال نکال کر تھک جائیں اور کہنے لگیں کہ اب پانی کی صحیح مقدار نکل چکی ہے۔تو ان کا انداز قابل قبول ہوگا)

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ایسے دو آدمیوں کے قول پر جنہیں پانی کے متعلق بصیرت حاصل ہو اور تجربہ ہو ان پر اعتماد ہوگا اور یہ قول فقہ کے زیادہ قریب ہے۔

کنویں کی طہارت کے ساتھ ہی رسی اور ڈول بھی پاک ہو جائیں گے۔یہاں تک کہ چکلی اور کنویں کا گردو پیش اور پانی نکالنے والے کا ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے۔

(هدایه ، درمختار ، شامی)

کنویں کی ناپاکی کا وقت:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک کنویں کی ناپاکی کا حکم اس وقت ہوگا جب کہ جانور کے

گرنے کا وقت معلوم ہوگا۔ اگر جانور پھٹا پھولا نہیں ہے تو ایک رات اور ایک دن سے پہلے کنویں کی ناپاکی کا حکم ہوگا۔ اگر جانور پھٹ پھول گیا ہے تو تین رات دن سے پہلے نجاست کا حکم ہوگا۔ پہلی صورت میں ایک دن رات اور دوسری صورت میں تین دن رات کی نماز قضا کی جائیں بشرطیکہ وضو اور غسل اسی پانی سے کیا ہو۔

(هدایه ، تنویر الابصار ، عالمگیری ، درمختار)

امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جس وقت کنویں کا ناپاک ہونا معلوم ہوا ہو اسی وقت سے ناپاک سمجھیں گے۔ اس سے پہلے کی نماز و وضو سب درست ہے۔ اگر کوئی اس پر عمل کرے تب بھی درست ہے۔ (ہدایہ، کنز الدقائق)

اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر دیا جاتا ہے۔ (کنز الدقائق)

جانوروں کے جھوٹے کا بیان

جن جانوروں کا جھوٹا پاک ہے:

1: آدمی (جنبی، حائضہ اور کافر کا جھوٹا بھی پاک ہے)

2: تمام ماکول اللحم یعنی جن کا گوشت حلال ہے خواہ یہ چار پایہ جانور ہوں یا پرند سوائے مرغی کوچہ گرد اور گائے نجس خوار کے۔

3: گھوڑے کا جھوٹا صاحبین کی رائے میں پاک ہے کیونکہ اس کا گوشت حلال ہے اور صحیح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی پاک ہے کیونکہ اس کے گوشت کی کراہت اظہار شرف کے لئے ہے یعنی گھوڑے کا گوشت اس کے احترام کی وجہ سے مکروہ ہے کیونکہ وہ آلہء جہاد ہے اور اس کی نسل کشی سے منع فرمایا گیا ہے۔

4: گدھی کا دودھ پاک ہے اور اس کا پسینہ بھی خواہ کتنا ہی کپڑوں سے لگ جائے جواز نماز سے مانع نہیں، اس کے جھوٹے کا بھی یہی حکم ہے۔

5: خچر کا جھوٹا مشکوک ہے اگر اس کے سوا اور کوئی پانی نہ ہو تو اس سے ہی وضو کرے اور بعض میں تیمم بھی کرے۔ (ہدایہ، عالمگیری)

جن جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے:

سور، کتا، ہاتھی وغیرہ اور ان تمام چار پایہ جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے جن کا گوشت کھانا حرام ہے۔ (عالمگیری، شامی)

کتے کے جھوٹے برتن کو تین بار دھویا جائے پاک ہو جائے گا۔ امام شافعی سات بار دھونے کی شرط عائد کرتے ہیں۔ (ہدایہ)

اور اس کو جان رکھ کہ کتا نجس العین نہیں یعنی اس کی نجاست ذاتی نہیں خنزیر کے مانند امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ کتے سے حفاظت اور شکار کرانا شرعاً درست ہے۔ اگر وہ نجس العین ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا درست نہ ہوتا خنزیر کے مانند۔

بحرالرائق میں ہے کہ کتے کی ہڈیاں اور بال اور عصب اور جو چیز کہ ماکول نہیں وہ پاک ہیں اور اس کا گوشت ناپاک ہے۔

جب کہ کتا نجس العین نہ ہوا تو اس کا بیچنا اور اجارہ دینا اور اس کے تلف کرنے والے پر تاوان لازم ہونا اور اس کی کھال کا جانماز بنانا اور ڈول بنانا جائز ہے۔ اور اگر کتا کنویں میں سے زندہ نکالا گیا اور اس کا منہ پانی میں نہ لگا تو کوئیں کا پانی ناپاک نہ ہوگا اور نہ کپڑا ناپاک ہوگا بھیگے کتے کی چھینٹوں سے اور نہ اس کے کاٹنے سے جب تک کہ اس کی رال کا لگنا بدن پر معلوم نہ ہو یعنی اگر کنویں میں کتا منہ ڈالے گا یا کاٹنے

میں اس کی رال بدن پر لگے گی تو پانی اور بدن ناپاک ہوگا۔ اس واسطے کہ رال پیدا ہوتی ہے گوشت سے اور گوشت اس کا ناپاک ہے۔ امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا اختلاف نہیں کتے کے گوشت کے ناپاک ہونے میں اور اس کے بال کے پاک ہونے میں۔

بعضوں نے وہم کیا کہ جب کتا نجس العین نہ ہوا تو اس کا پس خوردہ کیوں کر ناپاک ہوگا۔ حالانکہ وہ بالاتفاق حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طہارت عین اس کے مستلزم نہیں کہ اس کا ہر جزو پاک ہو۔ پس خوردہ اس وجہ سے ناپاک ہے کہ اس کے ساتھ لعاب اس کا مختلط ہے اور لعاب پیدا ہوتا ہے گوشت سے اور گوشت ناپاک ہے دَم مسفوح کے اختلاط سے۔ (تنویر الابصار، درمختار، شامی)

جن جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے:

1: بلی کا جھوٹا مکروہ ہے بشرطیکہ اس نے چوہا کھانے کے فوراً بعد برتن میں منہ نہ ڈالا ہو یا پانی نہ پیا ہو۔

2: گھروں میں رہنے والے جانور جیسے سانپ چوہے اور چھپکلی وغیرہ۔

3: پھرنے والی مرغی کیونکہ وہ نجاست کریدتی رہتی ہے۔

4: نجاست کھانے والے حلال جانوروں کا

5: ان پرندوں کا جن کا گوشت حرام ہے مثلاً کوا، چیل، باز وغیرہ۔

(اور یہ کراہت بھی امیروں کیلئے ہے نہ کہ غریبوں کیلئے) (عالمگیری، درمختار)

جانوروں کا پسینہ بھی ان کے جھوٹے کے حکم میں ہے یعنی جس جانور کا جھوٹا پاک ہے اس کا پسینہ بھی پاک ہے اور جن جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے ان کا پسینہ بھی ناپاک ہے اور جن جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے ان کا پسینہ بھی مکروہ ہے۔

(تنویر الابصار، درمختار)

باب تیمم

لُغت میں تیمّم کے معنی قصد واراده کے ہیں اور شرع میں پاک مٹی کو پاکی کے قصدواراده سے استعمال کرنے کو کہتے ہیں۔ (تنویرالابصار، کنزالدقائق، شامی)

شرائط تیمم : (۱) اسلام کا ہونا۔

(۲) نیت کرنا (تیمّم کرنے والا اگر طہارت یا نماز کے مباح ہونے کی نیت کرے تو کافی ہوگا۔ ازالہ حدث یا ازالہ جنابت کی نیت کرنا ضروری نہیں اور یہی صحیح مذہب ہے اور نماز کے سوا سلام وجواب سلام کے واسطے فقط تیمّم کی نیت کافی ہے۔ (ہدایہ، درمختار)

۳) مسح کرنا۔ (۴) تین یا زیادہ انگلیوں سے مسح کرنا۔

۵) مٹی یا جنس مٹی کا ہونا یعنی جو نہ جل سکیں اور نہ پگھل سکیں۔

۶) مٹی یا جنس مٹی کا پاک ہونا۔

۷) عُذر کا ہونا یعنی پانی کا نہ ہونا حکماً (یعنی بیماری یا خوف یا بیماری بڑھ جانے کا خوف ہونا) یا حقیقتاً (یعنی پانی کا ایک میل کے اندر نہ ہونا خواہ مسافر ہو یا مقیم، شہر کے اندر ہو یا باہر ہو)

ایک میل شرعی تقریباً ایک میل ایک فرلانگ اور بیس گز کا ہوتا ہے۔

(درمختار، شامی، عالمگیری، کنزالدقائق)

فرائض تیمم : تیمّم میں فرض دو رکن ہیں۔

اوّل رکن دو ضرب ہیں۔ پہلی ضرب مٹی پر ہاتھ مار کر منہ پر مسح کرے اور دوسری ضرب مٹی پر ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرے۔

دوسرا رکن استیعاب ہے یعنی ایسے طور پر منہ اور ہاتھوں کا مسح کرے کہ کوئی

مقام مسح سے خالی نہ رہے کیونکہ تیمم وضو کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اسی اصول کی بنا پر فقہاء فرماتے ہیں کہ تیمم میں ہاتھوں کی انگلیوں کا خلال بھی کرے بلکہ انگوٹھی بھی اتار دے تاکہ مسح کما حقہ، پورے طور پر انجام دیا جاسکے۔

(منہ اور ہاتھوں کا مسح اس طرح کرنا کہ بال برابر جگہ بھی خالی نہ رہے) (ہدایہ، درمختار)

جس شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوں اور اس کے چہرہ پر زخم ہو تو وہ شخص بغیر وضو اور بغیر تیمم کے نماز پڑھے اور نماز کا اعادہ نہ کرے۔ صحیح تر قول میں یعنی چہرہ درست ہونے کے بعد اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔ (درمختار، شامی)

سنن تیمم : ۱) بسم اللہ شریف پڑھنا۔

۲) دونوں ہتھیلیوں کو اندر کی طرف سے مٹی پر مارنا

۳) ہتھیلیوں کو مٹی پر رکھ کر آگے کو کھینچنا۔

۴) ہتھیلیوں کو پیچھے کو کھینچنا (۵) ہاتھوں کا جھاڑنا۔

۶) مٹی پر ہاتھ رکھنے کے وقت انگلیوں کا کشادہ رکھنا۔

۷) ترتیب یعنی اوّل چہرہ پھر داہنے اور پھر بائیں ہاتھ کا مسح کرنا۔

۸) پے در پے بلا توقف تیمم کرنا۔ (درمختار، شامی)

جن اشیاء سے تیمم کرنا جائز ہے:

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی رائے میں ہر اس چیز سے تیمم جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو اگرچہ اس پر گرد و غبار نہ ہو۔ زمین کی جنس سے مراد وہ چیز ہے جو نہ آگ سے پگھلے اور نہ ہی جل کر راکھ ہو جائے جیسے مٹی، ریت، سنگریزے، چونا، سرمہ، ہڑتال، پتھر، اینٹ، گندھک، یاقوت، زبرجد، عقیق، فیروزہ، گچ، نمک سیندھا وغیرہ۔

اورامام شافعی کے نزدیک صرف اُگانے (کی صلاحیت رکھنے) والی مٹی سے درست ہے

امام اعظم کے نزدیک زمین پر غبار کا ہونا شرط نہیں۔اسی طرح پتھر کی راکھ سے تیمم جائز ہے جیسے کٹے پتھر یا دھوئے ہوئے صاف پتھر سے یعنی اگر چہ اس پر گرد وغبار نہ ہو۔

کہگل کی ہوئی یا گچ لگائی ہوئی دیوار سے اور مٹی کے برتنوں سے جو روغنی نہ ہوں۔اور گیلی مٹی سے جو پانی سے مغلوب نہ ہو یعنی اس میں پانی زیادہ نہ ہو تیمّم جائز ہے۔(گیلی مٹی سے تیمّم خلاف اولیٰ ہے اگر بوقت ضرورت کرے گا تو جائز ہے)

(تنویر الابصار ، درمختار ، هدایه ، کنزالدقائق ، عالمگیری ، شامی)

جن اشیاء سے تیمّم کرنا جائز نہیں:

۱) موتی سے اگر پسا ہوا ہو کیونکہ اس کی پیدائش سمندر کے جانور سے ہے۔

۲) مونگے (مرجان) سے کہ وہ روئیدگی کے مشابہ ہے اور ان درختوں میں سے جو سمندر کی تہہ میں اگتے ہیں۔

۳) چاندی و کانچ یعنی شیشہ سے کہ وہ آگ سے پگھل جاتے ہیں۔

۴) درختوں سے کہ وہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔

۵) چینی کے برتنوں سے کہ ان پر شیشہ کا روغن ہوتا ہے۔ (درمختار، شامی)

جن اشخاص کو تیمّم کرنا جائز ہے:

۱) جو شخص سفر میں ہو اور پانی اسے میسر نہ ہوں، شہر سے باہر ہو لیکن پانی اس سے ایک میل یا اس سے زائد فاصلہ پر ہو تو ایسا شخص پاک مٹی سے تیمّم کر سکتا ہے۔ (میل کا فاصلہ جانب توجہ میں یعنی جس طرف وہ جا رہا ہے دو میل کا اور دائیں بائیں ایک میل کا معتبر ہے)۔

حدیث شریف میں ہے۔ مسلمان کے لئے مٹی پاکیزگی کا ذریعہ ہے خواہ اسے دس سال تک پانی نہ ملے۔

(درمختار، ہدایہ، شامی)

۲) جنبی شخص کو اگر یہ اندیشہ ہو کہ پانی سے غسل کرنے سے اس کی جان جاتی رہے گی یا اس پر بیماری کا حملہ ہو جائے گا یا بیماری بڑھ جائے گی اگرچہ جنبی شخص شہر میں ہو تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ تیمّم کر سکتا ہے کیونکہ جب ضرر اور نقصان کا واقعی اندیشہ ہو تو اس کا لحاظ بھی ضرور کیا جائے گا اور صاحبین کو اس میں اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ شہر میں اس قسم کی کیفیت شاذ و نادر ہی وقوع پذیر ہوتی ہے لہٰذا تیمّم کرنا جائز نہ ہوگا۔ (جنبی کی قید اس واسطے ہے کہ سردی کے خوف سے وضو کو چھوڑ کر تیمّم کرنا جائز نہیں صحیح تر قول میں۔ مصفّٰی میں اس پر اجماع نقل کیا ہے اس واسطے کہ یہ تو فقط وہم ہے کیونکہ وضو میں ہلاکی یا تندرست کی بیماری نہیں ہوتی عادت میں۔ اور امام شافعی صرف ہلاکت نفس یا تلف عضو کا اعتبار کرتے ہیں۔

(ہدایہ، درمختار)

۳) درندے یا دشمن یا پیاس یا آبرو جان کا خائف شخص بھی حکماً عاجز ہے عام ہے خوف آدمی سے ہو یا غیر آدمی سے تیمّم کر سکتا ہے۔ (اگر جنگل میں تالاب ہو مگر جنگلی درندوں کا خوف ہو یا پانی تو میل سے کم فاصلے پر ہو لیکن دشمن کے علاقے میں ہو یا اس کے اپنے پاس پانی کی چھاگل ہو مگر خوف ہو کہ اگر اسے وضو میں استعمال کر لیا تو پینے کے لئے پانی میسر نہ ہوگا تو ایسا شخص بھی حکماً عاجز شمار ہوگا)

(درمختار، ھدایہ، شرح وقایہ، عالمگیری، شامی)

۴) نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کے ڈر سے یعنی جب جنازہ سامنے آجائے اور ولی کوئی اور ہو اور اندیشہ ہو کہ اگر وضو میں مصروف رہا تو نماز جنازہ جاتی رہے گی تو تندرست آدمی بھی شہر میں رہتے ہوئے تیمّم کر سکتا ہے۔ چونکہ جنازہ کی نماز قضا نہیں پڑھی جاتی اسلئے عجز متحقق ہے۔ اگر بعض تکبیرات میں شامل ہو سکتا ہے وضو کرنے کے بعد

تو تیمم جائز نہ ہوگا۔اس واسطے کہ باقی تکبیرات تنہا ادا کرنا اس کو ممکن ہوگا۔(ہدایہ ،درمختار)

۵) اور جائز ہے تیمم نماز عید کے فوت ہو جانے کے ڈر سے بسبب فراغت کرنے امام کے یا ڈھلنے آفتاب کے اور یہ حکم ہے کل نماز عید کے فوت ہو جانے کا۔ اگر مقتدی وضو کر کے شریک ہو بعض نماز عید میں تو تیمم جائز نہیں۔اس واسطے کہ جواز تیمم کا مدار اس صورت میں ہے خوف فوت ہونے کا بلا عوض یعنی جو نماز فوت ہوتی ہو اور اس کا بدلہ نہ ہو سکتا ہو قضا کرنے سے تو اس کے فوت ہو جانے کے ڈر سے تیمم جائز ہے۔اور جو نماز کہ خلیفہ چھوڑ کر فوت ہوتی ہو جیسے نماز پنجگانہ کہ جس کا بدلہ قضا ہے اور نماز جمعہ جس کا بدلہ نماز ظہر ہے ان میں تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ ،درمختار)

٦) اگر اتنا پانی ہو کہ فقط وضو یا فقط ازالہ نجاست کو جو کپڑے میں مانع نماز ہے کفایت کرتا ہے تو اس سے کپڑا دھوئے اور وضو کے عوض تیمم کرے سب کے نزدیک اگر وضو کر کے نجس کپڑے سے نماز پڑھے گا تو نماز ادا ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا۔

(درمختار ، شامی)

۷) ایک شخص نے بوجہ پانی نہ ہونے کے تیمم کیا اور بعد تیمم اس کو پانی مل گیا اسی وقت کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا کہ غسل یا وضو نہیں کر سکتا تو وہ تیمم جو بحالت پانی نہ ہونے کی وجہ سے کیا تھا باطل ہو گیا۔اسلئے کہ رخصت کے اسباب کا متغیر ہونا پہلے رخصت کے شمار اور کفایت کرنے کو مانع ہے۔اب دوسرا تیمم دوسرے سبب سے کریگا۔

(درمختار)

۸) جائز ہے تیمم سورج گرہن اور چاند گرہن کی نمازوں کے واسطے اور مؤکدہ سنتوں کے واسطے اگرچہ ہو فجر کی سنت،ڈر ہو فقط اس کے فوت ہونے سے بغیر فرض کے۔اسی طرح سونے کے واسطے تیمم کرنا جائز ہے۔ (درمختار)

۹) جائز ہے تیمم باوجود پانی ہونے کے اس عمل کے واسطے جس کے لئے

طہارت شرط نہیں جیسے سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے اور مسجد میں داخل ہونے اور مسجد میں سونے کے لئے۔ اگر کسی شخص کو مسجد میں احتلام ہو جائے تو اگر مسجد سے جلد نکلا تو اس کو تیمّم کرنا مستحب ہے۔ اگر مسجد میں ٹھہرا خوف کے سبب سے جان کا خوف ہو یا مال کا تو تیمّم کرنا اس کے واسطے واجب ہے لیکن اس تیمّم سے نہ نماز پڑھے اور نہ قرآن مجید۔ اس واسطے کہ مسجد میں ٹھہرنا عبادت مقصودہ نہیں اور اباحت نماز کے واسطے وہ تیمّم شرط ہے جو عبادت مقصودہ کے واسطے کیا ہو۔ (درمختار، شامی)

۱۰) جب تک تیمّم کرنے والے کو پانی کے قریب ہونے کا ظن غالب نہ ہو اس پر پانی کی تلاش ضروری نہیں۔ اگر اس کا ظن غالب ہو کہ پانی موجود ہے تو جب تک تلاش نہ کرے تیمّم کرنا اس کیلئے جائز نہ ہوگا۔ اسی طرح ساتھیوں سے مانگے بغیر تیمّم کریگا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیمّم جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ (ھدایہ)

۱۱) تیمّم میں حدث اور جنابت یکساں حیثیت رکھتے ہیں یعنی جس طرح وضو کے بجائے تیمّم جائز ہے اسی طرح غسل کے لئے بھی تیمّم کافی ہوگا۔ حیض و نفاس کا بھی یہی حکم ہے اور ایک تیمّم سے جس قدر چاہے فرائض و نوافل ادا کر سکتا ہے اور امام شافعی کے نزدیک ہر فرض کے لئے الگ تیمّم کرے۔ (ہدایہ)

۱۲) ہر وہ چیز جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس سے تیمّم بھی زائل ہو جاتا ہے اگر پانی کے استعمال کی قدرت ہو تو اس کو دیکھ لینے سے بھی تیمّم برخواست ہو جاتا ہے۔ اور یہی مٹی کے پاک کرنے کی غایت ہے۔ اگر پانی موجود ہو مگر استعمال پر قدرت نہ ہو تو مٹی کی طہوریت باقی رہے گی اور تیمّم برقرار رہے گا۔ مٹی کی طہوریت دو باتوں سے ختم ہوگی۔ پانی کا پایا جانا اور پانی کے استعمال پر قدرت حاصل ہونا۔ (ہدایہ)

تیمّم کرنے کا طریقہ:

تیمم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے تیمم کرتا ہوں اس کے بعد دونوں ہاتھ مٹی کے بڑے ڈھیلے پر مار کر انہیں جھاڑ دے۔ زیادہ مٹی لگ جائے تو منہ سے پھونک مار کر اڑا دے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو منہ پر اس طرح پھیرے کہ کوئی جگہ خالی نہ رہے (وضو کرنے کے لئے جتنا حصہ منہ کا دھونا ضروری ہے اتنے تمام حصہ پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے) اگر ایک بال برابر بھی جگہ چھوٹ جائے گی تو تیمّم صحیح نہ ہوگا۔

پھر دوسری بار مٹی پر ہاتھ مار کر انہیں جھاڑ دے اور حسب سابق اگر زیادہ مٹی لگ جائے تو پھونک مار کر اڑا دے۔ پھر بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو مع کچھ ہتھیلی کے دائیں کی پشت کے اوپر رکھ کر انگلیوں کے سرے سے کہنیوں تک کھینچے۔ اس کے بعد شہادت انگلی اور انگوٹھے اور باقی ہتھیلی سے اندرونی ہاتھ کا مسح کرے انگلیوں کے سرے تک اور اسی طرح داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو مع کچھ ہتھیلی کے بائیں ہاتھ کی پشت کے اوپر رکھ کر انگلیوں کے سرے سے کہنیوں تک کھینچے۔ اس کے بعد دائیں ہاتھ کی شہادت انگلی اور انگوٹھے اور باقی ہتھیلی سے اندرونی ہاتھ کا مسح کرے انگلیوں کے سرے تک۔ .... پھر انگلیوں کا خلال کرے اور اگر انگوٹھی پہنے ہو تو اسے اتارنا یا ہلانا ضروری ہے۔ داڑھی کا خلال کرنا بھی سنت ہے۔ (شرح وقایہ، درمختار)

باب حیض ونفاس واستحاضہ

جوخون عورتوں کو بلاولادت رحم کے اندر سے آتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں۔
اس کی رنگت سُرخ، سیاہ، زرد، سبز مکدر اور خاکستری ہوتی ہے۔(عالمگیری)

خون حیض تین رات دن سے کم اور دس رات دن سے زیادہ نہیں ہوتا اگر اس مدت سے کم یا زیادہ ہو تو وہ خون حیض کا نہیں ہے اس کو استحاضہ کہیں گے اور یہ زمانہ تین رات دن کا یا دس رات دن کا ساعت فلکی سے شمار ہوگا نہ کہ ساعت لغوی وزمانی سے، مثلاً ایک عورت کو پہلی بار صبح چھ بجے خون آیا اور چوتھے دن پونے چھ بجے منقطع ہوا۔ پھر اس کے بعد اکثر مدت کی میعاد تک جو کہ دس رات دن رکھی گئی ہے جس کے ۲۴۰ گھنٹے ہوتے ہیں، کسی دن خون نہیں دیکھا تو اب بوجہ اس پاؤ گھنٹہ کی کمی کے یہ خون حیض کا شمار نہ ہوگا۔ کیونکہ میعاد مقرر سے پاؤ گھنٹہ کی کمی واقع ہوئی ہے۔ اگر چھ بجے خون منقطع ہوتا یا چھ سے تجاوز کرتا اس وقت حیض ہوتا۔ اب استحاضہ ہے۔ اسی طرح پاؤ گھنٹہ کی زیادتی خون میں ہوجائے گی تو بھی حیض شمار نہ ہوگا۔ مثلاً ایک عورت کو صبح چھ بجے حیض شروع ہوا اور گیارھویں دن سوا چھ بجے منقطع ہوا تو اس پاؤ گھنٹہ کی زیادتی حیض نہیں ہے۔ چھ بجے تک حیض ہے اور پاؤ گھنٹہ استحاضہ ہے۔ یہ مثال تو مبتداۃ کی ہے عادت والی اپنی عادت پر جتنے دن زیادہ خون دیکھے وہ سب استحاضہ ہے۔
(شامی، درمختار)

استحاضہ بیماری کا نام ہے اس میں خون رحم سے نہیں آتا بلکہ کوئی رگ جو متعلق فرج داخلی سے پھٹ جاتی ہے اس میں جماع ونماز وغیرہ سب درست ہے۔ مگر مستحاضہ ہر نماز کے لئے نیا وضو کرے معذور کی مانند۔ (درمختار)

شریعت میں عورت کے پاک رہنے کی میعاد کم از کم پندرہ دن ہے اور ایک ماہ میں دو حیض بھی ممکن ہیں۔ زیادہ طہر کی کوئی حد نہیں تمام عمر کو بھی گھیر سکتا ہے۔ (درمختار)

اگر صغیرہ پہلے نو برس سے اور حاملہ پہلے جننے سے اور بڑھیا پچپن یا ساٹھ سال والی خون دیکھے تو وہ خون حیض کا نہیں بلکہ استحاضہ کا ہے۔ خون حیض اور خون استحاضہ میں شناخت یہ ہے کہ خون حیض میں بدبو ہوتی ہے اور خون استحاضہ میں بدبو نہیں ہوتی

(درمختار، طحطاوی)

ایک عورت کو پہلی بار دو دن خون آ کر بند ہو گیا اور پھر چھٹے دن خون آیا تین دن پاک رہی تو یہ عورت چھ دن حیض میں ہی شمار ہوگی۔ اس تین دن کی درمیانی پاکی کا کوئی اعتبار نہیں، "جو پاکی کہ دو خونوں کے دس دن کے اندر ہوتی ہے ایسا طہر متخلل بین الدمین سب حیض میں ہی داخل ہے خواہ یہ طہر عادت والی کو ہو یا غیر عادت والی کو"

(درمختار)

ایک عورت عادت والی کو عادت کے خلاف خون آیا، مثلاً پانچ دن کی عادت تھی ایک دفعہ چھ دن آ گیا، یا سات دن کی عادت تھی ایک دفعہ آٹھ یا نو دس دن تک آیا تو اس عورت کی عادت بدلی ہے۔ دس دن کے اندر جتنے دن عادت سے زیادہ ہیں وہ ایام حیض میں ہی داخل ہیں۔ اگر گیارہ دن خون آئے تو جتنے دن عادت سے زیادہ ہیں وہ استحاضہ میں شمار ہوں گے۔ مثلاً ایک عورت کو عادت چار دن کے حیض کی تھی، اور ایک دفعہ اس کو گیارہ دن خون آیا، گویا سات دن عادت سے زیادہ ہوئے۔ تو یہ عورت اسی عادت کے موافق چار دن تو حیض میں شمار ہوگی اور سات دن کا خون استحاضہ شمار ہوگا۔ "اکثر مدت یعنی دس دن سے جہاں خون متجاوز ہوا تو اب عادت کے ایام منہا کر کے زائد ایام پر استحاضہ کا حکم ہو جائے گا۔ ان استحاضہ کے ایام میں نماز، روزہ ادا کرے گی۔" (شامی، عالمگیری)

غیر عادت والی مبتداۃ اگر پہلی مرتبہ گیارہ دن تک خون پائے تو دس دن تک حائضہ شمار ہوگی اور دس دن سے زیادہ جس قدر ایام ہوں وہ سب استحاضہ ہیں۔ (درمختار)

مستحاضہ عورت کو جس عرصہ سے خون برابر جاری ہے۔ اگر وہ حیض کے دنوں کو بھول جائے تو خوب اٹکل دوڑائے اور خوب سوچے اور ظن غالب پر عمل کرے یعنی جن دنوں کو طہر خیال کرے ان میں نماز، روزہ ادا کرے اور جن دنوں کو حیض سمجھے ان میں نماز، روزہ کو ترک کرے۔ (شامی)

جو عورت کہ اکثر مدت یعنی دس دن کے پاک ہوئی تو اس سے قبل از غسل بھی صحبت کرنا حلال ہے۔ پہلی مرتبہ والی ہو یا دس دن کی عادت والی، مگر مستحب یہ ہے کہ ایسی عورت سے بھی جب تک غسل نہ کرلے صحبت نہ کرے، اور جو عورت ایسی ہو جس کا خون دس دن سے کم بند ہو جائے تو وہ جب تک غسل نہ کرلے یا اس پر آخر وقت نماز کا اس قدر نہ گذرے کہ جو غسل اور تحریمہ کو کافی ہو اس وقت تک اس سے صحبت کرنی جائز نہیں ہے۔ اور یہ حکم نفاس کا بھی ہے۔ (درمختار، عالمگیری)

جس عورت کا خون عادت سے کم میعاد میں منقطع ہوا ہو مثلاً ایک عورت کی عادت چار دن کے حیض کی تھی اور اب کی دفعہ خون حیض تیسرے دن منقطع ہوا تو اب اس عورت پر غسل میں تاخیر کرنا واجب ہے جب تک کہ نماز کا وقت مکروہ نہ ہو جائے۔

(شرح وقایہ)

اگر کسی عورت نے پاکی کی حالت میں نفل یا نفل روزہ شروع کیا اور نماز روزہ کے اندر حائضہ ہوگئی تو دونوں کی قضا لازم آئے گی۔ اگر نماز یا روزہ فرض ہے تو صرف روزہ کی قضا ہے نماز کی قضا نہیں ہے۔ کیونکہ نفل شروع کرنے کے بعد (اس کو پورا کرنا) واجب ہو جاتا ہے اب اس نفل کا ادا کرنا بعد انقطاع حیض واجب ہوگیا۔ کیونکہ اس نے اپنے ذمہ واجب کرلیا ہے اور واجب مقرر کردہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے...... واجب تو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا اور جو خود خریدا ہے وہ معاف نہیں کیا گیا۔

(درمختار، شامی)

حیض ونفاس والی عورت پر یہ باتیں حرام ہیں۔نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، طواف کعبہ کا کرنا، جماع کرنا، قرآن مجید پڑھنا اور چھونا (چھونا اگر اس غلاف سے ہے جو جلد کے ساتھ ہے اور جو قرآن مجید سے علیحدہ ہے تب درست ہے اور یہی حکم جنابت والی اور بے وضو پر بھی ہے۔مگر بچے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں)۔ایسی عورت تسبیح وتہلیل، درود واستغفار اور کھانے کے وقت بسم اللہ شریف پڑھ سکتی ہے۔بلکہ مستحب تو یہ ہے کہ جب نماز کا وقت ہو جائے تو وضو کرے اور گھر میں نماز کی جگہ پر آبیٹھے اور جتنی دیر میں نماز ادا کرتی تھی اتنی دیر تسبیح وتہلیل پڑھتی رہے۔ (عالمگیری، درمختار)

اگر کوئی حائضہ عورت سے مباشرت کرے تو استغفار کرے اور امیر صدقہ بھی دے۔صدقہ کی صورت یہ ہے کہ مباشرت اگر ایسی حالت میں کی ہے کہ جب کہ سُرخ رنگ کا خون آرہا ہے تو ساڑھے چار ماشہ سونا یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔اگر خون کی زردی کی حالت میں مباشرت کی ہے تو سوا دو ماشہ سونا یا اس کی قیمت صدقہ کرے۔ اور یہ حکم صرف مردوں کے لئے ہے اور عورت کے لئے نہیں ہے۔(درمختار، شامی)

نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کے رحم سے آتا ہے اس کی میعاد کی کمی کی تو کوئی حد نہیں مگر زیادہ کی حد چالیس دن تک متعین ہے اس سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ (درمختار، شامی)

وہ نفاس والی جس نے پہلی مرتبہ بچہ جنا اور اس کو پچاس دن خون آیا تو چالیس دن نفاس کے شمار ہوں گے اور چالیس دن سے زیادہ وہ مستحاضہ ہوگی۔یا عادت والی کو جس کے عادت بیس دن نفاس کی ہے ایک دفعہ پچاس دن خون دیکھا تو بیس دن عادت کے موافق زچگی میں شمار ہوں گے اور تیس دن باقی کے استحاضہ میں شمار ہوں گے۔اور اسی طرح دنوں کی کمی یا زیادتی جماع اور غسل کے اوقات میں سب احکام نفاس کے مثل احکام حیض کی طرح ہیں۔ (درمختار)

اگر کسی عورت کا بچہ پیٹ چاک کر نکالا گیا ہو تو خون اگر رحم سے جاری ہوا تب تو نفاس والی ہے ورنہ زخم والی ٹھہرے گی اور نماز روزہ سب ادا کرے گی۔ (درمختار)

اگر کسی حاملہ کے نصف سے کم بچہ نکل کر رہ گیا اور نماز کا وقت قریب الاختتام ہے تو اس وقت بھی نماز اشارہ سے ادا کرے کیونکہ یہ عورت اس وقت نفاس والی نہیں ہے اور جب تک نفاس ثابت نہ ہو نماز معاف نہیں ہوسکتی۔ ہاں اگر بچہ نصف سے زیادہ نکل آئے اور خون بھی جاری ہو جائے تو اب نماز معاف ہے اور یہ عورت نفاس والی شمار ہوگی۔ (درمختار)

جوڑواں بچوں کی ماں کا نفاس اوّل بچہ کی ولادت کا معتبر ہے اور عدّت کے لئے دوسرے بچہ کی ولادت معتبر ہے کیونکہ انفتاحِ رحم ولد اوّل سے شروع ہوگا تو اب اس کے بعد کا خون چالیس دن تک کا نفاس ہے اور عدّت کیلئے انخلاءِ رحم ضروری ہے اور انخلاءِ رحم دوسرے مولود کے بعد ثابت ہوگا اس لئے عدّت کے انقضاء میں ولد ثانی کی ولادت معتبر ہے۔ (درمختار)

چھ ماہ سے کم کے جوڑواں ہوسکتے ہیں اگر چھ ماہ یا زیادہ کا فاصلہ درمیان دو بچوں کے ہو تو وہ دو حمل اور دو نفاس قرار دیئے جائیں گے۔ (عالمگیری، درمختار)

اسقاط والی کے لئے جب کہ اسقاط ایسی حالت میں ہوا جب ظہور اعضاء ہو چکا تھا جو کہ ایک سو بیس دن ہوتے ہیں تو اس کے بعد خون کے لئے نفاس کا حکم ہوگا۔ اور اگر ظہور اعضاء سے پہلے اسقاط ہوا تو خون حیض کا ہے۔ بشرطیکہ پندرہ دن طہر کے گذرنے کے بعد تین ہی دن خون جاری رہا ہو۔ اور اگر تین دن خون جاری نہیں رہا یا تین دن تو جاری رہا مگر پندرہ دن کا طہر پہلے نہیں گذرا تو اب یہ استحاضہ ہے۔ (درمختار)

باب انجاس

انجاس نجس کی جمع ہے اور یہ خبث سے عام ہے جو حقیقی نجاست پر بولا جاتا ہے اور حدث سے بھی جو حکمی نجاست پر بولا جاتا ہے غرض کہ نجس نجاست حقیقی اور نجاست حکمی دونوں پر بولا جاتا ہے۔ (عینی، کنزالدقائق)

نجاست کی دو اقسام ہیں:۔ (۱) نجاست حکمیہ (۲) نجاست حقیقیہ

۱) نجاست حکمیہ:

نجاست حکمیہ وہ ہے جو نظر نہ آئے۔ صرف شارع کے حکم سے بدن پر ایسی ناپاکی کی طاری ہوتی ہے جس کا وجوب ازالہء عذر سے ساقط نہیں جیسے حدثِ اکبر یا حدثِ اصغر کہ بظاہر کوئی ناپاکی بدن سے لگی ہوئی معلوم نہیں ہوتی۔ اور پھر ایسی ناپاکی ہے کہ کسی عذر سے اس کے وجوب ازالہ کی معافی نہیں۔ چونکہ اس نجاست کے وجود کا تحقق محض حکماً ہے اسی واسطے اس کا نام نجاست حکمیہ رکھا گیا ہے۔

(درمختار، شامی، کبیری)

نجاست حکمیہ کا حکم : نجاست حکمی مطلق پانی سے دور ہوتی ہے نہ کہ مقید پانی سے مطلق پانی وہ ہے جس کے اندر بہنا اور پیاس کا دور کرنا اور نباتات کا اگانا اور بے رنگ ہونا پایا جائے جو کہ اس کی پیدائشی صفتیں ہیں جیسے کہ مینہ کا پانی، ندیوں اور کنوؤں کا پانی اور چھوٹے بڑے چشموں کا پانی وغیرہ اور مقید پانی وہ ہے جو بغیر قید کے نہ بولا جائے۔ مثلاً تربوز کا پانی، باقلا کا پانی اور عرقیات وغیرہ ایسے پانیوں سے نجاست حقیقی دور ہو جاتی ہے نہ کہ نجاست حکمی۔ (شامی، درمختار، کبیری)

۲) نجاست حقیقیہ:

نجاست حقیقیہ کی دو اقسام ہیں:۔ (۱) نجاست غلیظہ (۲) نجاست خفیفہ

۱) نجاست غلیظہ: جو چیزیں کہ آدمی کے بدن سے نکلتی ہیں کہ جن سے وضو یا غسل واجب ہو جاتا ہے سوائے ریح کے جیسے پاخانہ، پیشاب، منی، مذی، ودی، خون حیض، خون استحاضہ، خون نفاس، کچ لہو، پیپ، خون جاری، منہ بھر کے قے (بچہ کی قے کا بھی یہی حکم ہے)۔ (درمختار)

ان کے علاوہ شراب، پاخانہ و پیشاب ان چوپایہ جانوروں کا جن کا گوشت حرام ہے خواہ درندے ہوں مثل شیر و بلی کے یا درندے نہ ہوں مثل گدھے وغیرہ کے اور پاخانہ بطخ و مرغی کا اور سانپ اور جونک کا اور گوبر گائے، بھینس کا اور مینگنی اونٹ و بکری کی، اور ہر حلال چوپایہ جانور کا پاخانہ اور غیر ماکول اللحم (جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا) پرند جانوروں کا پیشاب سوائے چمگادڑ کے اور مردار یہ سب نجاست غلیظہ ہیں۔

(درمختار)

پرندوں کی پیخال (بیٹ) کے نجاست غلیظہ و خفیفہ ہونے کا اصول یہ ہے کہ جو پرندے ہوا میں نہیں اڑتے جیسے بطخ و مرغی تو ان کی بیٹ نجاست غلیظہ ہے۔ اور جو پرندہ ہوا میں اڑتا ہے اگر وہ حلال ہے جیسے کبوتر، کنجشک (چڑیا) وغیرہ تو ان کی بیٹ پاک ہے۔ اگر پرندہ حرام ہے جیسے چیل، کوا، باز وغیرہ تو اس کی بیٹ ناپاک، نجاست خفیفہ ہے۔ لیکن ان کی بیٹ سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا عموم بلویٰ کی جہت سے یعنی اس سے بچنا مشکل ہے۔ اور پیخال غیر ماکول اللحم چڑیوں کی خفیف نجس ہے۔ خواہ وہ چڑیاں درندہ ہوں مثل جرہ باز کے یا درندہ نہ ہوں۔ (عالمگیری، درمختار، شامی)

نجاست غلیظہ کا حکم: نجاست غلیظہ اگر پتلی ہے تو ہتھیلی کے گڑھے یا روپے سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے اگر ہتھیلی کے گڑھے یا روپے کے برابر ہے تو اس کا دھونا واجب ہے۔ اور اگر ہتھیلی کے گڑھے یا روپے سے زیادہ ہے تو اس کا دھونا فرض ہے۔ اسی طرح نجاست غلیظہ اگر گاڑھی ہے تو ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو تو اس کا دھونا سنت ہے اگر ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہو تو اس کا دھونا واجب ہے اور اگر ساڑھے چار ماشہ سے زیادہ ہو تو اس کا دھونا فرض ہے۔ (درمختار، مراقی الفلاح، شامی)

۲) نجاست خفیفہ: خچر و گدھے کا لعاب، مچھلی کا خون اور ماکول اللحم (جن کا گوشت کھایا جاتا ہے) جانوروں کا پیشاب جیسے اونٹ بکری، تو ان کا پیشاب نجس ہے یہ نجاست خفیفہ محمد بن حسن کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہے اور دوا کے واسطے مطلقاً جائز ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک دوا کے واسطے اجازت ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ماکول اللحم جانور کا پیشاب ہرگز نہ پیا جائے۔ نہ دوا کے واسطے اور نہ دوا کے سوا۔ (درمختار، شامی)

حرام چیز سے دوا کرنے میں علماء کا اختلاف ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ درست نہیں ہے۔ چنانچہ بحرالرائق کی کتاب الرّضاع میں ہے کہ حرام چیز سے دوا کرنے کی رخصت دی جاتی ہے۔ جب کہ معلوم ہو کہ حرام میں شفا ہے اور کوئی دوسری دوا معلوم نہ ہو جیسے نہایت پیاسے کو شراب پینے کی رخصت دی گئی ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔

خانیہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے شفا نہیں ٹھہرائی اس چیز میں جو تم پر حرام کی۔ یہ حضور ﷺ نے ان چیزوں کے حق میں فرمایا جن میں شفا ہے۔ ان کے دوا کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ پیاسے کو

شراب پینا حلال ہے ضرورت کے سبب سے ۔ اور اسی قول کو اختیار کیا ہے صاحب ہدایہ نے تجنیس میں اس واسطے کہ حرمت ساقط ہے شفا حاصل ہونے کے وقت۔

نہایہ میں حرام چیز سے علاج کرنے کو جائز کہا ہے بشرطیکہ مسلمان طبیب نے اس کی خبر دی ہو کہ اسی حرام چیز سے شفا ہے اور کوئی مباح چیز اس کے قائم مقام نہیں پائی ۔ بزازیہ میں ہے کہ اس حدیث شریف کا کہ یعنی ''مقرر اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا حق نہیں کی اس چیز میں جو تم پر حرام کی ۔'' مطلب نفی حرمت ہے شفا معلوم ہونے کے وقت یعنی جب یقیناً بلا تردد معلوم ہو جائے کہ اسی حرام چیز میں شفا ہے تو اب اس کی حرمت باقی نہ رہی ۔ دلالت کرتا ہے اس مطلب پر لقمہ اتارنے کا جواز شراب سے اور شراب پینے کا جواز دافع تشنگی سے یعنی اگر لقمہ حلق میں اٹک گیا کسی طرح نہیں اترتا اور پانی نہیں ملتا تو اس وقت شراب پینا بقدر لقمہ اتارنے کے درست ہے اور اسی طرح عطش شدید (سخت پیاس) میں شراب پی لینا بقدر دفع عطش مہلک کے درست ہے۔ حالانکہ شراب نجس اور حرام ہے ۔ تو معلوم ہو گیا کہ اس وقت اس کی حرمت باقی نہ رہی ۔ اور حاوی قدسی میں ہے کہ جب آدمی کی ناک سے خون رواں ہو اور بند نہ ہوتا ہو یہاں تک کہ اس کے مر جانے کا خوف ہو اور امتحان سے یہ بات معلوم ہو کہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص اس خون سے اس کے ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہو گا تو ایک قول میں رخصت نہیں ہے اور دوسرے قول میں رخصت ہے جیسے شرب خمر کی رخصت ہے پیاسے کو اور مردار کھانے کی نہایت گرسنگی میں اور یہی فتویٰ ہے۔ (درمختار، شامی)

اگر بکری کنویں میں پیشاب کر دے تو شیخین کی رائے میں سارا پانی نکالا جائے ۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ جب تک پانی پر پیشاب غالب نہ آجائے تو سارا پانی نکالنے کی ضرورت نہیں (پیشاب غالب آجانے کی صورت میں پانی طاہر تو ہوتا ہے مگر

طہور نہیں رہتا۔ (ہدایہ)

اس اختلاف کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ امام محمد کے نزدیک جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پاک ہوتا ہے اور شیخین کے نزدیک نجس ہوتا ہے۔

امام محمد کی دلیل حضور ﷺ کا وہ ارشاد ہے جو آپ نے عرینہ قبیلے کے لوگوں سے فرمایا کہ ''اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیو''۔ اور شیخین حضور ﷺ کے اس قول سے کہ ''پیشاب سے احتراز کرو کیونکہ عموماً عذاب قبر اس سے ہوگا'' سے استدلال کرتے ہیں۔ اس ارشاد میں ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم جانوروں میں کوئی امتیاز نہیں۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب بھی بدبودار اور فاسد ہوتا ہے۔ اس لئے یہ غیر ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کی طرح ہوگا۔ اور امام محمد کی پیش کردہ روایت کا مطلب یہ ہے کہ اہل عرینہ ایک وبائی مرض میں مبتلا تھے۔ جس کا علاج حضور ﷺ نے بحکم وحی ارشاد فرمایا۔ ان کی شفا اسی میں تھی۔ لہٰذا یہ ایک مخصوص واقعہ تھا اس سے عام اصول اخذ نہیں کیا جا سکتا۔ اور پھر امام ابوحنیفہ کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ شفا حاصل ہونا یقینی نہیں اس لئے اس کی حرمت سے اعراض نہیں کیا جائے گا۔ اور امام ابو یوسف کی رائے میں اہل عرینہ کے واقعہ کے پیش نظر دوا کے طور پر پیشاب کا استعمال جائز ہے اور امام محمد کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب چونکہ پاک ہے اس لئے دوا وغیرہ کے طور پر اس کا استعمال کرنا جائز ہوگا۔ (ہدایہ)

مچھلی کے خون کے متعلق امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ یہ نجاست خفیفہ ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک مچھلی کے اندر کا سرخ پانی حقیقت میں خون نہیں ہوتا بلکہ ظاہر روایت میں پاک ہے کیونکہ خون والا جانور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مچھلی ذبح کئے بغیر حلال ہے، حالانکہ ذبح کرنا خون ہی نکالنے کیلئے مشروع کیا گیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں خون نہیں ہوتا

(عینی ، کنز الدقائق)

نجاست خفیفہ کا حکم : نجاست خفیفہ کم تر چوتھائی سے ہر کپڑے پر اور بدن پر معاف ہے۔ یہاں اس کپڑے کی چوتھائی مراد ہے جس میں کم از کم نماز ہو جاتی ہے مثلاً ایک تہہ بند ہو یا ایک چادر ہو۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس جگہ کی چوتھائی مراد ہے جہاں نجاست لگی ہے۔ جیسے دامن ہے یا آستین یا کلی وغیرہ۔ اور صحیح قول یہی ہے مثلاً انگرکھا یا بدن پر نجاست خفیفہ لگی ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ دامن میں لگی ہے یا آستین میں یا کلی میں۔ اگر دامن میں لگی ہے تو چوتھائی سے کم دامن کا اس آلودگی سے معاف ہے۔ (امام ابو یوسف کے نزدیک یہاں چوتھائی سے ایک بالشت لمبا اور ایک بالشت چوڑا کپڑا مراد ہے۔) (کنز الدقائق)

اسی طرح بدن پر لگے تو دیکھے کہ ہاتھ میں لگی ہے یا کمر میں یا پیٹ میں، اگر ہاتھ میں لگی ہے تو ہاتھ کا چوتھائی معاف ہے۔ ہر عضو کا علیحدہ علیحدہ کم چوتھائی سے دیکھا جائے گا۔ اور یہ حکم عضو کا کپڑے اور بدن کے واسطے ہے نہ کہ پانی کے واسطے کہ پانی اور ہر وہ بہنے والی چیز میں کوئی بھی مقدار معاف نہیں۔ اگر تھوڑی سی بھی نجاست گرے گی تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا۔ خواہ وہ نجاست غلیظہ ہو یا خفیفہ ہو۔ (شامی، عالمگیری)

نجاست حقیقہ کو دور کرنے کے طریقے:

۱) آب مطلق یا آب مقید کے دھونے سے

۲) رگڑنے سے، رگڑنا خواہ زمین پر ہو یا لکڑی یا ناخن یا پتھر سے، مثل جوتے اور چمڑے کے موزے کے جب کہ جسم دار نجاست لگے۔

۳)　پونچھنے سے مثل آئینہ اور روغنی برتنوں وغیرہ کے جن میں بعد پونچھنے کے اثر نجاست باقی نہ رہے۔

۴)　خشک ہونے سے مثل زمین کے، خشکی حرارت سے ہو یا ہوا سے۔

۵)　چھیلنے سے مثل لکڑی کو۔

۶)　ذات کے بدلنے سے مثل شراب کہ سرکہ ہو جائے یا گدھا نمک سار میں نمک بن جائے۔

۷)　آگ میں جلانے سے (اگر برتن مٹی یا پتھر کا ہو اور نجاست اس کے اجزاء میں گھس گئی ہو تو آگ میں جلانے سے بھی نجاست دور ہو جاتی ہے۔ اسی طرح گوبر اور لید کی راکھ سے طہارت کرنے کا فتویٰ ہے۔ بکری کی سری خون میں بھری ہوئی آگ میں جلا دی جائے تو وہ پاک ہے مٹی کے برتن جو نجس مٹی سے بنائے جائیں یا وہ اینٹیں جو نجس پانی سے بنائی جائیں اور پھر آگ میں پکائی جائیں سب پاک ہیں۔ (عالمگیری)

۸)　اکثر میں سے بعض کے نکال دینے سے جیسے کہ اناج کو بروقت جدا کرنے بھوسی کو جس کو گاہنا کہتے ہیں اس وقت بیل گوبر اور پیشاب کرتے ہیں اگر اس میں سے کچھ نکال دیا جائے تو سب اناج پاک ہو جائے گا۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

نجاست کے احکام

1:　جو نجاست کپڑوں میں نمودار نہیں اس کا محل تو دھونے والے کے گمان غالب میں ایک بار دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور وسواس والے کے لئے تین یا سات بار دھونا اور نچوڑنا مبالغہ کے ساتھ معتبر ہے۔ اگر خوب زور سے نہ نچوڑے گا تو پاک نہ ہوگا اور جو نجاست کہ نمودار ہو اس کا زوال عین واثر ہے خواہ دھونے سے ایک ہی بار کے ہو اور جس کا دھونا ممکن نہ ہو یا نچوڑا نہ جا سکے مثلاً بوریا، قالین وغیرہ تو اسے تین بار دھونے

سے اور ہر بار خشک کرنے سے پاک ہو جائے گا۔ اور خشک کرنا یہ ہے کہ قطرہ نہ بہے اور ٹپکنا موقوف ہو جائے۔ امام محمد کے نزدیک ایسی چیز کبھی پاک نہیں ہو سکتی۔

(شرح وقایہ، کنز الدقائق، درمختار)

2: کسی چیز میں ایسی بدبودار نجاست لگ جائے جس کی بدبو دھونے کے بعد بھی نہ جائے یا ناپاک تیل لگ جائے تو تین بار دھو ڈالنے کے بعد بھی بوئے نجاست یا تیل کی چکنائی کا رہنا مضر طہارت نہیں۔ ہاں اگر مردار جانور کی چکنائی ہے تو البتہ مضر طہارت ہے اس لئے کہ وہ عین نجس ہے۔ امام شافعی کے نزدیک اگر بدبودار نجاست یا ناپاک تیل لگ جائے تو ایک بار ہی دھونا کافی ہے۔ (درمختار، کنز الدقائق)

3: نجاست غلیظہ یا خفیفہ کا بخار اور دھواں اگر کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جب تک اثر نجاست مثل رنگ و بو کے کپڑے یا بدن پر پیدا نہ ہو تو کپڑا بدن پاک ہے

(شامی)

4: اس کپڑے یا بدن کا دھونا جس کے ایک مکان پر نجاست لگی ہے اور وہ مکان بھول گیا ہو تو اپنے گمان غالب پر کپڑے یا بدن کو دھو ڈالنا کپڑے یا بدن کو پاک کرنے والا ہے اگر بغیر ظن غالب کے کپڑے کو دھویا ہو تب بھی پاک ہے۔ اور یہی قول مختار ہے۔ خواہ نجاست دوسری طرف لگی ہو۔ پھر اگر دھونے کے بعد ظاہر ہوا کہ نجاست دوسری طرف ہے جدھر نہیں دھویا تو اب اس جگہ کو دھونا ضروری ہے۔ اور جو نماز پڑھ چکا ہے اس کا اعادہ نہ کرے۔ اگر دوران نماز یاد آجائے تو اس نماز کا اعادہ کرے جس میں مشغول ہے۔ (تنویر الابصار، درمختار، شامی)

5: جانور کے ذبح کے وقت جو خون اس کی رگوں اور گوشت میں رہ جاتی ہے وہ اگر کپڑوں میں لگ جائے تو کپڑے ناپاک نہیں ہوتے اگرچہ بہت ہو کیونکہ وہ خون جاری نہیں۔ اگر جاری خون گوشت میں لگ جائے اور اس خون سے کپڑے اس مقدار

تک (جو نجاست غلیظہ کی مقدار ہے) آلودہ ہو جائیں تو کپڑے ناپاک ہو جائیں گے
(عالمگیری)

6: جُگال ہر جانور کا اس کے پاخانہ کے حکم میں ہے۔ (عالمگیری)

7: دودھ دوہتے وقت اگر بکری کی مینگنی دودھ میں گر جائے تو اسی وقت سالم مینگنی کو نکال دیں تو دودھ پاک ہے۔ اگر مینگنی ٹوٹ جائے تو دودھ ناپاک ہو جائیگا۔ (عالمگیری)

8: اگر پاخانہ کی بہت سی مکھیاں کپڑے یا بدن پر بیٹھ جائیں تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ (عالمگیری)

9: آدمی اور مردہ جانور کی ہڈیاں اور بال پاک ہیں۔ (عینی، کنز الدقائق)

10: اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا مر جائے یا نجاست پڑ جائے تو اس کے آس پاس کے گھی کو نکال دیں۔ باقی گھی پاک ہے۔ اور جمے ہوئے گھی کی حد یہ ہے کہ اگر کسی طرف سے گھی نکالا جائے تو اسی وقت سب مل کر برابر نہ ہو جائے۔ (عالمگیری)

اگر پتلے گھی یا تیل میں یا شہد میں چوہا مر جائے یا نجاست پڑ جائے تو اس میں پانچویں حصہ کا پانی ڈال کر جوش دیں اور پانی خشک کریں اور اسی طرح تین بار کریں پاک ہو جائے گا۔ (شامی)

اور بعض نے مقید کیا کہ جتنا گھی وغیرہ ہو اتنا ہی پانی ڈال کر جوش دیں اور پانی جلا دیں اور اسی طرح تین مرتبہ کریں۔ پاک ہو جائے گا۔ (طحاوی عن مرقی الفلاح)

۱۱) کافروں کے مستعمل کپڑے پاک ہیں لیکن پاجامہ کو بغیر دھوئے پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (شامی)

۱۲) پیشاب کی چھینٹیں سوئیوں کے سرے کے مانند معاف ہیں یعنی ہر چھینٹ

سوئی کی نوک کے برابر ہوا گرچہ سینکڑوں ہوں ۔ اور اسی طرح ہر سوزن کے مانند جو سوئی کے دوسری طرف ہے جدھر سوئی کا ناکا ہوتا ہے اگر پیشاب کی چھینٹیں بہت ہو جائیں پانی لگ جانے سے یہ معافی ہے ضرورت کے سبب سے یعنی ان سے بچنا دشوار ہے۔ لیکن اگر پیشاب کی چھینٹ تھوڑے پانی میں پڑے گی تو اس کو ناپاک کرے گی صحیح تر قول میں ۔ اس واسطے کہ پانی کی طہارت میں زیادہ تر تاکید ہے اور پانی اس صورت میں ناپاک ہوگا کہ چھینٹ کا اثر پانی پر ظاہر ہو۔ اس طرح کہ گرنے کے وقت پانی میں فرجہ ہو جائے یا پانی ہل جائے ورنہ اس کا کچھ اعتبار نہیں باوجود اس کے کہ اگر کنویں میں پیشاب کی چھینٹ گرے گی تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(تنویر الابصار ، درمختار ، هدایه ، کنزالدقائق)

۱۳) ہر کھال دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے سوائے سور اور آدمی کی کھال کے اور یہ حکم مردہ جانوروں کی کھال کا ہے ورنہ ذبح کئے ہوئے جانوروں کی کھال تو بلا دباغت کے بھی پاک ہو جاتی ہے دباغت سے مراد یہ ہے کہ اس کا سڑاند اور اس کی بدبو سکھانے سے یا کسی دوا وغیرہ سے دور کر دی جائے۔ (کنزالدقائق)

۱۴) کیچڑ شارع عام یعنی بڑے رستہ کی اور ناپاک چیز کی بھاپ اور گوبر کی بھاپ اور کتوں کے مقام اور چھینٹیں وضو یا غسل کے پانی کی کہ ان کے قطرات کے مقامات نمودار نہیں برتن میں تو یہ سب معاف ہیں یعنی ضرورت کی وجہ سے۔ (درمختار)

☆☆☆

باب استنجا

استنجا سنت مؤکدہ ہے ہر حال میں خواہ نجاست حسب عادت ہو یا نہ ہو۔ تر ہو یا خشک ہو۔ پانی سے ہو یا ڈھیلوں سے خواہ جُنب کرے یا حائض یا بے وضو۔ (درمختار)

استنجا کے ارکان چار ہیں۔
ایک استنجا کرنے والا شخص
دوسرا وہ چیز جس سے استنجا کیا جائے۔ جیسے پانی اور پتھر وغیرہ۔
تیسرا نجاست نکلنے والی چیز بول یا براز کی راہ سے۔ اسی طرح مسنون ہے استنجا اگر احدالسبیلین کو باہر سے نجاست لگ جائے اگر وہ شخص قضائے حاجت کے مکان سے اٹھ کھڑا ہو قول معتمد پر۔
چوتھا رکن ہے نجاست نکلنے کا مقام دُبر یا قبل (درمختار)

جب سو کر اٹھے تو جب تک پنجوں تک دونوں ہاتھ نہ دھولے تب تک پانی میں ہاتھ نہ ڈالے۔ چاہے ہاتھ پاک ہوں یا ناپاک۔ (درمختار)

جن چیزوں سے استنجا کرنا درست ہے:

استنجا سنت ہے پتھر ایسی چیز سے اس قسم سے کہ وہ چیز پاک ہو نجاست کی دور کرنے والی ہو اور جس کی کچھ قیمت نہ ہو اور نہ مال ہو نہ محترم ہو، چنانچہ صاف کرنے والا ڈھیلا اور ڈھیلے کے مانند خاک اور لکڑی اور پُرانا کپڑا اور پرانی روئی اور پرانی کھال اور دیوار زمین سے رگڑنا۔ لیکن خانہ غیر مملوک سے بغیر کرایہ استنجا کرنا جائز نہیں

(درمختار، شامی)

جن چیزوں سے استنجا کرنا درست نہیں:

مکروہ تحریمی ہے استنجا کرنا ہڈی سے اور کھانے کی چیز اور خشک گوبر اور لید سے اور آدمی کے خشک پاخانہ سے اور اس ڈھیلے سے جس سے ایک بار استنجا کیا گیا۔ اگر اس کی دوسری نوک نجاست سے آلودہ نہیں ہے تو مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح مکروہ تحریمی ہے پکی اینٹ، ٹھیکری اور شیشہ سے اس واسطے کہ جراحت موضع کا ضرّر ہے۔ اور حرمت والی چیز سے جیسے ریشمی کپڑے سے اس واسطے کہ تضیع بے محل ہے اور داہنے ہاتھ سے اس حالت میں کہ اس کے بائیں ہاتھ میں کچھ عذر نہیں، اس لئے کہ داہنے ہاتھ سے استنجا اور مس ذکر حدیث میں منع ہے۔ تو چاہے کہ پیشاب کے بعد ذکر کو بائیں ہاتھ سے پکڑے اور دیوار یا زمین سے رگڑے اگر نہ ہو سکے تو داہنے ہاتھ میں ڈھیلا لے اور اس کو حرکت نہ دے بلکہ ذکر کو اس پر رگڑے بائیں ہاتھ سے۔ اور مکروہ تحریمی ہے۔ کوئلے سے اور جانور کے چارے سے اور غیر شخص کے حق سے چنانچہ غیر کی دیوار سے بغیر کرایہ کے اور جو چیز کہ قابل انتفاع ہو اس سے چنانچہ غذا سفید یا لکھے ہوئے سے اور پتوں سے اور نرکل اور بانس اور قابل استعمال روئی اور کپڑے سے اور اسی طرح لوہے پیتل، چاندی، سونے اور چونے اور سرکے سے مکروہ ہے۔

(بحر الرائق، مراقی الفلاح، عالمگیری، درمختار، شامی)

ڈھیلوں سے استنجا:

پیشاب پاخانہ پھیرنے سے پہلے " اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنَ الۡخُبۡثِ وَالۡخَبَآئِثِ " پڑھے اور بایاں پاؤں پہلے رکھے کیونکہ خدا کا نام لینا سنت ہے استنجا کرنے سے پہلے اور بعد اس کے مگر برہنہ ہونے کے وقت اور نجاست کے مکان میں

خدا کا نام زبان سے نہ لے اپنے دل میں لے۔ (ہدایہ، درمختار)

پیشاب پاخانہ پھرنے کے بعد کسی صاف چیز مثلاً ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرنا مسنون ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ڈھیلے وغیرہ کا کوئی شمار و تعداد مسنون نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک تعداد ڈھیلوں کی طاق ہونا فرض ہے یہاں تک کہ اگر کوئی اس کے خلاف کرے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی (تین ڈھیلوں کا شمار استنجا میں مسنون نہیں بلکہ مستحب ہے۔ استنجا سے مقصود پاک و صاف کرنا ہے خواہ ایک ڈھیلے سے ہو یا تین سے یا پانچ سے اور تین ڈھیلوں کا ذکر جو بعض احادیث میں ہے بنا بر غالب عادت کے ہے یعنی غالباً اسی قدر سے پاکی حاصل ہوتی ہو) (عالمگیری، کنز الدقائق، درمختار، فتح القدیر)

استنجا مفید نہیں اقبال و ادبار کے ساتھ جاڑے اور گرمی میں، اقبال یہ کہ پیچھے کی طرف سے آگے کو ڈھیلا لائے اور ادبار یہ کہ آگے سے پیچھے کو لے جائے۔ مطلب یہ کہ استنجا سے مقصود صرف ازالہء نجاست ہے۔ یہ مسنون نہیں کہ مرد جاڑوں میں پہلا ڈھیلا پیچھے سے آگے کو لائے اور دوسرا آگے سے پیچھے کو اور تیسرا پہلے کی مانند اور گرمیوں میں اس کے برعکس کرے۔ اور عورت ہر موسم میں اوّل اقبال کرے۔ یہ اقبال و ادبار کا قول قاضی خان کا ہے اور زیلعی اور شمنی نے اس کو اختیار کیا ہے۔

(عالمگیری، درمختار، شامی، مراقی الفلاح)

استنجا سے فراغت کے بعد غُفْرَانَکَ اَللّٰھُمَّ پڑھے اور دایاں پاؤں باہر رکھے واجب ہے یعنی فرض ہے استبراء یعنی پیشاب کے بعد خوب پاکیزگی اور صفائی حاصل کرنا، پیادہ پا چل کر اور کھکھار کر اور بائیں پہلو پر لیٹ کر، اور استبراء مختلف ہوتا ہے لوگوں کے اختلاف طبائع کے سبب سے یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور کسی کو دیر سے کسی کو چلنے سے اور کسی کو کھنکھارنے وغیرہ سے۔ (درمختار)

ڈھیلوں کے بعد پانی سے دھونا سنت ہے ہر زمانے میں اسی کا فتویٰ ہے یعنی ہمارے زمانہ اور صحابہ کرام ﷺ کے زمانہ میں یکساں سنت ہے۔ (درمختار، شامی)

پانی سے استنجا:

پانی سے استنجا کرنا حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں آداب سے تھا آپ ﷺ کے زمانہ کے بعد باجماع سنت ہو گیا نماز تراویح کے مانند۔ (شامی)

اور واجب یعنی فرض ہے محل استنجا کا دھونا اگر مخرج سے تجاوز کر گئی ہو اور وہ نجاست جو مانع نماز ہے یعنی اگر قدر درہم سے زائد ہے اور مخرج عام ہے قبل ہو یا دُبر

(تنویر الابصار ، درمختار)

پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قبلہ کی طرف سے رُخ بچا کر بیٹھے اور بدن کو نہایت ڈھیلا کرے۔ اگر روزہ دار ہو اور پانی سے استنجا کرتا ہو تو بدن کو ڈھیلا نہ کرے۔ اور قبل از استنجا اور بعد از استنجا دونوں ہاتھوں کو دھوئے۔ پھر انگشت وسطیٰ کو تھوڑا سا اونچا کرے اور نجاست کی جگہ کو خوب دھوئے۔ پھر بِنصر (درمیانی انگلی اور چھنگلی کے درمیان والی) کو اونچا کرے اور دھوئے یہاں تک کہ پھر خِنصر (چھنگلی انگلی) کو اور پھر سبابہ (شہادت انگلی) کو اونچا کر کے دھوئے یہاں تک کہ اطمینان حاصل ہو اصح قول میں۔ اور بعضوں نے کہا کہ یہاں تک دھوئے کہ چکنائی دور ہو کر کھردرا ہو جائے۔ اور عورت اوّل بنصر اور وسطیٰ کو اونچا کر کے دھوئے اور پھر مرد کی طرح دھوئے

اگر موسم سرما ہو اور پانی ٹھنڈا ہو تو دھونے میں زیادہ تر مبالغہ کرے ورنہ ظن غالب پر عمل کرے۔ اگر گرم پانی ہو تو موسم سرما کے مانند مبالغہ کی حاجت نہیں، لیکن آب سرد کا ثواب زیادہ تر ہے آب گرم سے۔ اور انگلیوں کی چوڑائی سے استنجا کرے

انگلیوں کے سرے سے نہ کرے۔ پانی بھی نرمی سے ڈالے اور انگلیوں سے ملنے میں سختی نہ کرے۔ پہلے پیشاب کی جگہ کو دھوئے اور پھر پاخانہ کی جگہ کو استنجا کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو دھوئے اور کپڑے سے موضع استنجا کو پونچھ ڈالے اور کپڑوں کو آب مستعمل سے بچائے۔

مستحاضہ عورت کے لئے ہر وقت کی نماز کے لئے استنجا کرنا واجب ہے۔

استنجا کرنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ڈھیلوں کے بعد پانی سے دھوئے۔ اس کے بعد کا درجہ یہ ہے کہ فقط پانی سے دھونا اور اس کے بعد فقط ڈھیلوں پر کفایت کرنا، اور کشف عورت کے ساتھ یعنی کسی کے روبرو بے پردگی ہوتی ہو تو دھونے کو ترک کرے۔ اگر دھونے کے واسطے بدن کھولے گا تو گنہگار ہوگا۔ اور بحر الرائق میں ہے کہ ایسی صورت میں ڈھیلوں پر کفایت کرے پانی سے استنجا نہ کرے نہیں تو گنہگار ہوگا اور عوام نمازی اکثر ایسا کرتے ہیں۔ (عالمگیری، مراقی الفلاح، درمختار، شامی)

جو باتیں پیشاب و پاخانہ کے وقت مکروہ ہیں:

1: مکروہ تحریمی ہے کلام کرنا پیشاب پاخانہ کرتے وقت اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناخوش ہوتا ہے۔ اور خدا کا ذکر نہ کرے اور تشمیت عاطس یعنی چھینک پر الحمد للہ نہ کہے اور چھینکنے والے کو دعا نہ کرے اور سلام کا جواب نہ دے اور نہ اذان کا جواب دے۔

(درمختار، شامی، عالمگیری)

2: مکروہ ہے وہاں وہ انگوٹھی لے جانا جس پر خدا کا نام یا قرآن لکھا ہو (بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور کھڑے ہو کر شرمگاہ نہ کھولے اور دونوں پاؤں کو کشادہ کر کے بیٹھے اور بائیں پاؤں پر جھکا رہے۔

(درمختار، شامی، عالمگیری)

3: قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنا، قبلہ کسی بھی جہت میں ہو اس کا استقبال یعنی منہ کرنا اور ادبار یعنی پشت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگرچہ عمارت کے اندر ہو صحیح تر قول میں اور یہ کراہت پیشاب یا خانہ کرنے کے وقت ہے۔ پانی سے استنجا کرنے کے وقت نہیں ہے۔ اگر بھول کر قبلہ کی طرف بیٹھا تو یاد آنے پر پھر جائے۔ بدلیل حدیث طبرانی کہ جو بیٹھا پیشاب کرنے کو قبلہ کے سامنے پھر اس کو یاد پڑا، سو پھر گیا اس کی طرف سے قبلہ کی تعظیم و تکریم کی وجہ سے تو اپنی نشست گاہ سے کھڑا ہونے سے پہلے بخشا جائے گا۔ اسی طرح مکروہ تحریمی ہے بالغ شخص کا بچہ کو پیشاب کرانا قبلہ کی طرف منہ کرا کے۔ اس لئے کہ بالغ کو بچہ کے ساتھ ایسا فعل کرانا حرام ہے جو بچہ ہر بالغ ہونے کے بعد حرام ہو مثلاً حریر (ریشم) یا زیور (سونا) پہنانا لڑکے کو حرام ہے۔

(درمختار، شامی، عالمگیری)

اسی طرح مکروہ تحریمی ہے دونوں پاؤں کا پھیلانا سوتے وقت یا سوائے سونے کی حالت کے قبلہ کی طرف یعنی پاؤں پھیلانا دانستہ مکروہ ہے اس لئے کہ یہ بے ادبی ہے۔ اگر عذر سے یا بھول کر پھیلائے گا تو مکروہ نہ ہوگا۔ اور ایک پاؤں کے پھیلانے کا حکم بھی دونوں پاؤں پھیلانے کے مانند ہے اور لڑکا اور بالغ اس حکم میں برابر ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید یا کسی شرعی کتاب کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے۔ جیسے تفسیر، حدیث، فقہ اور ان کے اصول کی کتاب کی طرف، مگر یہ کہ کتاب موصوف کسی اونچی جگہ پر ہو پاؤں کی سیدھ سے تو پاؤں کا پھیلانا مکروہ نہ ہوگا یا کتاب بہت دور رکھی ہو تب بھی کراہت نہ ہوگی۔

4: ننگے سر پیشاب و پاخانہ پھرنا۔

5: چاند سورج اور ہوا کی طرف رُخ کرنا۔

6: کھڑے ہو کر یا بلا عذر یا لیٹ کر پیشاب و پاخانہ کرنا۔

7: تھوکنا اور ناک سنکنا اور کھنکھارنا۔

8: نیچے کی طرف سے اوپر کی طرف کو پیشاب کرنا۔

9: پیشاب گاہ اور بدن سے عبث فعل کرنا۔

10: آسمان کی طرف منہ اٹھانا۔

11: بہت دیر تک بیٹھے رہنا کیونکہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے اور درد جگر ہو جاتا ہے

12: دائیں بائیں دیکھنا۔ (عالمگیری، درمختار، شامی)

جن مقامات پر پیشاب پاخانہ کرنا منع ہے:

1: مسجد اور عیدگاہ کے آس پاس اور قبرستان میں اور چوپاؤں کے درمیان اور لوگوں کی راہ میں، قبرستان میں وجہ کراہت یہ ہے کہ میت کو تکلیف ہوتی ہے اور ظاہراً یہ کراہت تحریمی ہے اس واسطے کہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قبرستان میں اگر نئی راہ بنالی گئی ہو تو اس میں چلنا حرام ہے تو پیشاب و پاخانہ بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

(درمختار، شامی)

2: مکروہ ہے پیشاب و پاخانہ پانی میں اگرچہ جاری ہو، صحیح تر قول میں اور بحرالرائق میں ہے کہ آبِ بستہ (بند پانی) میں مکروہ تحریمی ہے اور آبِ رواں (جاری پانی) میں مکروہ تنزیہی ہے۔ (درمختار، شامی)

3: مکروہ ہے پیشاب و پاخانہ کنویں یا حوض یا چشمہ یا نہر کے کنارے پر۔

4: پھلے پھولے درخت کے نیچے یا اُگے ہوئے کھیتوں میں یا اس سایہ میں جس سے لوگ فائدہ پاتے ہیں۔ جو سایہ آبادی سے دور ہو اس کے نیچے مکروہ نہیں ہے

5: چوہے، سانپ یا چیونٹی کے بل اور ہر سوراخ میں اس مکان میں جہاں کوئی رہتا ہو یا بیٹھتا ہو اور راہ یا قافلہ یا خیمہ کے برابر۔

6: مکروہ ہے پیشاب کرنا اس مکان میں جہاں وہ شخص وضو کرتا ہے یا غسل کرتا ہے کیونکہ اکثر وسواس اسی سے پیدا ہوتا ہے (شامی، درمختار)

کتاب الصلوٰۃ

لغت میں صلوٰۃ کے معنی دُعا، ثناء ، قرأت اور رحمت کے ہیں۔ اور شرع میں معین ومخصوص ارکان کا نام ہے۔ کیونکہ اس کے قیام میں قرأت اور قعود میں ثناء اور دعا اور ان کے ادا کرنے والے کے لئے رحمت ہوتی ہے۔ (فتح القدیر)

باب اوقاتِ نماز

ہر نماز کیلئے مخصوص و معین اوقات مقرر کیئے گئے ہیں جن میں نماز ادا کی جاسکتی ہے ان اوقات سے پہلے اور بعد نماز نہیں ادا ہوگی بلکہ قضا ہوگی۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خانہ کعبہ کے نزدیک دو مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھی، پہلی مرتبہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب سایہ جوتی کے تسمہ کے برابر ہو گیا۔ عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا۔ غروبِ آفتاب کے بعد جب روزہ داروں نے روزہ افطار کر لیا تو اس وقت مغرب کی نماز پڑھی۔ شفق کے غائب ہونے پر عشاء کی نماز پڑھی جب فجر طلوع ہوئی اور روزہ داروں نے کھانا پینا چھوڑ دیا اس وقت فجر کی نماز پڑھی۔

دوسری امامت میں ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے مثل ہو گیا۔ یہ وہی وقت تھا جب پہلی امامت میں ہم نے عصر کی نماز پڑھی تھی۔ اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس سے دُگنا ہو گیا۔ مغرب کی نماز اس وقت پڑھی جس وقت پہلی امامت میں پڑھی تھی، عشاء کی نماز ایک تہائی رات گذرنے پر ادا کی ، اور فجر کی نماز اس وقت پڑھی جب خوب روشنی پھیل گئی .... پھر حضرت

جبرائیل علیہ السلام نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے محمد (ﷺ) انبیاء سابقین علیہم السلام بھی انہی اوقات کے پابند تھے۔ نماز کا افضل اور اصل وقت وہ ہے جو پہلی اور دوسری امامت کے درمیان ہے۔ یہ حدیث متعدد صحابہ سے مروی ہے۔

(ابوداؤد، ترمذی)

وقت نمازِ فجر

نماز فجر کے وقت کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جب فجر ثانی جس کو صبح صادق کہتے ہیں طلوع ہو جائے اور طلوع آفتاب سے تھوڑا سا پہلے تک رہتا ہے۔ صبح کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صبح کاذب (۲) صبح صادق

۱) **صبح کاذب:** صبح کاذب اس سفیدی کا نام ہے جو آسمان میں نیچے سے اوپر کو طولاً پھیلتی ہے جسے حدیث پاک میں بھیڑیے کی دُم سے تعبیر فرمایا گیا ہے اس کے بعد اندھیرا چھا جاتا ہے۔

۲) **صبح صادق:** صبح کاذب کے بعد اندھیرا چھا جانے کے کچھ دیر بعد آسمان کے مشرقی کناروں پر سفیدی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ یہ سفیدی رفتہ رفتہ پھیلتی ہے حتی کہ بالکل سفیدی (روشنی) ہو جاتی ہے۔ اسے صبح صادق کہتے ہیں۔

(عالمگیری، درمختار)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مردوں کیلئے مستحب ہے نمازِ فجر کا روشنی میں شروع کرنا اور روشنی میں ختم کرنا یعنی نماز فجر کی ابتداء صبح صادق طلوع ہونے کے معاً بعد اندھیرے میں نہ کی جائے اور یہی قول مختار ہے اس طرح پر کہ چالیس آیات کو ادائے حروف کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر دونوں رکعتوں میں پڑھے۔ پھر اگر نماز کا فساد ظاہر ہو تو

طہارت کے ساتھ اعادہ کر سکے۔اور یہ حکم ہر زمانہ میں ہے۔امام شافعی وامام احمد کے نزدیک نماز فجر کا آغاز تاریکی میں کیا جائے۔امام طحاوی حنفی فرماتے ہیں کہ نماز فجر کا آغاز تاریکی میں بعد از طلوع صبح صادق کیا جائے اور اتنی لمبی قرأت پڑھی جائے کہ خوب روشنی ہو جائے۔امام محمد نے بھی یہی لکھا ہے۔اس طرح دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد باقی نہیں رہتا،اور عورتوں کیلئے اندھیرے میں نماز فجر ادا کرنا مستحب ہے۔

(درمختار، شامی، عالمگیری)

جب تک آفتاب بقدر نیزہ بلند نہ ہو جائے تو وہ در حکم طلوع میں ہے اور امام فضیلی کا یہ قول مختار ہے کہ جب تک آدمی آفتاب کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہے وہ طلوع میں داخل ہے اس وقت میں نماز حلال نہیں اور پھر جب عاجز ہو جائے آفتاب کے دیکھنے سے تو اس وقت نماز حلال ہوگئی۔ (شامی)

مکروہ ہے بات چیت کرنا بعد طلوع ہونے فجر کے نماز فجر کے ادا کرنے تک پھر نماز کے بعد کچھ ڈر نہیں چلنے پھرنے میں اپنی حاجت کے لئے اور سنت فجر کے بعد کلام کرنے سے سنت باطل نہیں ہو جاتی قول معتمد کے مطابق لیکن ثواب کم ہو جاتا ہے

(درمختار، شامی)

وقت نمازِ ظہر

ظہر کی نماز کا وقت آفتاب کے زوال سے یعنی آفتاب کے ڈھلنے سے وسط آسمان سے ہر چیز کے سایہ کے دوچند پہنچنے تک ہے۔

ظہر کے اوّل وقت اختلاف نہیں آخر وقت میں اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہ کے نزدیک مثلین (دوچند) تک ہے۔امام محمد کی روایت میں بدائع میں کہا کہ یہی قول

صحیح اور ظاہر الروایۃ ہے اور محیط میں ہے کہ امام ہی کا قول صحیح ہے اور محبوبی نے اسی کو مختار کہا اور نسفی نے اسی پر اعتماد کیا اور صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ اور غیاثیہ میں کہا گیا ہے وھو المختار، اور شرح مجمع میں کہا کہ اصحاب متون نے اسی کو پسند کیا اور شارحین اس پر راضی ہوئے۔

امام ابوحنیفہ سے شرح وقایہ میں ایک مثل کی روایت بھی منقول ہے یعنی امام حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا کہ جب سایہ ہر چیز کا برابر اس چیز کے ہو جائے تو ظہر کا وقت ختم ہو گیا اور یہی صاحبین کا قول ہے اور امام زُفر اور ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا، امام طحاوی نے کہا کہ اسی قول کو ہم لیتے ہیں اور برہان میں ہے کہ یہی قول ظاہر تر ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بیان کر دینے سے اور حدیث جبرائیل باب مواقیت میں نص صریح ہے اور فیض میں ہے کہ اسی پر لوگوں کا آج عمل ہے اور اسی کا فتویٰ ہے۔

سراج وہاج میں ہے کہ شیخ الاسلام نے کہا کہ احتیاط اس میں ہے کہ ظہر کی نماز ایک مثل سایہ تک تاخیر نہ کرے اور عصر کی نماز اس وقت تک نہ پڑھے جب تک کہ سایہ دو چند تک نہ پہنچے تا کہ دونوں نمازیں اپنے وقتوں پر بالاتفاق ادا ہوں اور سب اماموں کے نزدیک درست ہو۔ (درمختار، شامی، عالمگیری، شرح وقایہ، فتح القدیر)

مستحب ہے جلد پڑھنا ظہر کی نماز کا جاڑے میں اور تاخیر سے پڑھنا گرمیوں میں۔ (درمختار، شامی، شرح وقایہ، ہدایہ)

سایہ اصلی

اس سایہ کے سوا جو سب چیزوں کا ہوتا ہے زوال آفتاب سے پہلے تھوڑا سا یعنی ٹھیک دوپہر میں آفتاب ڈھلنے سے پہلے جو ہر چیز کا سایہ باقی رہتا ہے وہ ظہر وعصر کے وقت سے خارج ہے۔ ایک چند اور دو چند کے حساب میں داخل نہیں۔ اس سایہ کو فی بروزن شے اور سایہ اصلی کہتے ہیں۔ طحطاوی نے کہا کی فی الزوال کو اس واسطے استثناء کیا کہ گاہے سایہ اصلی برابر ہوتا ہے ہر چیز کے بعضے مقامات میں ایام سرما میں گاہے دونا ہوتا ہے۔ تو اگر مثل کو اعتبار کیجئے ذی الظل کے پاس سے تو ظہر کا وقت نہ صاحبین کے نزدیک پایا جائے گا اور نہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔ اور سایہ اصلی ہوتا ہے زمان اور مکان کے اختلاف سے یعنی موسم سرما میں سایہ اصلی بڑا ہوتا ہے اور موسم گرما میں چھوٹا ہوتا ہے۔ (درمختار، شامی)

سایہ اصلی کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ہموار زمین پر ایک گول دائرہ کھینچے اور اس دائرہ کے درمیان میں ایک سیدھی لکڑی بمقدار سات انگل کے سیدھی کھڑی کرے۔ دن چڑھتے اس لکڑی کا سایہ مغرب کی طرف دائرہ سے باہر ہوگا۔ جب دن اونچا آجائے اور لکڑی کا سایہ اس میں داخل ہونے لگے تو داخل ہونے کی جگہ پر نشان کرے۔ پھر دن کے پچھلے وقت میں جب سایہ مشرق کی طرف دائرہ سے نکلنے لگے تو نکلنے کی جگہ میں بھی دائرہ پر نشان کرے۔ پھر سایہ داخل وخارج دونوں نشانوں کے درمیان میں لکڑی کی ابتداء سے شروع کر کے سیدھا قطب یعنی شمال کی طرف لکیر کھینچے جب عین دوپہر کے وقت لکڑی کا سایہ اس لکیر پر آئے تو وہ وقت زوال کا ہوگا۔ اور اس سایہ کو سایہ اصلی یا فی الزوال کہتے ہیں۔ یہ سایہ زمان ومکان کے اختلاف سے کبھی لمبا اور کبھی چھوٹا ہوتا رہتا ہے۔ بعض مقامات پر یہ سایہ بالکل نہیں ہوتا مثلاً مکہ مکرمہ اور

مدینہ منورہ میں جب دن بڑے ہوتے ہیں یہ سایہ بالکل نہیں ہوتا اور یہ سایہ پیمائش میں ہمیشہ چھوڑا جاتا ہے۔ یعنی کسی وقت کا سایہ معلوم کرتے وقت سایہ اصلی کو کل سایہ سے نکال کر دیکھا جاتا ہے جب تک سایہ اصلی اس شمالی لکیر پر ہو وہ زوال کا وقت ہے اور جب سایہ اس لکیر کو چھوڑ کر مشرق کی طرف ہو جائے تو ظہر کا وقت شروع ہو جائیگا۔

(درمختار، شرح وقایہ ، کنز الدقائق، شرح انواع)

وقت نمازِ عصر

عصر کا وقت سایہ مثلین (دوچند) سے لے کر آفتاب کے ڈوبنے تک لحظہ بھر پہلے تک ہے اور یہی عصر کی نماز وسطیٰ ہے بنابر مذہب صحیح ہے۔ (درمختار، شامی)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز عصر کا وقت اس وقت شروع ہوگا جب سایہ دُگنا ہو کر ظہر کا وقت ختم ہو جائے اور صاحبین کے نزدیک نماز عصر کا وقت اس وقت جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے۔ مطلب یہ کہ جس طرح ظہر کے آخری وقت میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے اسی طرح آغاز عصر میں بھی یہ اختلاف باقی رہتا ہے۔ (قدوری)

عصر کا آخری وقت امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے نزدیک غروب آفتاب تک ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک جب آفتاب زرد ہو جائے اور اس کی روشنی کا رنگ بدل جائے تو عصر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ (قدوری، کنز الدقائق)

شرح وقایہ میں ہے کہ عصر کی نماز کو آفتاب کی زردی تک متاخر کرنا مکروہ تحریمی ہے سب سے زیادہ کراہت عصر کو زردی آفتاب تک متاخر کرنے میں پائی جاتی ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اسے منافق کی نماز فرمایا ہے۔ امامت جبرائیل علیہ السلام والی

حدیث میں جو وارد ہے کہ آپ نے عصر کی نماز دو مثل سایہ ہونے تک متاخر کی۔ یہ منسوخ ہے اوراس کی ناسخ وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ عصر کا وقت اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک سورج زرد نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ دو چند تک آفتاب زرد نہیں ہوتا۔

(ھدایہ ، درمختار ، شرح وقایہ ، کنز الدقائق ، قدوری)

مستحب ہے تاخیر کرنا عصر کا گرمی اور جاڑے میں نوافل کی گنجائش کے واسطے کیونکہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ عصر کو تاخیر کرتے تھے جب تک کہ آفتاب سفید اور صاف رہتا تھا۔ کذا فی بحر الرائق، تاخیر عصر کی مستحب ہے جب تک کہ آفتاب متغیر نہ ہو اس طرح پر کہ آنکھ قرص آفتاب کو اس سے حیرت حاصل نہ ہو۔ اور تغیر روشنی کا اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ تو زوال کے بعد حاصل ہوتا ہے اور قول ضعیف یہ ہے کہ شعاع دیواروں پر بدل جائے اور بعض نے کہا کہ قرص آفتاب متغیر ہو جائے ۔ کذا فی الطحاوی عن السراج، اگر عصر کی نماز شروع کی آفتاب کے متغیر ہونے سے پہلے اور پھر نماز کو بڑھایا زردی آفتاب تک تو مکروہ نہیں ہے۔ (درمختار، شامی)

وقت نماز مغرب

نماز مغرب کا وقت آفتاب کے ڈوبنے سے شفق کے ڈوبنے تک ہے۔ شفق سے وہ سُرخی مراد ہے جو غروب آفتاب کے بعد مغرب کی طرف افق پر رہتی ہے صاحبین کے نزدیک اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا اور اسی قول کی طرف امام ابوحنیفہ نے رجوع کیا ہے چنانچہ مجمع وغیرہ کی شرحوں میں مذکور ہے۔ تو یہی قول صاحبین کا صحیح ٹھہرے گا۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک شفق وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد افق میں ہوتی ہے

اور یہی قول ہے ابوبکر صدیق۔ انس معاذ اور عائشہ صدیقہ ﷺ کا اور ایک روایت کے مطابق ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا اور یہی مذہب ہے عمر بن عبدالعزیز اوزاعی، زفر، مزنی ابن منذر اور خطابی کا اور یہی مختار ہے مبرد اور تغلب ائمہ لغت کا۔ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے نزول کیا اور فرمایا کہ نماز عشاء کا وقت ہے جب کہ افق سیاہ ہو جائے۔ اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد، نسائی اور امام احمد نے نعمان بن بشیر سے روایت کی کہ حضور ﷺ عشا کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب کہ تیسری تاریخ کا چاند ساقط ہوتا تھا۔ کذا فی العینی۔ اور محقق نے فتح القدیر میں امام ابوحنیفہ کے قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ شفق کو حمرت (سرخی) کہنا نہ امام کی روایت سے ثابت ہے نہ درایت سے۔ اوّل تو اس واسطے کہ امام کی ظاہر الروایۃ کے مخالف ہے اور ثانی یہ کہ بدلیل حدیث ابن فضیل کے آخر وقت مغرب کا یہاں تک ہے کہ افق غائب ہو جائے۔ اور غائب ہونا افق یعنی کنارہ سے آسمان کا اس سفیدی کے ساقط ہونے سے ہوتا ہے جو سُرخی کے بعد ہوتا ہے۔ تو ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ ہی کا قول صحیح تر ہے۔ (دور مختار، شامی، شرح وقایہ عالمگیری، ہدایہ)

مغرب کی نماز ہمیشہ جلد ادا کرنا مستحب ہے اس لئے کہ مغرب کی نماز کا وقت محدود ہوتا ہے اور تاخیر کرنے میں وقت گذر جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اگر مغرب کی تاخیر کی تاروں کے چھٹک جانے تک یعنی ان کے بکثرت نمودار ہونے تک تو یہ تاخیر مکروہ ہے نہ کہ نماز پڑھنا اس وقت میں۔ اس واسطے کہ نماز خوانی کا تو حکم ہے وہ کیونکر مکروہ ہو سکے۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

وقت نماز عشاء

عشاء کی نماز کا وقت غروب شفق سے لے کر طلوع فجر تک باقی رہتا ہے اسی طرح وتر کا وقت عشاء کے بعد صبح صادق تک رہتا ہے۔

عشاء کی نماز کو ایک تہائی تک متاخر کرنا مستحب ہے اور خانیہ وغیرہ میں اس تاخیر کو مقید کیا ہے جاڑوں کے ساتھ اور گرمیوں میں تو جلد پڑھنا عشاء کا مستحب ہے اور تہائی رات سے آدھی رات تک مباح ہے اور آدھی رات سے زیادہ تاخیر کرنا عشاء کا مکروہ تحریمی ہے۔ عشاء کی تاخیر اس واسطے مستحب ہے تاکہ مکروہ قصہ خوانی قطع ہو اور نامہ اعمال نماز پر ختم ہوں۔ جیسے شروع ہوا تھا صبح کی نماز سے تاکہ درمیان کی خطائیں مٹ جائیں۔ اور عشاء کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے۔ فوت جماعت کے خوف سے اور نماز عشاء کے بعد مباح کلام مکروہ ہے۔ مباح کلام سے مراد وہ کلام ہے جس کی حاجت نہ ہو اور حاجت والے کلام سے کراہت نہیں ہے۔ چنانچہ قرآن مجید پڑھنا اور ذکر کرنا اور حکایات صالحین اور مذاکرہ فقہ وحدیث اور گفتگو کرنا مہمان سے اور اپنی بیوی سے مکروہ نہیں۔ کذافی بحرالرائق۔ (درمختار، شامی)

تاخیر عشاء زائد از نصف شب اور تاخیر عصر تا زردی اور تاخیر مغرب تا ظہور نجوم (تارے) مکروہ تحریمی ہے مگر سفر اور کھانا کھانے کے عذر سے تاخیر مکروہ نہیں ہے۔ (درمختار)

جن نمازوں کے اوّل میں عین ہے جیسے عصر، عشاء ان کو ابر والے دن اوّل وقت پڑھنا اور ان کے سوا اور نمازوں کو ایسے دن مؤخر کرنا مستحب ہے۔ ابر والے دن تاخیر عصر میں احتمال ہے مکروہ وقت آجانے کا اور عشاء کی تاخیر میں تقلیل جماعت کا احتمال ہے۔ پانی برسنے اور کیچڑ کے خوف سے اور جلد پڑھنا مغرب کا ہر موسم میں

مستحب ہے۔ فجر، ظہر اور مغرب میں ابر والے دن تاخیر کرنا افضل ہے۔

(درمختار، شامی، کنز الدقائق)

جمع کرنا دو فرض نمازوں کا ایک فرض کے وقت میں جائز نہیں سفر اور بارش کے عذر سے سوائے عرفات میں ظہر و عصر کے اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کے امام ابوحنیفہ کے نزدیک، اور امام شافعی کے نزدیک سفر اور بارش کے عذر سے جمع کرنا درست ہے اور یہ کہ جو امام شافعی نے جمع بین الصلوٰتین کی احادیث روایت کی ہیں وہ جمع فعلی پر محمول ہے نہ جمع وقتی پر، جمع فعلی کی صورت یہ ہے کہ پہلی نماز ظہر کی تاخیر کی اور دوسری نماز عصر کی تعجیل کی تو دراصل یہ جمع حقیقی نہیں بلکہ صوری اور ظاہری ہے۔

(درمختار، شامی)

اگر دو فرضوں کو جمع کیا ایک وقت میں تو وہ فرض فاسد ہے جس کو اس کے وقت پر مقدم کیا یعنی ظہر کے وقت عصر پڑھی تو عصر کی نماز فاسد ہوگئی۔ اور حرام ہے تاخیر اس کے برعکس یعنی فرض کی تاخیر کی وقت سے جیسے مغرب عشاء کے ساتھ ملا کر پڑھے۔ اگرچہ تاخیر سے فرض صحیح ہے بطریق کے۔ (تنویر الابصار، درمختار)

☆☆☆

باب اذان

لُغت میں اذان خبردار کرنے اور آگاہ کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں فرض نمازوں کے لئے بطریق مخصوص چند کلموں کے معینہ مرتبہ کے ساتھ خبردار کرنے کو کہتے ہیں۔ (تنویر الابصار، درمختار)

اذان مردوں کے واسطے اونچے مکان میں سنت مؤکدہ ہے فرائض پنج گانہ کے لئے اور بلاترجیع اور لحن کے بغیر (ترجیع یہ ہے کہ اوّل شہادتین کو دوبار آہستہ کہہ کر پھر دوبار بلند آواز سے کہے) اور ترجیع امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسنون نہیں اور امام مالک و امام شافعی کے نزدیک مسنون ہے۔ اور سنت مؤکدہ واجب کے مانند ہے گنہگار ہونے میں اس کے چھوڑ دینے سے امام محمد نے کہا کہ اگر اہل شہر ترک اذان پر اتفاق کریں تو ان کا قتال حلال ہے۔ اور امام ابو یوسف نے کہا کہ وہ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہیں۔ اور اذان سنت مؤکدہ کفایہ ہے یعنی شہر میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے۔ (درمختار، کنز الدقائق، فتح القدیر، شامی)

اذان سنت ہے فرائض کے وقت میں اگرچہ فرض قضا ہو اس واسطے کہ اذان نماز کی سنت ہے نہ کہ وقت کی یہاں تک کہ گرمیوں کی ظہر کی ٹھنڈے وقت اذان دی جاتی ہے یعنی تقدیم و تاخیر میں اذان نماز کی تابع ہے۔ اور اذان مسنون نہیں سوائے فرض نمازوں کے جیسے عید، نماز جنازہ، تراویح، نماز کسوف، نماز استسقاء اور سنن رواتب میں۔ وتر ہر چند کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہیں مگر چونکہ وقت عشاء میں ادا کیے جاتے ہیں تو عشاء ہی کی اذان پر اکتفا کیا گیا ہے۔ (درمختار)

جن کو اذان کہنا جائز ہے۔

۱) عاقل ہو۔ (۲) بالغ ہو۔ (۳) صالح ہو

۴) متقی ہو۔ (۵) مقیم ہو۔ (۶) علم سنت سے واقف ہو۔

۷) صاحب ہیبت ہو۔ (۸) لوگوں کے حالات سے واقف ہو۔

۹) اذان کا اہل ہو یعنی جو قبلہ کی شناخت جانتا ہو اور فرضی نمازوں کے وقت کا علم رکھتا ہو۔ (۱۰) جماعت سے پیچھے رہنے والوں کو تنبیہہ کر سکتا ہو۔

۱۱) اذان دینے پر ہمیشگی کرنے والا ہو۔

۱۲) اذان اللہ تعالیٰ کے واسطے کہنے والا ہو یعنی بے لوث۔

(درمختار، عالمگیری، شرع انواع)

سنن اذان:

۱) استقبال قبلہ (۲) تکبیرات میں دو کلموں پر ٹھہرنا

۳) دائیں بائیں التفات کرنا بروقت کہنے حیّ علی الصلوٰۃ اور حیّ علی الفلاح اور التفات فقط داہنے اور بائیں ہے تاکہ پشت واقع نہ ہو قبلہ کی طرف۔ اور التفات ترک نہ کرے اگرچہ مؤذن تنہا ہو یا بچہ ہونے کے وقت اذان کہتا ہو اس واسطے کہ التفات ہر طرح سے اذان کی سنت ہے۔

۴) اذان میں ایک کلمہ پر ٹھہرنا۔

۵) مثل راگنی کے حروف کی حرکات و سکنات میں کمی بیشی واقع نہ ہونا مؤذن اذان کو ٹھہر ٹھہر کر کہے، تھوڑا اسکوت کر کے دو دو کلمے کے درمیان اور ترسیل یعنی سکتہ کا ترک کرنا مکروہ ہے۔ اگر اذان کو جلد جلد تکبیر کی طرح کہے گا تو اس کا دوبارہ کہنا مستحب ہے۔

(طحطاوی، درمختار، شامی، عالمگیری)

مکروہات اذان:

۱) جلدی جلدی بلا توقف مثل اقامت کے کہنا۔

۲) غیر قبلہ رُخ اذان کہنا۔

۳) ترجیع کرنا یعنی پہلے آہستہ آہستہ " اشھد ان لا الٰہ الا اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ ، اشھد ان محمدًا رسول اللہ ، اشھد ان محمدًا رسول اللہ کہنا اور پھر چاروں شہادتین کو زور سے کہنا (ترجیع امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز نہیں اور امام مالک، امام شافعی، امام احمد کے نزدیک سنت ہے۔) (فتح القدیر)

۴) بروقت کہنے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے دائیں بائیں التفات نہ کرنا۔

۵) بیٹھ کر اذان کہنا۔ (درمختار، عالمگیری)

اذان واقامت کا طریقہ:

اذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان کہنے والا دونوں حدثوں سے پاک ہو کر مسجد سے علیحدہ کسی اُونچی جگہ قبلہ رُخ کھڑا ہو کر اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو دونوں شہادت انگلیوں سے بند کرے (مسجد کے اندر سوائے خطبہ جمعہ کی اذان کے اورکوئی اذان نہ دے۔) (فتاوٰی قاضیخان، شرح انواع)

اللہ اکبر چار بار دو آوازوں کے ساتھ۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ دوبار دو آوازوں کے ساتھ اشھد ان محمداً رسول اللہ دوبار دو آوازوں کے ساتھ حیّ علی الصلوٰۃ دوبار حیّ علی الفلاح دوبار دو آوازوں کے ساتھ۔ پھر اللہ اکبر دوبار ایک آواز کے ساتھ۔ پھر لا الٰہ الا اللہ ایک بار ایک آواز سے فجر کی اذان میں حیّ علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیرٌ من النوم دوبار دو آوازوں کیساتھ۔ حیّ علی الصلوٰۃ کہنے کے وقت منہ کو داہنی طرف اور حیّ علی الفلاح

کہنے کے وقت منہ کو بائیں طرف پھیرنا چاہیئے اس طرح کہ سینہ اور قدم قبلہ کی طرف سے نہ پھریں۔ فجر کی اذان میں سترہ کلمے ہیں اور باقی اذانوں میں پندرہ کلمے ہیں۔

(درمختار، شامی)

اذان کو گانے کے طریقہ پر ادا نہ کرے اور نہ اس طرح کہ کچھ بلند آواز سے اور کچھ پست آواز سے۔ ہر کلمہ کہنے کے بعد اتنا سکوت کرے کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے۔

اقامت کا طریقہ بھی یہی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اذان مسجد سے باہر کہی جاتی ہے اور اقامت مسجد کے اندر۔ اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز سے اور جلدی جلدی اور دو کلمے ایک آواز میں (امام ابوحنیفہ کے نزدیک اقامت کا دوہرانا یعنی دو کلمے ایک آواز میں ہونا چاہیں برخلاف ازیں امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام زہری، امام اوزاعی اور ائمہ فقہ میں سے اکثریت کے نزدیک اذان کے کلمات کا دوہرا ہونا اور اقامت کے کلمات کا اکہرا ہونا ہے سوائے قد قامت الصلوٰۃ کے) اقامت میں الصلوٰۃ خیر من النوم نہیں بلکہ پانچوں اقامتوں میں حیّ علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ دوبار ایک آواز سے کہنا چاہیے اور نہ ہی کانوں میں انگلیاں ڈالنی چاہیں۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

اذان و اقامت کا جواب:

واجب ہے جواب دینا اذان کا زبان سے جس نے اس کو سنا اگرچہ وہ جنب ہو۔ اور حلوانی نے کہا کہ زبان سے جواب دینا مستحب ہے اور قدم سے اجابت واجب ہے۔ اور اذان کا جواب دے اس طرح کہ کہے اپنی زبان سے مؤذن کے کلمات کی

مانند بشرطیکہ مؤذن سے مسنون اذان سنے یعنی جو بطور عرب کے ہواور اس میں لحن نہ ہو یعنی تغیر کلمات نہ ہوں۔اور جواذان بعض لوگ کہتے ہیں حروف اور کلمات کو گھٹا بڑھا کر وہ حرام ہے اس اذان کا جواب نہ دینا چاہیئے۔ (تنویرالابصار، درمختار، شامی)

اذان کا جواب دوطرح پر ہے۔جو شخص مسجد سے باہر ہواس کے لئے تو فعلی جواب واجب ہے یعنی اذان سنتے ہی سب کام چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ تلاوت قرآن مجید بھی چھوڑ کر مسجد کی طرف چل پڑے۔اور جو شخص مسجد کے اندر ہواس کو زبان سے جواب دینا مستحب ہے اگر کئی اذانیں سنے تو پہلی اذان کا جواب دینا واجب ہے یا اپنی مسجد کی اذان کا جواب دے۔اس طرح سے کہ جب مؤذن تکبیریں کہے تو اس کے بعد آہستہ تکبیریں کہے۔اسی طرح شہادتوں کے بعد آہستہ شہادتیں کہے اور **حیّ علی الصلوٰۃ** اور **حیّ علی الفلاح** کے جواب میں **لا حول ولا قوّۃ الا باللہ** کہے اور صبح کی نماز کی اذان میں **الصلوۃ خیرٌ من النوم** کے جواب میں صدقت وبررت کہے اور اقامت میں **قد قامت الصلوۃ** کے جواب میں **اقامہا وادامہا** کہے۔(فتح القدیر میں ہے کہ **حی علی الصلوۃ** اور **حیّ علی الفلاح** کے وقت دونوں کو جمع کرے یعنی **حیّ علی الصلوۃ لا حول و لا قوّۃ الا باللہ** اور **حیّ علی الفلاح لاحول و لا قوّۃ الا باللہ**۔طحطاوی عن مراقی الفلاح)

اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے۔

" **اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادِ** " (عالمگیری، درمختار، شامی، فتح القدیر، مراقی الفلاح، بحرالرائق)

اذان کا جواب دینے والا مؤذن سے پہلے کلمات جواب کے نہ کہے۔اور نہ

ہی مؤذن کے ساتھ ساتھ کہے بلکہ ہر کلمہ کے تمام ہونے پر اس کا جواب دے اور مستحب ہے کھڑا ہو جانا اذان سننے کے وقت۔ کذا فی البزازیہ (درمختار، شامی)

جولوگ اذان کا جواب نہ دیں:

۱) جو خطبہ سن رہا ہو۔ (۲) جو نماز پڑھ رہا ہو۔

۳) جو علم دین پڑھ رہا ہو یا پڑھا رہا ہو۔ (۴) جو جنازہ پڑھ رہا ہو۔

۵) جو کھانا کھا رہا ہو۔ (۶) جو صحبت کرنے میں مشغول ہو۔

۷) جو پاخانہ پھر رہا ہو۔ (۸) حیض ونفاس والی عورت

۹) اگر قرآن مجید پڑھ رہا ہو تو پڑھنا چھوڑ کر اذان کا جواب دے۔ ان کے علاوہ ہر ایک کو اذان کا جواب دینا چاہیئے خواہ باوضو ہو یا بے وضو۔ (درمختار، بحرالرائق)

اذان کے احکام:

۱) فرض نماز کو مسجد میں بغیر اذان واقامت کے جماعت کیساتھ ادا کرنا مکروہ ہے (فتاوی قاضیخان)

۲) دوسری بار اذان کہی جائے اگر بعض کلمات اذان کے فرض وقت سے پہلے واقع ہوئے ہوں اقامت کی مانند برخلاف امام ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک آدھی رات کے بعد فجر کی اذان درست ہے۔ (درمختار)

۳) مغرب کی نماز کے سوا باقی نمازوں میں اذان واقامت کے درمیان چار رکعت یا کم از کم دو رکعت کی مقدار ٹھہرنا ضروری ہے اذان کہہ کر ساتھ ہی فی الفور اقامت کہہ دینا بالاتفاق مکروہ ہے۔ مغرب کی اذان واقامت کے درمیان تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت پڑھنے کی مقدار توقف

کرنا چاہیئے۔ (عالمگیری، درمختار، کنزالدقائق)

۴) مقیم نے سنت پڑھی اقامت کے بعد یا امام آیا اقامت کے بعد تو اقامت کا اعادہ نہ کرے۔ کذافی البزازیہ۔ اور مستحب ہے اگر اقامت اور نماز میں مدّت زیادہ ہو جائے یا وہ عمل پایا جائے جو قاطع اور فاصل سمجھا جائے درمیان اقامت اور نماز کے جیسے کھانا کھایا تو اقامت پھر سے کہی جائے۔

۵) مؤذن کو چاہیئے کہ نماز کے اوّل وقت میں اذان دے اور درمیان وقت میں اقامت کہے تاکہ اس کے اذان دینے کے بعد وضو کرنے والا وضو سے اور سنتیں پڑھنے والا سنتوں سے اور قضائے حاجت والا پاخانہ و پیشاب سے فارغ ہو جائے۔

۶) اذان میں اللہ اکبـر کی رے کو زبر کے ساتھ کہے اور عوام لوگ اس کو پیش دیتے ہیں۔ کذافی روضہ۔ مضمرات میں ہے کہ مؤذن کو اختیار ہے چاہے اللہ اکبـر کی رے کو پیش دے چاہے جزم۔ فتاویٰ صیرفیہ کے چھتیسویں باب میں ہے کہ یعنی اذان میں جتنے کلمے ہیں سب کے آخر پر وقف کرے حرکت نہ دے۔ لیکن چھ جگہ اللہ اکبر جو اذان میں ہیں ان میں سے پہلے، تیسرے اور پانچویں میں اللہ اکبـر کی رے کو چاہے ساکن کرے چاہیے فتحہ (زبر) کے ساتھ اگلے حرف سے ملائے۔ اگر پیش سے ملائے گا تو خلاف سنت ہوگا۔ (طحطاوی، شامی، درمختار)

۷) جب مؤذن اذان دے تو سننے والا اگر بیٹھا ہو تو کھڑا ہو جائے۔ اگر سویا ہوا ہو تو اٹھ کر بیٹھ جائے۔ اگر چل رہا ہو تو ٹھہر جائے کیونکہ اس طرح کرنا اذان کی اجابت میں داخل ہے۔

۸) جب آدمی اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہو تو کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے جس وقت مکبر "قد قامت الصلوة" کہے تو کھڑا ہو جائے۔ (عالمگیری، درمختار)

۹) امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کا جب کہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جائے۔ امام زُفر کا قول یہ ہے کہ حی علی الصلوۃ کہنے کے وقت کھڑا ہونا مستحب ہے۔ (علامہ شامی نے کہا کہ امام زُفر اور حسن بن زیاد کا قول ہے کہ قد قامت الصلوۃ کے وقت کھرا ہو) حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہونا اس وقت مستحب ہے کہ امام محراب کے پاس ہو۔ اگر محراب سے دور ہو یعنی صفوں سے پیچھے سے اپنی جگہ جانا چاہے تو جس صف میں امام پہنچے وہ صف کھڑی ہو جائے ظاہر قول میں اگر امام آگے کی جانب سے داخل ہو تو لوگ اس وقت کھڑے ہوں جب ان کی نظر امام پر پڑے۔ جب امام خود تکبیر کہے تو مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب امام اقامت پوری کر لے۔

مستحب ہے امام کو نماز کا شروع کرنا جب قد قامت الصلوۃ کہا جائے۔ امام احمد کے نزدیک حی علی الصلوۃ قیام کی حد ہے۔ امام مالک اس میں کوئی حد بندی نہیں فرماتے کیونکہ وہ لوگوں کی طاقت پر مبنی سمجھتے ہیں۔ بعض قوی، بعض بوجھل اور بعض ہلکے پُھلکے، ان کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اقامت کے اوّل میں ہی سب لوگ کھڑے ہو جائیں جب کہ امام مسجد میں موجود ہو۔ امام شافعی، امام ابو یوسف اور جمہور فقہاء نے اس کی حد اقامت کا اختتام قرار دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر نماز کے شروع کرنے میں تاخیر کی یہاں تک کہ موذن نے اقامت تمام کر لی تو اس کا کچھ مضائقہ نہیں

بالاتفاق۔تاخیر کا قول امام ابو یوسف اور ائمہ ثلاثہ کا ہے اور یہی درست تر مذہب ہے۔

(درمختار، شرح وقایہ)

۱۰) مسنون ہے اذان دینا اور اقامت کہنا قضا کی نماز کے واسطے آواز بلند کر کے اگر جماعت سے قضا پڑھتا ہو یا جنگل میں ہو نہ کہ اپنے گھر میں اکیلے۔ اگر گھر میں بھی جماعت کے ساتھ قضا کرے تو بلند آواز سے اذان دے۔ اسی طرح اذان و اقامت مسنون ہے۔ چند قضا نمازوں میں سے پہلی نماز کے واسطے۔اور آدمی اذان و اقامت میں خود مختار ہے قضا کی باقی نمازوں کے واسطے خواہ اذان و اقامت کہے یا صرف اقامت پر ہی اکتفا کرے اگر ایک مسجد میں ہو اگر چند مجالس میں قضا نمازوں کو ادا کرے تو ہر مجلس میں اذان و اقامت کہے اور اقامت سب نمازوں میں کہے۔

اور مسنون نہیں اذان و اقامت اس فائتہ نماز میں جس کو قضا پڑھتے ہوں مسجد میں۔ فائتہ نماز کا قضا کرنا مسجد میں مکروہ ہے اس واسطے کہ وقت سے نماز کا تاخیر کرنا گناہ ہے تو اس گناہ کو ظاہر نہ کرے۔ کذا فی البزازیہ۔ اور قضا کو جتا کر ادا کرنا مکروہ ہے خواہ جماعت سے ہو خواہ اکیلے ہو۔ (درمختار، عالمگیری، شامی)

مکروہ ہے مسافر کو اذان اور اقامت کا یکبارگی چھوڑ دینا اگر چہ مسافر اکیلا ہو یہاں چار صورتیں ہیں۔ ان میں دو صورتیں مکروہ ہیں۔ ایک یہ کہ اذان و اقامت دونوں کا چھوڑنا، اور دوسرے یہ کہ فقط اقامت کا چھوڑنا اور دو صورتیں مکروہ نہیں ہیں۔ ایک یہ کہ اذان و اقامت دونوں کا کہنا اور دوسری یہ کہ فقط اقامت کا کہنا۔ مسافر کو اذان و اقامت میں دو فائدے ہیں۔ ایک تو ثواب اور دوسرا حاضر ہونا ان بندگان خدا

کا جو نظر نہیں آتے۔

جو نمازی اپنے گھر میں شہر کے اندر نماز پڑھتا ہو اگرچہ باجماعت نماز ہو یا اس گاؤں میں نماز پڑھتا ہے جس میں مسجد ہے تو وہاں اذان واقامت کا ترک کرنا مکروہ نہیں۔ اس واسطے کہ اذان محلّہ اس کو کفایت کرتی ہے۔ اگر گاؤں کی مسجد میں اذان و اقامت نہ ہوتی تو اذان واقامت دونوں کا ترک کرنا مکروہ ہے فقط اذان کا ترک کرنا جائز ہے۔ (ہدایہ، شرح وقایہ، بحرالرائق، درمختار، عالمگیری)

اگر کوئی شخص ایسے مقام پر ہو جہاں جمعہ کی نماز کی شرائط پائی جاتی ہوں اور جمعہ ہوتا ہو۔ اگر وہ ظہر کی نماز پڑھے تو اس کو اذان واقامت کہنا مکروہ ہے۔ خواہ وہ ظہر کی نماز کسی عذر سے پڑھتا ہو یا بلا عذر اور خواہ قبل نماز جمعہ کے پڑھے یا بعد نماز جمعہ کے۔

(درمختار، بحرالرائق)

جس مسجد میں اذان ہوگئی ہو اس میں سے بغیر نماز پڑھے نکلنا مکروہ ہے اور اگر وہ یہ نماز پڑھ چکا ہے تو پھر اس کے لئے نکلنا مکروہ نہیں۔ مگر ظہر اور عشاء میں اگر تکبیر شروع ہوگئی تو باوجود نماز پڑھ چکنے کے بھی مسجد سے نکلنا مکروہ ہے۔ (شرح انواع)

﴿باب شرائط نماز﴾

شرائط یا شروط، شرط کی جمع ہیں۔ اس کے معنی علامت کے ہیں اور اصطلاح میں شرط اس کو کہتے ہیں جس پر کوئی چیز موقوف ہو لیکن اس کا جزو نہ ہو یعنی کسی چیز کی حقیقت سے خارج ہو مگر اس چیز کا وجود شرط پر موقوف ہو۔ مثلاً بدن اور کپڑے کی طہارت نماز کے لئے شرط ہے مگر طہارت نماز کی حقیقت میں داخل نہیں تاہم نماز کا وجود طہارت پر موقوف ہے بلا طہارت شرعاً نماز ادا نہیں کی جاسکتی۔

نماز کی شرائط کی دو اقسام ہیں۔

۱) نماز واجب ہونے کی شرائط۔ (۲) نماز صحیح ہونے کی شرائط

نماز واجب ہونے کی شرائط:

نماز واجب ہونے کی چار شرطیں ہیں:۔

۱) مسلمان ہونا۔ (۲) عاقل ہونا۔ (۳) بالغ ہونا (بلوغت کی علامت مردوں کیلئے احتلام اور عورتوں کیلئے حیض کا آنا ہے) (۴) وقت کا پایا جانا۔

پس ہر مسلمان عاقل و بالغ پر اوقات مقررہ میں کتاب وسنت و اجماع سے نماز ادا کرنا فرض عین ہے۔ اور نماز کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے بسبب ثابت ہونے نماز کے دلیل قطعی سے یعنی قرآن وسنت و اجماع کی یقینی دلیل سے نماز ثابت ہے جس میں کچھ احتمال نہیں اور منکر نماز کا حکم مرتد کا حکم ہے اور نماز کا قصداً چھوڑنے والا سستی و کاہلی سے اعلیٰ درجہ کا فاسق اور گنہگار ہے قید کیا جائے گا یہاں تک نماز پڑھے اس واسطے کہ مکلف محبوس ہوتا ہے حق العبد کے سبب سے تو خدا تعالیٰ کے حق میں جس

کرنا زیادہ سزاوار ہے۔اور امام محبوبی نے کہا کہ تارک الصلوۃ مارا جائے یہاں تک کہ
اس کا خون جاری ہو۔اور ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی، امام احمد کے نزدیک
تارک الصلوۃ قتل کیا جاتا ہے ایک نماز کے چھوڑنے سے اور یہ قتل ہے حد کی راہ سے
اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ قتل کفر کی راہ سے ہے۔مگر کسی کے نزدیک کافر نہیں سوائے
امام احمد کے۔اور اسی طرح رمضان شریف کا تارک صوم بھی واجب الحبس ہے۔تو
اب بلا عذر شرعی کسی طرح سے نماز چھوڑنے کی گنجائش نہیں ہے اور عذرات یہ ہیں۔
حیض ونفاس، بے ہوشی، غشی، نسیان، دیوانگی، نیند۔ (درمختار، شامی)

۲: نماز صحیح ہونے کی شرائط

نماز صحیح ہونے کی چھ شرطیں ہیں۔

۱) طہارت بدن (۲) طہارت لباس (۳) طہارت مکان

۴) ستر عورت (۵) استقبال قبلہ (۶) نیت

۱: طہارت بدن : پاک ہونا نمازی کے بدن کے دونوں قسم کے حدث
یعنی حکمی ناپاکی سے اور دونوں قسم کی نجاست حقیقی سے جو نماز کی مانع ہے (دونوں قسم کی
حکمی ناپاکی سے مراد حدثِ اصغر (بے وضو ہونا) اور حدثِ اکبر (غسل جنابت وغیرہ)
ہیں اور دونوں قسم کی نجاست حقیقی سے مراد نجاست مغلظہ (زائد از درم) اور نجاست
مخففہ (زائد از چوتھائی) جو مانع نماز ہے) نجاست حکمی نجاست حقیقی پر اس لئے مقدم
ہے کہ وہ غلیظ تر اور سخت تر ہے نجاست حقیقی سے اس لئے کہ نجاست حکمی تھوڑی بھی
معاف نہیں برخلاف نجاست حقیقی کے کہ وہ قلیل معاف ہے۔

(تنویر الابصار، درمختار، شامی)

۲: طہارت لباس: پاک ہونا نمازی کے اس کپڑے کا جو نمازی کے بدن

سے متصل ہو مثلاً ایک چادر کا آنچل اس کے بدن پر ہے۔ دوسرے آنچل پر ایسی نجاست لگی ہے جو مانع نماز ہے۔ تو اگر نمازی کی حرکت سے ناپاک آنچل بھی حرکت کرے تو نماز کا مانع ہے اور اگر حرکت نہ کرے تو نہیں ہے۔ اور اگر وہ چیز اس کے بدن سے متصل نہیں مثلاً چٹائی کا ایک کنارہ ناپاک ہے اور دوسرے کنارہ پر وہ نماز پڑھتا ہے تو یہ نجاست نماز کی مانع نہیں خواہ چٹائی بڑی ہو یا چھوٹی ہو۔ یا نمازی اس چیز کا اٹھانے والا گنا جائے جیسے وہ لڑکا جس پر نجاست ہے بشرطیکہ وہ آپ نہ تھم سکے بغیر نمازی کے تھامنے کے تو نماز کا مانع ہے اور اگر لڑکا نمازی کے تھامنے کا محتاج نہ ہو خود اس کو چمٹا ہو تو نمازی اس کا حامل نہ ٹھہرے گا تو نماز کا بھی مانع نہ ہوگا۔ یہی حکم ناپاک چھت اور چھپر اور خیمہ نجس کا ہے کہ جب نمازی کا سر کھڑے ہونے سے ان چیزوں میں لگتا ہو۔ (طحطاوی، درمختار، شامی)

اگر نمازی کے پاس ایسا انڈا ہے جو اندر سے خون ہو گیا ہو۔ تو نماز جائز ہے کیونکہ وہ خون اپنے معدن میں ہے برخلاف اس شیشی کے جس میں پیشاب ہے یعنی وہ مانع نماز ہے کیونکہ پیشاب اپنے معدن سے باہر ہے۔ (بحرالرائق، درمختار، شامی)

فقہاء کا قول ہے کہ اگر کپڑے کا ایک چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ پاک ہو تو اس میں نماز ادا کر سکتا ہے اسے اتار کر یا برہنہ نماز ادا کرنا درست نہیں۔ اس لئے کہ کسی چیز کی چوتھائی کو مکمل چیز کا قائم مقام قرار دیا جاتا ہے۔ اگر کپڑے کا پاکیزہ حصہ چوتھائی سے کم ہو تو امام محمد کے نزدیک پاکیزہ کپڑے کے حکم میں ہے اور اس میں نماز درست ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسے اختیار ہے کہ اسی ناپاک کپڑے میں نماز پڑھے یا اسے اتار کر برہنہ پڑھے۔ اور ناپاک کپڑے سے نماز پڑھنا برہنہ ادا کرنے سے افضل ہے۔ (ھدایہ)

اگر کسی نمازی نے نماز پڑھ چکنے کے بعد اپنے کپڑے میں نجاست مانع نماز دیکھی اور معلوم نہیں کہ نجاست کب لگی ہے تو اسی وقت نجاست دھو ڈالے اور کسی بھی نماز کا اعادہ نہ کرے۔

۳: طہارت مکان : پاک ہونا نمازی کے مکان کا یعنی اس کے دونوں قدموں کی جگہ کا یا ایک قدم کی جگہ کا اگر نمازی نے دوسرا قدم اٹھالیا اور سجدہ کی جگہ کا بالاتفاق صحیح تر قول میں۔ اور شرط نہیں پاک ہونا دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کے مقام کا ظاہر روایت میں۔ مگر جب کہ سجدہ کیا نمازی نے اپنی ہتھیلی پر یعنی اس وقت کی طہارت شرط ہوگی کیونکہ یہ سجود کا مکان ٹھہرا اور فقیہ ابولیث کے نزدیک ہاتھوں کے مکان کی عدم طہارت سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اسی کی تصحیح کی ہے عیون میں اور اطلاق متون بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابو سعود مفتی روم نے کہا ہے کہ جس عضو کا زمین پر رکھنا واجب ہے اگرچہ دونوں ہاتھ ہوں تو اس کے مکان کی طہارت شرط ہے۔ (طحطاوی، درمختار، شامی)

٤: ستر عورت: عورت کا لفظ عور سے نکلا ہے جس کا معنی ہے "نقصان" اور "عیب" تو شرمگاہ کو اس واسطے عورت کہا گیا کہ اس کو کھولنا، ظاہر کرنا عار، قبیح، عیب اور بے حیائی ہے۔ (شامی)

نماز کی چوتھی شرط ڈھکنا اور اوڑھنا ہے اپنی عورت یعنی شرمگاہ کا۔ اور ستر عورت کا واجب ہونا علی العموم ہے اگرچہ آدمی خالی مکان میں ہو بنا بر قول صحیح کے مگر غرض صحیح کے واسطے شرمگاہ کھولنا جائز ہے چنانچہ پیشاب و پاخانہ یا ختنہ یا علاج یا جماع حلال کیلئے۔ اور ستر عوت غیر سے واجب ہے نہ اپنی ذات سے جمہور کے نزدیک اور یہی قول صحیح ہے۔ اور ڈھکنا برہنگی کا چار طرف سے ہے نہ کہ اسفل (نیچے) سے تو اگر کوئی انسان نیچے سے برہنگی کسی دوسرے کی دیکھ لے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ (درمختار، شامی)

عورت یعنی مَرد کی شرمگاہ ناف کے نیچے سے دونوں گھٹنوں کے نیچے تک ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک شرمگاہ کی یہ حد جوان کے حق میں نہ صغیر یعنی چار برس کے لڑکے اور لڑکی کے حق میں کہ اس کا چھونا اور دیکھنا جائز ہے اور جوان میں حکم زانو کا خفیف تر ہے ران سے تو جو شخص اپنا زانو کھولے ہو اس پر انکار نرمی سے کرنا چاہیئے اگر اصرار کرتا ہو تو نزاع اس سے کرنا جائز نہیں۔ اور جو اپنی ران کھولے ہو اس پر انکار درشتی اور سختی سے کرنا چاہیئے بغیر ضرب کے اگر اصرار کرتا ہو۔ (طحطاوی، درمختار، شامی)

آزاد عورت کا تمام بدن عورت ہے مگر اس کا چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم عورت نہیں قول معتمد پر۔ تو ہاتھوں کی پُشت کا چھپانا واجب ہے مذہب درست پر، اور آزاد عورت کی آواز عورت نہیں راجح قول پر اور آواز کا بلند کرنا جو حرام ہے تو وہ بہ خوف فتنہ حرام ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ اس کی آواز کا بھی پوشیدہ کرنا واجب ہے۔ اسی طرح جوان عورت منع کی جائے مردوں کے درمیان چہرہ کھولنے سے اس وجہ سے نہیں کہ چہرہ اس کا عورت ہے بلکہ بہ خوف فتنہ منع کا حکم ہے۔ اور جائز نہیں نظر کرنا عورت کے چہرہ کی طرف شہوت سے مانند چہرہ بے ریش لڑکے کے اس واسطے کہ حرام ہے عورت اور بے ریش لڑکے کے چہرے کا دیکھنا جب کہ شہوت کا شک وتردد ہو اور بغیر شہوت کے نظر کرنا مباح ہے اور اسی قول پر کمال الدین صاحب فتح القدیر نے اعتماد کیا ہے۔ (ہدایہ، تنویر الابصار، درمختار، شامی، فتح القدیر)

جس قدر مرد کا بدن شرمگاہ ہے اتنا ہی لونڈی کا بھی شرمگاہ ہے۔ اس کی پیٹھ اور پیٹ کے ساتھ اگرچہ لونڈی خنثیٰ یا مدبرہ (مدبرہ وہ جس کو آقا نے کہہ دیا ہو کہ میرے

مرنے کے بعد تو آزاد ہے) یا مکاتبہ (مکاتبہ وہ جس کو آقا نے کہا کہ اگر اتنا مال دے تو
تُو آزاد ہے) یا اُمّ ولد (جس قدر پہلو پیٹ سے متصل ہے وہ پیٹ کے تابع ہے اور
جس قدر پیٹھ سے ملا ہے وہ پیٹھ کے تابع ہے یعنی کہ اس کے پہلو بھی شرمگاہ ہیں۔ (درمختار)

اور جو برہنہ نے وہ ساتر پایا کہ اس کا کل نجاست کے لگنے سے ناپاک ہے
اصل ناپاک نہیں (اصل ناپاک سے مراد جیسے مردار کی کھال جس کی دباغت نہیں ہوئی
تو یہ شخص سَترِ عورت نہ کرے اس اصل ناپاک سے نماز میں بالاتفاق بلکہ خارج نماز
میں اس سے سَتر چھپائے) یا ایسا ساتر پایا جو چوتھائی سے کم تر پاک ہو تو اس کو اس میں
نماز پڑھنا مستحب ہے اور جائز ہے برہنہ نماز پڑھنا اشارہ سے۔ اور محمد بن حسن نے
اس ساتر کا جو تمام ناپاک ہے یا چہارم سے کم تر طاہر ہے پہننا لازم کیا ہے مستحب نہیں
اور اسرار میں اس قول کو اچھا سمجھا ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا اگر ساتر کا چوتھائی
حصہ پاک ہو تو اسی ساتر میں بالضرور نماز پڑھے اس واسطے کہ چہارم کل کے برابر ہے
اور یہ حکم مذکور اس وقت ہے جب کہ نہ پائے اس چیز کو جو نجاست کو دور کردے یا اس کو
کم کر ڈالے تو ازالہ واجب ہے۔ (تنویر الابصار، درمختار، شامی)

5: استقبال قبلہ : کعبہ کی طرف منہ کرنا خواہ حقیقت میں ہو یا حکماً ہو
جیسے عاجز یعنی وہ شخص کہ مرض یا دشمن کے ڈر سے یا قبلہ کے نہ معلوم ہونے کی جہت
سے قبلہ رُخ نہ ہو سکتا ہو تو جس طرف کہ مریض و خائف اپنا منہ کر سکتے ہیں یا قبلہ کو نہ
جاننے والا اٹکل سے کسی طرف قبلہ ٹھہراتا ہے تو وہ ان کا قبلہ حکمی ہے۔ اگر قبلہ اسے
معلوم نہیں اور کوئی ایسا بھی نہیں جس سے پوچھے تو گمان غالب سے پڑھ لے۔ اگر بعد
نماز معلوم ہو کہ قبلہ اس طرف نہ تھا تو نماز کا اعادہ نہ کرے۔ اگر نماز کے اندر معلوم

ہو جائے کہ قبلہ ادھر ہے تو حالت نماز میں قبلہ کی طرف منہ پھیر لے۔

کعبہ کی طرف منہ کرنا شرط زائد ہے اور مقصود سجدہ کا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اگر خود کعبہ کو سجدہ کرے گا تو کافر ہو جائے گا۔ (درمختار، شامی)

قبلہ کے باب میں کشادگی معتبر ہے اور میدان کعبہ ہے نہ اس کی عمارت تو وہ کشادگی ساتویں زمین سے لے کر عرش تک ہے۔ اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہرے کنویں میں یا اونچے پہاڑوں پر نماز پڑھے گا تو اس کی نماز درست ہوگی۔

(تنویر الابصار ، درمختار ، شامی ، شرح وقایہ ، طحطاوی)

٦ : نیت کرنا : نیت یعنی پختہ ارادہ کرنا بدلیل اجماع و اتفاق نیت ارادہ ہے ترجیح دینے والا ایک چیز کا دو برابر چیزوں سے یعنی کرنا اور نہ کرنا افعال اختیاریہ کا۔ طحطاوی نے کہا کہ نیت مطلق ارادہ کا نام نہیں بلکہ عبارت اس ارادۂ فعل سے جو فعل کے ساتھ ہو اور علم میں اس سے پہلے ہو۔ اور نماز کا ارادہ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے یعنی نیت ہر ارادہ کا نام نہیں بلکہ یہاں ارادہ نماز کا مراد ہے خلوص کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے عبادت میں نہ شرک جلی مشرکوں کے مانند اور نہ شرک خفی ریاکاروں کے مانند۔

اور نیت میں معتبر دل کا عمل ہے جس کو ارادہ لازم ہے تو کچھ اعتبار نہیں زبان کے ذکر کا اگرچہ وہ دل کے مخالف ہو اس لئے کہ زبانی ذکر کلام ہے نیت نہیں ہے۔ جب عمل دل معتبر ہوا نہ عمل زبان، تو اگر زبان نے خطا کی تو کچھ ضرر نہیں۔ مثلاً دل میں ارادہ ظہر کا ہو اور زبان سے عصر نکلا تو نیت صحیح ہے۔ اور عدد رکعت میں خطا قلبی بھی مضرت نہیں کرتی اس واسطے کہ تعیین عدد شرط نہیں تو اس کی خطا بھی مضر نہیں۔ مگر جب

کہ آدمی عاجز ہو دل کے حاضر کرنے سے افکار اور تشویشات کے لاحق ہونے سے تو اب اس کو زبان کا عمل بجائے عمل دل کے کفایت کرتا ہے اور دل کا عمل یہ ہے کہ جانے آدمی نماز کے وقت فوراً بغیر غور اور تامل کے کہ کون سی نماز پڑھتا ہے سو اگر نہ جانے مگر تامل کرنے سے تو نماز جائز نہیں۔ اور یہ استحضار فقط نیت کے وقت شرط ہے تمام نماز میں نہیں ہے۔ (درمختار، شامی)

ارادہ نماز کے وقت زبان سے نیت کرنا مستحب ہے اور یہی قول مختار ہے اور بعضوں نے کہا کہ زبان سے نیت کرنا سنت مؤکدہ دائم العمل ہے یعنی یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ پسند کیا ہے اس کو یا اس کو طریقہ قرار دیا ہے ہمارے عالموں نے۔ سنت شرعی یہاں مراد نہیں اس لئے کہ زبان سے نیت کرنا حضور ﷺ اور صحابہ کرام اور تابعین عظام سے منقول نہیں بلکہ بعض علماء نے اس کو بدعت کہا اور بدعت سے یہاں بدعت حسنہ مراد ہے بقول معتمد کے نہ کہ بدعت سیئہ۔ زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے اطمینان کے سبب سے نہ اور وجہ سے یعنی انسان کبھی پریشان خاطر ہوتا ہے اور زبان کے کہنے سے ارادہ دلی کو جمعیت حاصل ہو جاتی ہے۔

نیت ہمارے نزدیک شرط ہے سب عبادتوں میں یعنی کسی بھی عبادت میں رکن نہیں بلکہ سب میں شرط ہے۔ البتہ تکبیر تحریمہ میں اختلاف ہے کہ اس کو بعض نے رکن بھی کہا ہے مگر معتمد یہی ہے کہ وہ شرط ہے۔ (درمختار)

اگر الفاظ نیت کہہ کر ان شاء اللہ کہا تو اگر نیت کی ہوئی چیز ان کاموں سے ہو گی جو زبانی قولوں سے متعلق ہیں جیسے طلاق اور آزادی تو ان شاء اللہ کہنے سے وہ باطل ہو جائیں گے۔

شروع کیا کسی عمل کو اخلاص کے ساتھ پھر اس عمل میں ریا یعنی نمود کا خلط ہو گیا تو سابق کا اعتبار ہو گا یعنی عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہے گا اور ریا کامل یہ ہے کہ اگر نمازی اچھی طرح ادا نہ کرے تو اس کو اصل نماز کا ثواب ملے گا اچھی طرح پڑھنے کا نہ ملے گا اور نماز کو یا دوسرے اچھے کام کو ریا کے داخل ہونے کے خوف سے نہ چھوڑے کیونکہ ریا کا داخل ہونا ایک وہمی بات ہے تو وہمی بات کے لئے نیک کام کیوں چھوڑا جائے اگر کوئی شخص ریا کے ساتھ نماز پڑھے گا تو اس کے ذمہ سے واجب ساقط ہو جائے گا بسبب پائے جانے شرائط اور ارکان کے۔ (درمختار)

ایک شخص سے کہا کہ ظہر کی نماز پڑھ لے تجھ کو ایک دینار ملے گا۔ سو اس نے اسی ارادہ سے نماز پڑھی تو چاہیئے کہ یہ نماز اس کو کافی ہو اور وہ مستحق دینار نہ ہو۔ نماز کا کافی ہونا اس وجہ سے ہے کہ فرض میں ریا کو دخل نہیں اور دینار کا استحقاق اسوجہ سے نہ رہا کہ نماز اس کے ذمہ واجب تھی اور واجب چیز پر اُجرت کا استحقاق نہیں ہوتا۔ مثلاً باپ اپنے بیٹے کو اپنی خدمت کے لئے نوکر رکھے تو بیٹا کچھ نوکری کی اُجرت کا مستحق نہ ہو گا اس لئے کہ باپ کی خدمت کرنا بیٹے پر فرض ہے۔ (درمختار، شامی)

نیت میں امام پر دو اور مقتدی پر تین باتیں ضروری ہیں۔ ایک تو نماز کی نیت میں اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے کہنا۔ دوسرے کعبہ شریف کی جانب منہ کرنے کی نیت کرنا، یہ دو باتیں تو امام اور مقتدیوں کے لئے ضروری ہیں اور تیسری بات جو صرف مقتدیوں کیلئے ضروری ہے وہ اقتداء کرنے کی نیت ہے امام کے پیچھے۔ (عالمگیری)

اگر کوئی آدمی ایک ہی دوگانہ نفل میں کئی نوافل کی نیت کرے مثلاً دوگانہ تحیۃ الوضو میں تحیۃ المسجد اور نماز اشراق یا کسی اور نفل کی تو اس کو ایک ہی دوگانہ میں سب نوافل کا ثواب نیت کے سبب سے مل جائے گا۔ (درمختار)

نیت کے متعلق سات سوال ہیں:۔

نیت کی حقیقت، نیت کا حکم، نیت کا محل، نیت کا زمانہ، نیت کی شرط، نیت کا قصد وارادہ اور نیت کی کیفیت کیا ہے؟

۱: نیت کی حقیقت میں قصد طاعت وتقرب الی اللہ ہے فعل کے ساتھ۔

۲: نیت کا حکم یہ کہ وضو غیر ماموربہ میں نیت کرنا مسنون اور وضو ماموربہ میں اور گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کرنے اور تمام عبادات مقصودہ میں نیت کرنا فرض ہے۔

۳: نیت کا محل دل ہے اور زبان سے نیت کرنا بدعت ہے مگر پریشان دل جو عزیمت پر قادر نہ ہو اس کو زبان سے کہنا مستحسن ہے۔

۴: نیت کا زمانہ وضو اور غسل میں سب سنتوں سے پہلے ہے اور نماز میں تکبیر تحریمہ کے نزدیک یا اس سے پہلے بشرطیکہ کوئی فاصل مانع بنا نہ ہو۔

۵: نیت کی شرط اسلام اور عقل ہے۔

۶: نیت سے قصد یعنی مقصود اور غایت نیت کی امتیاز کرنا ہے۔ عادات کا عبادات سے یا ایک عبادت کا دوسری عبادت سے۔

۷: نیت کی کیفیت یہ ہے کہ عبادت کا قصد کرے اس کو جان کر کہ کون سی عبادت ہے یعنی مطلق طاعت اور تقرب کی نیت کفایت نہیں کرتی بغیر تخصیص کے۔

(درمختار، شامی)

﴿باب صفت نماز﴾

لغت میں صفت ایسے معنی کے بیان کو کہتے ہیں جو ذات موصوف میں موجود ہو اور عرفاً نماز میں صفت وہ کیفیت ہے جو شامل ہو فرض، واجب، سنت اور مستحب پر

(درمختار)

فرائض نماز

نماز کے فرائض یعنی ارکان سات ہیں ان میں سے کسی ایک بھی رکن کے نہ پائے جانے سے نماز نہیں ہوتی وہ یہ ہیں۔

۱) تکبیر تحریمہ (۲) قیام (۳) قرأت (۴) رکوع
۵) سجود (۶) قعدہ اخیر (۷) خروج بصنعہ

۱: تکبیر تحریمہ : تکبیر تحریمہ شرط ہے سب نمازوں میں سوائے نماز جنازہ کے اور فرض ہے قدرت والے پر یعنی گونگے اور اُمّی پر اللہ اکبر کہنا فرض نہیں بلکہ جو کہہ سکتا ہے اس پر فرض ہے یعنی تکبیر تحریمہ شرط ہونے پر فتوئی ہے نہ رکن ہونے پر جو قول ہے امام محمد کا اور جنازے کو اس لئے استثناء کیا کہ اس میں یہ تکبیر رکن نماز جنازہ ہے مثل اور تکبیروں کے اور اس کو پہلی شرطوں کے ساتھ اس لئے ذکر نہ کیا کہ تکبیر تحریمہ نماز کے ساتھ ایسی ملی ہوئی ہے جیسے دروازہ گھر سے ملا ہوا ہے۔ (درمختار)

نماز کی کلید یعنی کنجی طہارت ہے اور تحریمہ اس کی تکبیر ہے یعنی جب تکبیر کہے تو جو افعال منافی نماز ہیں یعنی مباح چیزیں وہ سب حرام ہو گئے اور تحلیل اس کی تسلیم ہے یعنی جو چیزیں حرام ہو گئی تھیں وہ اب سلام سے حلال ہو جائیں گی۔ (درمختار، شرح وقایہ)

نماز کا شروع کرنے والا نہ ہوگا صرف مبتدا کہنے سے جیسے فقط اللہ کہے اور خبر

کچھ نہ کہے اور نہ صرف اکبر کہنے سے شروع کرنے والا ہوگا یہی قول مختار ہے یہی قول امام محمد کا ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے امام ابوحنیفہ سے اور وجہ شروع کرنے والا نہ ہونے کی یہ ہے کہ شروع نماز کی پوری شرط ہے پورا جملہ کہنا۔ تو صرف مبتداء یا خبر کے کہنے سے شرط نہ پائی جائے گی۔ پس مقتدی نے لفظ اللہ امام کے ساتھ کہا اور اکبر کے لفظ کو امام کے فارغ ہونے سے پہلے کہہ لیا یعنی ابھی امام نے لفظ اکبر کو پورا نہیں کیا تھا کہ مقتدی کہہ چکا۔ یا مقتدی نے امام کو رکوع میں پایا تو لفظ اللہ تو کھڑے ہو کر کہا اور لفظ اکبر رکوع میں کہا تو دونوں صورتوں میں اس کی اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ صحیح تر قول میں پہلی صورت میں اقتداء اس لئے صحیح نہ ہوئی کہ بوجہ ناتمام ہونے اللہ اکبر کے ابھی نماز کا شروع کرنے والا نہیں ہوا تھا کہ مقتدی نے اس کی اقتداء کر لی۔ تو خارج نماز کی اقتداء ہوئی۔ اور دوسری صورت میں شرط تحریمہ مفقود ہے یعنی حالت قیام میں پورا جملہ چاہیئے تھا وہ نہ ہوا۔ اس لئے اقتداء بھی صحیح نہ ہوئی جیسے اقتداء صحیح نہیں ویسے ہی مقتدی خود اپنی نماز کا شروع کرنے والا بھی نہ ہوگا کیونکہ اس نے قصد شریک ہو کر پڑھنے کا کیا تھا یعنی نیت تنہا پڑھنے کی پہلے ہی نہ تھی۔ جیسے اقتداء صحیح نہیں جب کہ فارغ ہوا مقتدی لفظ اللہ کے کہنے سے پہلے شروع کرنے امام کے یعنی امام نے ابھی تکبیر تحریمہ شروع ہی نہیں کی کہ مقتدی کہہ چکا تو اقتداء صحیح نہ ہوگی۔

(درمختار، شامی، عالمگیری)

اللہ اکبر وجوبا کہے ہمزوں کے حذف کرنے کے ساتھ یعنی اللہ اور اکبر کے ہمزوں کو بڑھا کر نہ پڑھے۔ اس لئے کہ کھینچ کر پڑھنا ان دو ہمزوں میں سے ایک مفسد نماز ہے شروع نماز کا اگرچہ نادانستگی میں بڑھا کر پڑھا ہو اور جان کر ان کو مد کرنا کفر ہے اور اسی طرح با کا بڑھانا اکبر میں صحیح تر قول میں مفسد نماز ہے۔ (درمختار)

اٹھائے اپنے دونوں ہاتھوں کو اللہ اکبر کہنے سے پہلے امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک اور بعضوں نے کہا کہ اللہ اکبر کہنے کے ساتھ ہی اٹھائے لگانے والا دونوں انگوٹھوں کو دونوں کانوں کی لو سے امام ابو یوسف اور فقہاء احناف طحاوی و قاضیخان کے نزدیک اور تیسرا قول یہ ہے کہ اللہ اکبر کہنے کے بعد اٹھائے۔ (درمختار، شامی)

تکبیر تحریمہ کہتے ہی ثناء پڑھے مگر جب امام قرأت پڑھنے لگا ہو تو اس وقت مقتدی ثناء نہ پڑھے۔ خواہ مقتدی کچھ نماز ہو جانے کے بعد ملا ہو یا شروع سے امام کا شریک ہو۔ اور برابر ہے کہ اس کا امام قرأت پکار کر پڑھتا ہو یا نہیں۔ اس لئے کہ نہر الفائق میں صغریٰ سے منقول ہے کہ امام کو مقتدی نے قیام میں پایا تو ثناء پڑھے جب تک کہ امام نے قرأت شروع نہ کی ہو۔ اگر امام کو رکوع یا سجدہ میں پایا تو اگر مقتدی کا گمان غالب ہو کہ ثناء پڑھ کر امام سے مل جائے گا تو ثناء پڑھ لے اور اگر امام کو رکوع میں پایا تو تحریمہ کہہ کر رکوع کرے اور ثناء کو ترک کرے اور اگر سجدہ میں پائے تو بعد تحریمہ کے ثناء پڑھے اور سجدہ میں شریک ہو اور یہی حال قعدہ کا ہے۔ (درمختار)

۲: قیام : قیام یعنی سیدھا کھڑا ہونا اس طرح کہ ہاتھ چھوڑے جائیں تو گھٹنوں پر نہ پہنچیں اگر گھٹنوں پر پہنچ جائیں گے تو قیام ادا نہ ہوگا۔ اگر کوئی عذر نہ ہو تو قیام فرض ہے مثلاً بیماری، برہنگی، اور بڑھاپا، ان عذرات میں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ ان کے علاوہ اگر بیٹھ کر پڑھے گا تو نماز جائز نہ ہوگی۔ البتہ نفل نماز میں قیام فرض نہیں بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ (درمختار، عالمگیری)

قیام کی مقدار کے فرض اور واجب اور مسنون اور مستحب ہونے کی اس کے اندر قرأت کی مقدار پر منحصر ہے۔ یعنی قیام مقدار ایک آیت کے فرض ہے اور بقدر سورۃ فاتحہ اور دوسری سورۃ یا تین چھوٹی آیتوں کے واجب ہے۔ اور وتر میں اتنا قیام

جس میں سورۃ اعلیٰ اور سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص پڑھی جائے مسنون ہے۔ اور صبح کی نماز میں طوال مفصل کے پڑھنے کی مقدار مستحب ہے۔ غرض کہ جس قدر قرأت نماز میں فرض یا واجب وغیرہ ہے اسی قدر قیام میں بھی فرض واجب وغیرہ ہے اور کبھی لازم ہوتا بیٹھ کر پڑھنا مثلاً کھڑے ہونے سے کسی شخص کا زخم بہنے لگے یا پیشاب جاری ہوجائے یا چوتھائی ستر کھل جائے یا قرأت سے بالکل عاجز ہو جائے یعنی بقدر فرض بھی نہ پڑھ سکے یا قیام کی جہت سے رمضان کے روزہ سے عاجز ہو تو ان صورتوں میں بیٹھ کر پڑھے کیونکہ کھڑے ہونے سے طہارت جاتی رہے گی یا ستر یا قرأت یا روزہ۔ اور ان کا کوئی بدل نہ ہوگا قیام کو ترک کرنے سے بیٹھنا اس کا خلیفہ ہو جائیگا۔ (درمختار، شامی)

اسی طرح اگر ایک شخص مسجد میں آکر جماعت سے نماز ادا کرے تو قیام مفروض کی طاقت نہیں رہتی۔ اگر گھر پڑھے تو قیام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے۔ ایسا شخص جماعت میں حاضر نہ ہو۔ اسی کا فتویٰ ہے۔ اور گھر میں قیام کے ساتھ نماز ادا کرے۔ کیونکہ قیام فرض ہے اور جماعت سنت مؤکدہ تو اس کے لئے فرض کو ترک نہ کرے۔

(درمختار)

۳: قرأت: قرأت پڑھنا یعنی ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھنا۔ مطلق قرأت سب علماء امت کے نزدیک فرض ہے۔ امام شافعی کے نزدیک تمام رکعات میں امام مالک کے نزدیک پہلی تین رکعات میں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک پہلی دو رکعات میں فرض ہے۔ امام احمد قول مشہور کے مطابق امام شافعی کے ہم نوا ہیں اور ایک روایت کے مطابق حنفیہ کے ساتھ ہیں۔ امام حسن بصری اور امام زفر بن الھذیل کے نزدیک ایک رکعت میں فرض ہے۔ (مظاہر حق)

یاد کرنا ایک آیت کا فرض عین ہے یعنی ہر شخص عاقل بالغ اور مسلمان پر فرض

متعین ہے۔ اور یاد کرنا سب قرآن کا فرض کفایہ ہے یعنی کچھ مسلمانوں کے یاد کرنے سے اوروں کے ذمہ یاد کرنا فرض نہ رہے گا۔ اور سب قرآن کا یاد کرنا سنت ہے ہر شخص مکلّف کے لئے اور افضل ہے نفل پڑھنے سے اور سنت کبھی عین ہوتی ہے اور کبھی کفایہ۔ مثلاً تراویح کی جماعت ہر محلّہ میں سنت کفایہ ہے۔ اور سیکھنا فقہ کا ان دونوں سے افضل ہے یعنی نفل پڑھنے سے اور باقی قرآن کے یاد کرنے سے۔ فقہ سے مراد وہ مسائل دینی ہیں جو زائد اس شخص کی حاجت سے ہوں ورنہ بقدر حاجت کا سیکھنا تو فرض ہے۔ اور باقی قرآن سے غرض یہ ہے کہ جس قدر قرآن کا یاد کرنا فرض یا واجب ہے اسکے سوا باقی کو یاد کرنے سے فقہ کا سیکھنا افضل ہے او اس میں یہ شرط ہے کہ کچھ لوگ سب قرآن کو یاد کرتے ہیں۔ اگر کوئی یاد نہ کرتا ہوگا۔ تو اس صورت میں فقہ کا سیکھنا افضل نہ ہوگا۔

(درمختار، شامی)

فرض نمازوں میں قرأت ٹھہر ٹھہر کر اور ہر حرف کو جُدا جُدا پڑھے اور تراویح میں نہ ٹھہر کر پڑھے نہ جلد بلکہ متوسط پڑھے۔ اور رات کی نفلوں یعنی تہجد میں نمازی کو جائز ہے کہ جلد پڑھے لیکن اتنا کہ سمجھ آئے۔ (درمختار، شامی)

دوسری رکعت کا زیادہ کرنا اوّل رکعت پر بقدر تین آیات بالاتفاق مکروہ ہے۔

(درمختار)

کچھ مضائقہ نہیں اس بات کا کہ پڑھے ایک سورۃ ایک رکعت میں پھر دوبارہ وہی پڑھے دوسری رکعت میں یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اضطرار کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے۔ مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ الناس سہو سے پڑھ گیا تو دوسری میں پھر اس کو پڑھے ورنہ الٹا پڑھنا لازم آئے گا۔ اور اس کا بھی مضائقہ نہیں کہ پہلی رکعت میں ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری میں دوسری جگہ سے اگرچہ دونوں مقام ایک ہی

سورۃ میں سے ہوں۔ بشرطیکہ دونوں مقاموں میں دو آیتوں کا یا زیادہ کا فاصلہ ہو۔ اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہوگا۔ (درمختار، شامی)

مقتدی قرأت نہ پڑھے نہ جہری نمازوں میں نہ سرّی اور درّ ربحار میں مبسوط خواہرزادہ سے منقول ہے کہ امام کے پیچھے قرأت پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور پڑھنے والا فاسق ہوتا ہے۔ مقتدی کو قرأت سے منع کرنا اسّی صحابہ سے ماثور ہے جن میں حضرت علی عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن مسعود ﷺ ہیں۔ بلکہ مقتدی قرأت امام کی سُنے جب وہ پکار کر پڑھے اور چپ رہے جب وہ آہستہ پڑھے بسبب قول حضرت ابو ہریرہ ﷺ کہ ہم امام کے پیچھے پڑھا کرتے تھے پس حکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور چپ رہو۔ (درمختار، شامی)

٤: رکوع: رکوع کرنا یعنی اس قدر جھکنا کہ اگر دونوں ہاتھ پھیلا دے تو زانو پکڑ ے ورنہ رکوع نہ ہوگا اور بیٹھ کر رکوع کرنے میں پیشانی مقابل زانو کے ہو۔

(درمختار، شرح وقایہ)

٥: سجود: دونوں سجدے باجماع امّت فرض ہیں۔ سجدہ میں پیشانی کا اور دونوں ہاتھوں کا اور دونوں گھٹنوں کا اور دونوں پاؤں کا زمین پر ٹکا رہنا فرض ہے۔ سجدہ میں ناک کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور پاؤں کی انگلیوں میں سے ایک انگلی کا زمین پر ٹکا رہنا بھی شرط سجدہ ہے۔ اگر ایک انگلی بھی زمین پر ٹکی نہ ہوں گی اور دونوں پاؤں سجدہ میں اٹھ جائیں گے تو سجدہ نہ ہوگا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر ایک پاؤں سجدہ میں اٹھ جائے گا تو درست تو ہوگا لیکن مکروہ ہوگا۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور دونوں سجدوں کی حدّ فاصل یہ ہے کہ بیٹھنے کے قریب ہو جائے۔ اگر اس سے پہلے دوسرا سجدہ کرے گا تو بموجب قول صحیح کے سجدہ نہ ہوگا۔ (درمختار، شامی، عالمگیری، مدارج النبوۃ)

٦: **قعدہ اخیرہ**: قعدہ اخیرہ یعنی بمقدار تشہد اخیر نماز میں بیٹھنا۔

۷: **خروج بصنعہ**: خُروج بصُنعہٖ یعنی اپنے کسی فعل کے ساتھ نماز سے خارج ہونا

انہی کو ارکان یعنی فرائض کہتے ہیں۔(شرح وقایہ کنز الدقائق، درمختار، عالمگیری، شامی)

اگر التحیات پڑھنے کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر کے سلام پھیر دے نماز ہو جائے گی۔اسی طرح اگر التحیات پڑھنے کے بعد دانستہ نماز توڑ دے یا گفتگو کرنے لگے یا نماز کے منافی کوئی کام کرے تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔اس لئے کہ وہ نماز کے ارکان سے فارغ ہو چکا ہے۔اب کوئی رکن باقی نہیں کیونکہ اسے نماز سے باہر آنے میں اپنے فعل سے جو فرض تھا وہ ادا ہو گیا۔(درمختار، کنز الدقائق، قدوری، شرح وقایہ)

مندرجہ ذیل بارہ مسائل میں جن کو فقہاء مسائل اثنا عشریہ کہتے ہیں ان میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگی۔

1: ایک شخص تیمّم کر کے نماز پڑھ رہا تھا اس نے التحیات پڑھ لی کہ پانی پر قادر ہو گیا۔

2: پاؤں پر مسح کر کے نماز پڑھ رہا تھا التحیات پڑھنے کے بعد مسح کی مدت پوری ہوگئی۔

3: تھوڑے سے عمل کے ساتھ جو نماز کے منافی نہیں التحیات کے بعد پاؤں سے موزے اتار دیئے۔

4: وہ ناخواندگی کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا التحیات کے بعد سورۃ یاد آ گئی۔

5: برہنہ حالت میں نماز پڑھ رہا تھا التحیات کے بعد کپڑے پر قادر ہو گیا۔

6: اشارہ سے نماز پڑھ رہا تھا التحیات کے بعد رکوع و سجود پر قدرت حاصل ہوگئی۔

7: التحیات کے بعد اسے یاد آیا کہ اس کی کوئی نماز واجب الادا ہے۔

8: ایک قاری نماز پڑھا رہا تھا التحیات کے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا اور اس نے ایک ناخواندہ آدمی کو اپنی جگہ کھڑا کر دیا۔

9: فجر کی نماز پڑھ رہا تھا التحیات کے بعد حالت نماز میں آفتاب طلوع ہو گیا۔

10: جمعہ کی نماز پڑھ رہا تھا التحیات کے بعد عصر کا وقت شروع ہو گیا۔

11: پٹی پر مسح کر کے نماز پڑھ رہا تھا التحیات کے زخم اچھا ہونے سے گر گئی۔

12: مستحاضہ عورت نماز پڑھ رہی تھی التحیات کے بعد وہ تندرست ہو گئی۔

یہ بارہ مسائل امام ابوحنیفہ اور ان کے دونوں شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد کے مابین اختلافی ہیں۔ بنائے اختلاف یہ ہے کہ صاحبین کے نزدیک یہ تمام مفسدات اس وقت وقوع میں آئے جب کہ نمازی کی نماز تمام صورتوں میں مکمل ہو چکی تھی۔ لہٰذا ان امور کے پیش آجانے سے اس کی نماز میں کوئی حرج واقع نہیں ہوا اور اس کی نماز مکمل ہو گئی۔ بخلاف ازیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز کا خاتمہ نمازی کے کسی ذاتی فعل پر ہونا چاہیئے تھا۔ اسے فقہی اصطلاح میں خروج بصنعہٖ کہتے ہیں اور یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک فرض ہے چونکہ ان تمام صورتوں میں نماز کا اختتام نمازی کے ذاتی فعل پر نہیں ہوا تو گویا یہ مفسدات حالت نماز میں پائے گئے اور اس لئے اس کی نماز فاسد ہو گئی۔

واجباتِ نماز

1: سورۃ فاتحہ پڑھنا۔ سورۃ فاتحہ کی ہر آیت الگ الگ واجب ہے۔

2: پوری سورۃ فاتحہ کا ایک بار پڑھنا۔ اگر پہلی دو رکعتوں میں سورۃ سے پہلے سورۃ فاتحہ دو بار پڑھے گا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ سورۃ ملانے کی تاخیر سے اور پہلی رکعتوں کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر پچھلی رکعتوں میں سورۃ سے پہلے دوبارہ پڑھے گا تو سجدہ سہو نہ ہوگا۔

3: سورۃ فاتحہ کا قرأت سے پہلے پڑھنا یعنی اگر دوسری سورۃ کا ایک حرف بھی

سورۃ فاتحہ سے پہلے پڑھے گا تو سجدہ سہو کرے۔ اور حرف سے مراد اتنی دیر پڑھنا ہے جس میں ایک رکن ادا ہو مثلاً تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار میں۔ اگر ادائے رکن سے کم دیر لگے گی تو سہو کا سجدہ لازم نہ آئے گا۔ (درمختار، شامی)

4: فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں اور واجب و سنت کی سب رکعتوں میں قرأت کا ملانا فرض کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ ملانے سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا۔ (درمختار، شامی)

5: فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں کو قرأت کے لئے معین کرنا۔

6: مکرر نہ کرنا واجب کا واجب ہے۔ مگر سورۃ فاتحہ اس سے مستثنیٰ ہے یعنی اگر سورۃ کے بعد پھر سورۃ فاتحہ کو مکرر پڑھے گا تو سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔ (درمختار)

7: رعایت کرنی ترتیب نماز کی یعنی ہر فرض و واجب کو اپنے محل پر ادا کرنا جیسے ترتیب درمیان دو سجدوں کے اور ترتیب درمیان قرأت و رکوع کے اور ترتیب درمیان عدد رکعات کی۔

8: قومہ کرنا۔ (9) جلسہ کرنا۔

10: اعضاء کا ساکن کرنا رکوع و سجود اور قومہ اور جلسہ میں۔ فقہی اصطلاح میں اسے تعدیل ارکان کہتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک رکوع و سجود میں سکون کرنا واجب ہے اور قومہ و جلسہ میں سنت ہے۔ امام شافعی، امام احمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک رکوع و سجود میں فرض ہے اور قومہ و جلسہ میں واجب ہے۔

(ھدایہ، شرح وقایہ، درمختار، عمدۃ الرعایہ)

مشہور قاعدہ ہے کہ فرض کی تکمیل کرنے والی چیز واجب ہوتی ہے اور واجب کی تکمیل کرنے والی چیز سنت ہوتی ہے۔ چونکہ تعدیل سے تکمیل ہوتی ہے تو رکوع و سجود جو فرض ہیں ان میں تعدیل واجب ہونی چاہیئے اور قومہ و جلسہ جو واجب ہیں ان میں تعدیل سنت ہونی چاہیئے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ چاروں فرض ہیں یعنی فرض

کہ ان کے نہ ہونے سے نماز درست نہیں رہتی۔ (درمختار، شامی)

11: امام کو جہری نمازوں مثل فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین، تراویح اور رمضان کے وتر میں پکار کر پڑھنا اور سرّی نمازوں مثل ظہر، عصر میں آہستہ پڑھنا، ادنیٰ درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنی جو اس کے قریب نہ ہو اور ادنیٰ درجہ سرّ یعنی آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو اور اپنے قریب کے شخص کو۔ پھر اگر ایک دو آدمیوں نے قرأت کو سنا تو یہ جہر نہ ہوگا۔ جہر یہ ہے کہ سب سنیں۔ اگر جماعت بہت زیادہ ہو تو گرد و پیش کے آدمی سنیں۔ (درمختار، شامی)

اور شرح وقایہ میں ہے کہ ادنیٰ درجہ جہر کا یہ ہے کہ دوسرا سُنے اور ادنیٰ درجہ سرّ کا یہ کہ فقط خود سنے اور یہی صحیح ہے اور بعضوں کے نزدیک ادنیٰ درجہ جہر کا یہ ہے کہ خود سنے اور ادنیٰ درجہ سر کا یہ ہے کہ فقط تصحیح حروف کی ہو۔

12: پہلا قعدہ تین یا چار رکعت والی نماز کا خواہ نفل ہی ہوں۔ اور پہلے قعدہ میں تشہد پر زیادتی نہ کرنا۔

13: اوّل و آخر دونوں قعدوں میں التحیات پڑھنا۔

14: لفظ السّلام کے ساتھ نماز سے نکلنا

15: تکبیر قنوت۔ (16) قرأت قنوت

17: تکبیر قنوت کے رکوع کی

18: تکبیرات عیدین، ہر تکبیر جدا جدا واجب ہے۔

19: تکبیر رکوع دوم دوگانہ عید

20: عید کے دوگانہ کے شروع میں اللہ اکبر کہنا۔

21: امام کی متابعت مقتدی کو کرنا۔

22: سجدہ تلاوت

(23) دوبارہ رکوع نہ کرنا۔ 24: تیسرا سجدہ نہ کرنا۔

25: مقتدی کا قرأت سے خاموش رہنا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک، امام مالک کے نزدیک جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت مکروہ ہے خواہ وہ امام کی قرأت سن رہا ہو یا نہ سن رہا ہو۔ امام شافعی کے نزدیک سرّی و جہری نمازوں میں قرأت مقتدی پر واجب ہے اور امام احمد کے نزدیک سرّی نمازوں میں پڑھنا مستحب ہے۔ (عمدۃ الرعایۃ)

اگر مقتدی امام کے پیچھے قرأت پڑھے گا تو مکروہ تحریمی ہوگا مگر اصح قول میں نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر بھول کر پڑھے گا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا کیونکہ مقتدی پر سہو نہیں ہوتا باتفاق ابوحنیفہ وصاحبین مقتدی قرأت نہ پڑھے نہ جہری نماز میں اور نہ سرّی نماز میں اور نہ سورۃ فاتحہ پڑھے سری نماز میں اور جو قول امام محمد کی طرف منسوب ہے کہ سری نماز میں مقتدی کو احتیاطاً سورۃ فاتحہ کا پڑھنا مستحب ہے وہ ضعیف ہے اس کو کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا کہ امام محمد نے اپنی کتاب الآثار میں فرمایا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنا ہمارے نزدیک کچھ نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سرّی۔ اور در ر بحار میں مبسوط خواہر زادہ سے منقول ہے کہ امام کے پیچھے قرأت پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور پڑھنے والا فاسق ہوتا ہے۔ مقتدی کو قرأت سے منع کرنا اسّی صحابہ سے ماثور ہے۔ جن میں حضرت علی، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہیں بلکہ مقتدی قرأت امام کی سُنے جب وہ پکار کر پڑھ رہا ہو اور چپ رہے جب وہ آہستہ پڑھے بسبب قول ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہ ہم امام کے پیچھے پڑھتے تھے پس حکم نازل ہوا کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو سنو اور چپ رہو۔ (درمختار، شامی)

سننا قرأت کا ہر حال میں یعنی نماز میں اور خارج نماز واجب ہے اور عذر کی

صورت میں واجب نہیں مثلاً گھر میں لڑکا تلاوت کرتا ہے اور آدمی اپنے کاروبار میں پہلے سے مصروف ہیں تو ان پر سننا واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح جو شخص بازار میں تلاوت کرنے لگے تو بازاری اور کاربار کرنے والوں پر سننا واجب نہ ہوگا۔ (درمختار، شامی)

جس نماز میں واجب ترک ہوا ہو وہ دوبارہ پڑھی جائے بطور وجوب کے دانستگی میں اور بھول میں بشرطیکہ بھول کا سجدہ نہ کیا ہو یعنی اگر دانستہ واجب ترک کیا ہو یا سہو سے کیا ہو مگر سجدہ سہو نہیں کیا تو دونوں صورتوں میں اس نماز کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے اور اگر اس نماز کو نہ دہرائے گا تو فاسق اور گنہگار ہوگا۔ اس لئے کہ ترک کرنا واجب کا مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کے ارتکاب سے فاسق و گنہگار ہوتا ہے۔ اسی طرح جو نماز کراہت تحریمی سے ادا کی جائے مثلاً پیشاب و پاخانہ کو بدقت روک کر یا جس کپڑے پر تصویر ہو اس کو پہن کر نماز ادا کی تو ایسی نماز کا دہرانا واجب ہے اور مختار یہ ہے کہ دوبارہ پڑھنا اس نماز کا پہلی نماز کے نقصان کو پورا کرنے والا ہے اس لئے کہ فرض مکرر نہیں ہوتا۔ (درمختار)

سنن نماز

1: دونوں ہاتھ تکبیر تحریمہ کیلئے کانوں کی لو تک تکبیر سے پہلے اٹھانا امام ابوحنیفہ اور امام احمد کے نزدیک، امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں۔ تکبیر سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھانا امام ابوحنیفہ اور امام محمد کا مذہب ہے۔ اور اسی پر عام مشائخ ہیں اور ہدایہ میں اسی کو اصح کہا گیا ہے۔ تکبیر کے ساتھ دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھانا امام ابو یوسف اور فقہاء حنفیہ طحاوی و قاضیخان کا مذہب ہے۔ اور امام ابن الہمام نے شرح میں ایک تیسرا قول بھی لکھا ہے کہ ہاتھ اٹھانے سے پہلے تکبیر کہی جائے۔

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرے۔ احناف کے نزدیک سوائے ان آٹھ موقعوں کے جن کے اوّل کے حروف کا مجموعہ فقعس صمعج ہے رفع یدین نہ کیا جائے۔

ف۔ سے مراد افتتاح نماز مراد ہے یعنی شروع نماز میں اللہ اکبر کہنے کے وقت ہاتھ اٹھانا
ق: سے مراد وتروں میں قنوت کی تکبیر کی وقت
ع: سے عیدین کی نماز میں تکبیرات کے وقت۔
س۔ سے استلام یعنی حجر اسود کو بوسہ دینے کے وقت۔
ص: سے کوہ صفا پر تکبیر کہنے کے وقت
م: سے مروہ پر تکبیر کہنے کے وقت۔
ع: سے عرفات میں اور ج سے جمروں پر کنکریاں مارنے کے وقت ہاتھ اٹھانا مراد ہے۔ (درمختار، هدایه، عینی، مدارج النبوة، کنز الدقائق، اختلاف الائمه)

۲: تکبیر کے وقت انگلیوں کا قبلہ رُخ اور کشادہ ہونا یعنی ان کو اپنی اصلی حالت پر رکھنا۔

۳: امام کو تکبیرات یعنی تکبیر تحریمہ و تکبیرات انتقالی پکار کر پڑھنا۔

۴: ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا اور داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔ امام شافعی و امام محمد کے نزدیک دونوں ہاتھ سینہ پر باندھے۔

ہاتھوں کا باندھنا اس قیام میں سنت ہے جس میں طول ہو اور اس میں کوئی ذکر مشروع ہو یعنی جس کے پڑھنے کا حکم ہو خواہ وہ ذکر فرض ہو یا واجب یا سنت، اس سے یہ قیاموں میں ذکر مشروع پایا جاتا ہے۔ اسی طرح خطبہ پڑھنے کے وقت ہاتھ باندھنا چاہیئے کہ وہ بھی قومہ میں بسبب نہ زیادہ لمبا ہونے قیام کے یعنی اگرچہ قومہ میں ذکر

مسنون موجود ہے مگر چونکہ قیام طویل نہیں تو ہاتھ باندھنا مسنون نہیں ۔ اور نہیں مسنون عیدین کی تکبیروں میں ہاتھوں کا باندھنا بسبب نہ ہونے ذکر کے جب تک کہ قیام کو طول نہ دے ۔ اگر طول دے تو ہاتھ باندھے ۔ امام طحاوی نے کہا کہ ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نماز تسبیح کے قومہ میں ہاتھوں کا باندھنا مسنون ہو اس وجہ سے کہ اس میں طویل قیام اور ذکر مسنون موجود ہیں ۔ (تنویر الابصار، درمختار، ہدایہ، شامی)

۵: ثناء پڑھنا، ادعیہ استفتاح یعنی ثناء بہت ہیں جیسے سبحانک اللھم اور انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰت والارض وغیرہ۔ امام شافعی ان سب کو یا ان میں سے بعض کو تمام فرائض و نوافل میں پڑھتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہ دعائیں نوافل اور رات کی نمازوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور فرائض میں صرف سبحانک اللھم ہی ہے۔ امام ابویوسف کے نزدیک ثناء اور توجہ دونوں مروی ہیں۔ ثناء سے مراد سبحانک اللھم اور توجہ سے مراد انی وجھت وجھی ہے۔ امام طحاوی کے نزدیک بھی یہی مختار ہے۔ لیکن کہا گیا ہے کہ نماز پڑھنے والا مختار ہے چاہے ثناء پڑھے یا توجہ۔ یہ بھی امام ابویوسف سے مروی ہے اور مشہور ثناء پہلے پڑھنا ہے اور جو لوگ نماز شروع کرنے سے پہلے یعنی تکبیر تحریمہ سے پہلے توجہ یعنی انی وجھت وجھی پڑھتے ہیں یہ سنت کے موافق نہیں ہے۔

(ھدایہ، مدارج النبوت)

۶: تعوذ پڑھنا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک دوسری رکعت میں ثناء و تعوذ نہ پڑھے اور صاحبین کے نزدیک دوسری رکعت میں بھی تعوذ پڑھے۔ امام شافعی بھی ہر رکعت میں تعوذ پڑھنے کے قائل ہیں۔ (عمدۃ الرعایہ)

۷: تسمیہ پڑھنا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تسمیہ پڑھنا یعنی بسم اللہ شریف جہری اور سری نمازوں میں آہستہ دل میں پڑھنا چاہیے۔

امام شافعی کے نزدیک بسم اللہ شریف سورۃ کا جزو ہے اور اس کی قرأت فرض ہے۔ پس جہری نمازوں میں اسے بالجہر اور سرّی نمازوں میں اسے سرّاً پڑھنا مسنون ہے۔

امام مالک کے نزدیک نہ جہراً پڑھی جائے اور نہ سرّاً۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک بسم اللہ شریف کسی سورۃ کا جزو نہیں ہے بلکہ مستقل ایک آیت ہے جو ہر جگہ آیت قرآنی ہے اور یہ سورتوں میں فصل کرنے کے لئے اتری ہے۔ ہر رکعت کے شروع میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا امام ابو یوسف اور امام محمد اور بہت سے دوسرے ائمہ فقہاء کے نزدیک واجب ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک سنت ہے۔ اسی طرح سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ملانے سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مطلق سنت نہیں خواہ پہلی رکعت ہو یا اور کوئی اگرچہ نماز سرّی ہو۔ اس لئے اس کا ترک ہی اولیٰ ہے اور امام محمد کے نزدیک بھی جہری نمازوں میں تو ترک ہی اولیٰ ہے۔ مگر سرّی نمازوں میں پڑھنا اولیٰ ہے۔ اور سورۃ پر بسم اللہ شریف ملانا بالاتفاق مکروہ نہیں۔ وجہ نہ مکروہ ہونے کی یہ ہے کہ بعض کے نزدیک بسم اللہ شریف ہر سورۃ کی آیت ہے یعنی ہر سورۃ کا جزو ہے۔ اس لئے بسم اللہ شریف کہہ لینے سے شبہ اختلاف جاتا رہے گا۔ امام حسن نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ نماز کے شروع میں صرف ایک مرتبہ تسمیہ پڑھے تعوذ کی طرح ہر رکعت میں نہ پڑھے۔ اور امام ابو یوسف نے امام ابوحنیفہ سے روایت کیا ہے کہ ہر رکعت میں احتیاطاً تسمیہ پڑھ لیا کرے۔ اور یہی صاحبین کا قول ہے۔ (ہدایہ، درمختار، منیۃ المصلی، شامی)

۸: فرض کی آخری دو رکعتوں میں صرف الحمد شریف پڑھنا۔

۹: آمین کہنا۔

۱۰: ثناء تعوذ، تسمیہ اور آمین کا آہستہ کہنا امام ابوحنیفہ، امام ابوسفیان ثوری اور امام احمد کے نزدیک سنت ہے، امام شافعی کے نزدیک سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور امام

بسم اللہ بلند آواز سے پڑھے، امام مالک کے نزدیک سورۃ فاتحہ وسورۃ دونوں فرض ہیں۔امام مالک، امام شافعی اور امام احمد اونچی آواز سے آمین کہنے کے قائل ہیں۔امام مالک وامام احمد مقتدی اور امام دونوں کو آمین بالجہر کی تلقین فرماتے ہیں اور امام شافعی کی رائے میں امام بلند آواز سے آمین کہے مقتدی کے بارے میں ان سے دو قول ہیں۔ صحیح تر قول یہ ہے کہ اونچی آواز سے کہے اور یہی قول قدیم اور مختار ہے۔

(رحمة الأمة في اختلاف الائمه)

۱۱: قرأت مسنونہ پڑھنا۔مسنون ہے حضر میں یعنی قیام کرنے کی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا۔قرآن مجید کے آخر کے ساتویں حصہ کی سورتیں مفصل کہلاتی ہیں۔اس لئے کہ ان میں بسم اللہ شریف۔فصل کے لئے بہت جگہ آیا ہے اور ان میں منسوخ سورتیں بہت کم ہیں۔مفصل سورتوں کی تین قسمیں ہیں۔

۱) طوال مفصل (لمبی) جو سورۃ حجرات سے سورۃ بروج تک ہیں۔اور فجر اور ظہر کی نمازوں میں پڑھنا مسنون ہیں۔

۲) اوساط مفصل (درمیانی) جو سورۃ بروج سے آخر لم یکن تک ہیں اور عصر اور عشاء کی نمازوں میں پڑھنا مسنون ہیں۔

۳) قصار مفصل (چھوٹی) جو سورۃ لم یکن سے آخر قرآن مجید تک ہیں اور مغرب کی نماز میں پڑھنا مسنون ہیں۔

اس طرح کی قرأت کا مسنون ہونا اثر صحابہ سے ثابت ہے یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ فجر وظہر میں طوال مفصل اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل پڑھا کرو۔اور بدائع میں اندازہ نہ کرنے کو پسند کیا ہے اور یہ کہ حال قرأت کا مختلف ہوتا ہے وقت اور قوم اور امام کے باعث سے یعنی اگر وقت میں گنجائش ہو تو زیادہ پڑھے ورنہ کم۔اور قوم پر منحصر ہے کہ اگر مقتدی

ملول نہ ہوں تو زیادہ پڑھے ورنہ کم۔ اور امام پر منحصر ہے کہ خوش آواز ہو تو لوگوں کو زیادہ پڑھنا ناگوار نہیں ہوتا ورنہ گھبراتے ہیں۔ (درمختار، شامی، شرح وقایہ)

۱۲: تکبیرات انتقالی یعنی رکوع سجود وغیرہ کیلئے اللہ اکبر کہنا۔ رکوع کے لئے تکبیر کہے جھکنے کے ساتھ ہی یعنی مسنون یہ ہے کہ جھکنا اور اللہ اکبر کہنا ایک ساتھ ہو۔ اور مکروہ نہیں قرأت کا ملا دینا رکوع کے اللہ اکبر میں۔ اگر قرأت میں سے کوئی حرف یا کلمہ رہا اور اس کو جھکنے کی حالت میں پورا کیا تو بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں اور معتمد قول یہ ہے کہ سب قرأت پوری کر کے رکوع کرے۔

(درمختار، شامی، هدایه، منیة المصلی)

۱۳: رکوع میں تسبیحات تین بار پڑھنا۔

۱۴: رکوع میں دونوں گھٹنوں کو کشادہ انگلیوں سے پکڑنا اور سر اور پیٹھ کو ایک سیدھ میں رکھنا۔ نماز میں انگلیوں کی تین حالتیں ہیں۔ رکوع کی حالت میں کھول کر رکھنا۔ سجدے کی حالت میں ملا کر رکھنا۔ اس کے علاوہ تمام حالتوں میں اپنے حال پر چھوڑنا خواہ قیام ہو یا تشہد۔ (مدارج النبوۃ)

۱۵: امام کو **سمع اللہ لمن حمدہ** کہنا اور مقتدی کو **ربنا لک الحمد** کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے نزدیک، اور امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک امام دونوں کہے اور مقتدی صرف **ربنا لک الحمد** کہے۔ اور امام طحاوی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ (مرقات، فتح الباری)

۱۶: سجدہ میں دونوں گھٹنوں کا دونوں ہاتھوں سے پہلے رکھنا بعد میں ناک اور پیشانی رکھنا اور ہاتھوں کی انگلیوں کا ملا کر قبلہ رُخ رکھنا۔ اور قبلہ رُخ رکھنا پاؤں کی انگلیوں کا سنت ہے اور اس سنت کا ترک مکروہ ہے۔ یہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب ہے۔ امام مالک اور امام اوزاعی کے نزدیک گھٹنوں سے پہلے ہاتھوں کو

زمین پر رکھنا چاہیے۔ (درمختار)

۱۷: سجدات میں تسبیحات تین بار پڑھنا۔

۱۸: امام ابوحنیفہ کے نزدیک جلسہ اور دونوں قعدوں میں افتراش یعنی داہنا پاؤں کھڑا رکھنا اور کھڑے پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رُخ رکھنا اور بایاں پاؤں بچھانا مسنون ہے۔ امام مالک کے نزدیک تورّک یعنی دونوں پاؤں کو دائیں طرف نکال کر کولہے زمین پر ٹکا دینا مسنون ہے۔ امام شافعی کے نزدیک پہلے قعدہ میں افتراش یعنی بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھنا اور دوسرے قعدہ میں تورّک ہے اور اگر نماز دو رکعت والی ہے تو بھی تورّک مسنون ہے۔ امام احمد کے نزدیک ہر وہ تشہد جس کے بعد سلام ہو اس میں تورّک ورنہ افتراش مسنون ہے۔ (عمدۃ الرعایۃ، فیض الباری)

۱۹: ہر جلسہ اور تشہد میں دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔ جلسہ استراحت پہلی یا تیسری رکعت میں سجدوں سے فارغ ہو کر بیٹھ کر اُٹھنے کو کہتے ہیں۔ امام مالک و امام احمد اس کے استحباب کے قائل ہیں۔ امام شافعی کے نزدیک مسنون ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسنون نہیں ہے بلکہ مکروہ تنزیہی ہے۔ (عمدۃ الرعایۃ، مدارج النبوۃ)

ائمہ ثلاثہ یعنی امام مالک، امام شافعی و امام احمد کے نزدیک اُٹھتے وقت زمین پر ہاتھوں کو سہارا لینے کے لئے رکھنا جائز ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک زمین پر ہاتھ رکھ کر اٹھنا جائز نہیں ہے۔ (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ)

۲۰) اشارہ کرنا انگشت شہادت سے بروقت کہنے اشھد ان لا الہ الا اللہ کے امام شافعی اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کے نزدیک ترپن کے عقد کی صورت یعنی چھنگلیا اور اس کے ساتھ والی انگلی اور درمیانی انگلی کو بند کرے اور انگوٹھے کو انگشت

شہادت کی جڑ میں رکھے اور شہادت انگلی سے اشارہ کرے۔امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور امام احمد کے مذہب مختار میں نوے کے عقد کی صورت میں یعنی چھنگلیا۔اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کرے اور انگوٹھے اور درمیانی انگلی کے سر ملا کر حلقہ بنائے۔اور شہادت انگلی سے اشارہ کرے۔امام شافعی کا قول قدیم بھی اسی سے مطابق ہے۔اور امام مالک کے نزدیک دائیں ہاتھ کی تمام انگلیاں بند کرے اور صرف انگشت شہادت سے اشارہ کرے۔بعض احادیث میں بغیر عقد کے بھی اشارہ ثابت ہے اور بعض حنفیہ کا اسی پر عمل ہے۔امام شافعی کے نزدیک لا الہ الا اللہ کہتے وقت انگلی اٹھانی چاہیئے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک لا الہ پر انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر گرادے۔اور انگلی بالکل سیدھی آسمان کی طرف نہ اٹھائے تاکہ جہت اور طرف کا گمان نہ ہو بلکہ اسے قبلہ رُخ اٹھانا اولیٰ ہے۔ (درمختار، شامی، مرقات، اشعۃ اللمعات، مظاہر حق)

۲۱: قعدہ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک سنت ہے اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہے۔

۲۲: قعدہ اخیرہ میں دُعا کا پڑھنا۔

۲۳: سلام پھیرتے وقت منہ کا دائیں اور بائیں پھیرنا۔

۲۴: امام کو فرشتوں اور مقتدیوں کو سلام کرنے کی نیت کرنا۔اسی طرح مقتدیوں کو امام اور دائیں بائیں مقتدیوں اور فرشتوں کو سلام کرنے کی نیت کرنا۔

۲۵: امام کو پست کرنا دوسرے سلام کا بہ نسبت پہلے سلام کے۔

۲۶: سلام پھیرنا اور کہنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

(قدوری، درمختار، شامی، عالمگیری، شرح وقایہ، کنز الدقائق)

مستحبات نماز

۱: مردوں کو تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ آستینوں سے باہر نکال لینا۔

۲: دونوں قدموں کے درمیان بقدر چار انگشت کا فاصلہ چھوڑنا۔

۳: منفرد کو رکوع وسجود میں تین بار سے زائد تسبیحات پڑھنا۔

۴: قیام کے وقت اپنی نظر سجدہ گاہ پر، رکوع میں دونوں پاؤں کی پشت پر، سجدہ میں ناک کے سرے پر، قعدوں میں اپنی گود پر، پہلے سلام میں داہنے شانہ پر اور دوسرے سلام میں بائیں شانہ پر رکھنا۔

۵: جہاں تک ممکن ہو کھانسی والے کا اپنی کھانسی کو روکنا۔

۶: جمائی کے وقت منہ بند رکھنا۔ جمائی اگر بحالت قیام آئے اور نہ روک سکے تو داہنے ہاتھ کی پشت منہ پر رکھے۔ قیام کے سوا کسی اور جگہ آئے تو بائیں ہاتھ کی پشت سے روکے اور خارج نماز ہر وقت بائیں ہاتھ کی پشت سے روکے۔

(درمختار، شامی، عالمگیری، کنزالدقائق)

تین مسائل میں مستحب فعل افضل ہے فرض فعل سے۔

۱) وضو کرنا وقت سے پہلے مستحب ہے اور افضل ہے اس وضو سے جو وقت آنے پر کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

۲) غریب کا قرض معاف کر دینا مستحب ہے اور افضل ہے قرض کی مہلت دینے سے جو واجب ہے۔

۳) سلام کرنا سنت ہے سو افضل ہے جواب دینے سے حالانکہ جواب دینا فرض کفایہ ہے۔

(درمختار)

جن عُذرات سے نماز توڑنا واجب ھے :

۱) پیشاب وپاخانہ کے دباؤ کے وقت (۲) جلتے ہوئے کے واسطے۔
۳) فریادرَسی فریادخواہ کے لئے (۴) ڈوبتے ہوئے کے واسطے
۵) اندھے کو کنوئیں میں گرتے ہوئے دیکھتے وقت۔ (درمختار)

جن عُذرات سے نماز توڑنا جائز ھے :

مباح ہے نماز کا توڑ ڈالنا اگر چہ نماز فرض ہو ان جیسے عذرات سے جیسے سانپ وبچھو وغیرہ کا مارنا، مقیم کو سواری کے بھاگ جانے کے خوف سے، ہانڈی کا اُبلنا یا تلف ہونا۔ یا ایسی چیز جس کی قیمت ایک درم (تقریباً ساڑھے تین ماشہ) چاندی ہو خواہ نمازی کی ہو یا کسی دوسرے کی۔ اسی طرح خوف ہو کہ بھیڑیا بکری اٹھالے جائے گا تو جائز ہے کہ نماز توڑ کر بھیڑیئے کو دفع کرے۔ (نورالایضاح، درمختار)

جن پر سلام کا جواب واجب نھیں :

1) جس کو صحیح طریقہ کے خلاف سلام کیا جائے۔ صحیح طریقے دو ہیں۔
(۱) السّلام علیکم (۲) سلام علیکم
:2 نماز پڑھنے والے کو۔ (3) لڑکے کو
:4 قرآن یا دُعا یا ذکر یا خطبہ یا اذان یا اقامت وغیرہ پڑھنے والے کو۔
:5 متوالے کو (6) پیشاب وپاخانہ کرنے والے کو
:7 جوان عورت غیر محرم کو۔ (8) دیوانے کو
:9 حکم کے خواہاں مدعی ومدعا علیہ پر (10) اونگھنے والے کو۔ (شامی)

جن لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ھے :

:1 نماز پڑھنے والے کو۔ (2) قرآن مجید پڑھنے والے کو
:3 وعظ وذکر میں مشغول ہونیوالے کو (4) حدیث وخطبہ پڑھنے والے کو

5: وعظ وذکر و حدیث و خطبہ سننے والے کو۔

6: علم شرعی میں بحث کرنے والے کو

7: قاضی کو بروقت قضاۃ یعنی جب قاضی حکم دینے کے لئے مَسند قضاۃ پر بیٹھا ہو تو مدعی و مدعا علیہ اس کو سلام نہ کریں۔

8: علم شرعی سکھانے والے پر بروقت تعلیم شرعی۔

9: اجنبی جوان عورتوں کو۔ اسی طرح اس شخص کو جو اجنبی جوان عورتوں کو دیکھتا ہو

10: شطرنج کھیلنے والے کو اور جو لوگ ان کی عادت کے مشابہ ہوں مثل جواری، شراب خور، غیبت کرنے والا، کبوتر اڑانے والا، گانا گانے والا، باجا بجانے والا وغیرہ

11: جو شخص اپنی بیوی سے بوس و کنار میں مشغول ہو۔

12: پیشاب و پاخانہ پھیرنے والے کو۔

13: لوگوں کی عیب جوئی کرنے والے پر۔

14: مؤذّن کو۔ (15) مکبّر کو (16) کافر کو

17: ننگے کو (18) کھانا کھانے والے کو۔

19: جھوٹے کو (20) بوڑھے مسخرے پر

21: گالی بکنے والے کو۔ (درمختار، شامی)

عورت و مرد کی نماز میں فرق:

1: عورت تکبیر تحریمہ میں اپنے دونوں ہاتھ شانوں تک اٹھائے اور مرد اپنے دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھائے گا۔

2: عورت اپنے ہاتھ آستینوں سے باہر نہ نکالے گی اور مرد اپنے ہاتھ آستینوں سے باہر نکالے گا۔

3: عورت قیام میں داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے گی اور مرد اپنا دایاں ہاتھ بائیں کلائی پر رکھے گا۔

4: عورت اپنے ہاتھ سینہ پر باندھے گی اور مرد زیر ناف باندھے گا۔

5: عورت رکوع میں کم جھکے گی اور مرد زیادہ جھکے گا۔

6: عورت رکوع میں ہاتھ پر سہارا نہ لے گی اور مرد ہاتھوں پر سہارا لے گا۔

7: عورت رکوع میں انگلیوں کو کشادہ نہ رکھے گی اور مرد کشادہ رکھے گا۔

8: عورت رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھے گی اور مرد گھٹنوں کو زور سے پکڑے گا

9: عورت رکوع میں گھٹنوں کو جھکائے گی اور مرد نہ جھکائے گا۔

10: عورت رکوع میں سمٹی رہے گی مرد اس کے برخلاف کرے گا۔

11: عورت سجدہ میں اپنی بغلیں نہ کھولے گی سمٹی رہے گی اور مرد اس کے برخلاف کریگا۔

12: عورت سجدہ میں اپنے دونوں پاؤں بچھائے گی اور مرد نہ بچھائے گا۔

13: عورت قعدہ میں اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف کو نکال کر اپنی سُرین پر بیٹھے گی اور مرد بایاں پاؤں بچھائے گا اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے گا۔

14: عورت قعدہ اور جلسہ میں اپنی انگلیاں ملی ہوئی رکھے گی اور مرد ان کو اپنی اصلی حالت پر رکھے گا۔

15: عورت کی نماز کے آگے سے جب کوئی گذرے گا تو وہ ہاتھ پر ہاتھ مارے گی اور مرد سبحان اللہ کہہ کر گذرنے والے کو خبردار کرے گا۔

16: عورت مرد کی امامت نہ کرے گی اور مرد اس کی امامت کر سکتا ہے۔

17: عورت کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اور مرد کے حق میں واجب ہے۔

18: عورتیں اگر جماعت کراہت تحریمی سے کریں گی تو ان کا امام صف کے درمیان میں کھڑی ہوگا اور مردوں کا امام صف کے آگے کھڑا ہوگا۔

19: عورتوں پر جمعہ اور عیدین نہیں اور مردوں پر واجب ہیں۔

20: عورت پر فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے اور مرد کو ایسے وقت میں پڑھنا مستحب ہے جب کہ خوب اُجالا ہو جائے۔ (شامی)

باب مفسدات مکروہات

مُفسداتِ نماز یعنی جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ دو قسم پر ہیں۔

(۱) مفسداتِ اقوال (۲) مفسداتِ افعال

۱۔ مفسداتِ اقوال: (۱) کلام کرنا، قصداً ہو یا سہواً، خواب میں ہو یا بیداری میں، تھوڑا ہو یا بہت، اسی طرح بلا عذر کھنکارنے اور مٹھارنے سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

عذر یہ ہیں۔ امام کو اپنی آواز کی درستگی کا عذر، مقتدی کو امام کی غلطی کی ہدایت کا عذر، دوسرے کو اپنی نماز میں ہونے کے اعلام کا عذر۔ (درمختار، شامی)

۲) سلام تحیت کرنا قصداً ہو یا سہواً۔ برخلاف سلام تحلیل نماز کے کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی جب کہ سہواً ہو۔ سلام تحیت تو تحفہ ملاقات ہے جو آپس میں مسلمانوں کے درمیان ہوتا ہے اور سلام تحلیل نماز سے باہر آنے کیلئے ہوتا ہے۔ تو سلام تحیت نماز میں ہر طرح سے مفسد نماز ہے۔

سلام تحلیل کا بھی ضابطہ کلیہ موجود ہے۔ اگر یہ سلام سہواً اس وقت ہو جب کہ اَصل نماز میں سہو ہو مثلاً مقیم ہے تو اپنے کو مسافر سمجھ کر یا ظہر پڑھنے والا اپنے کو جمعہ پڑھنے والا تصور کر کے دوسرے رکعت میں سلام پھیر دے تو اب اس سلام سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ اصل نماز میں ہی سہو ہو گیا۔ اگر وصف نماز میں محل تحلیل پر سہو ہوا ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ مثلاً دوسری رکعت کے قعدہ میں سلام پھیرا کہ یہ چوتھی رکعت ہے تو نماز فاسد نہیں ہوئی۔ اسی طرح پڑھتا رہے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔ یا جنازہ کی نماز میں چوتھی تکبیر سے پہلے سلام پھیر دیا تو پھر دعا پڑھ کر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام پھیر دے۔ اس لئے کہ قیام بھی نماز جنازہ میں محل سلام تحلیل نماز ہے۔

ہاں علاوہ ان دو موقعوں کے اور ارکان مثلاً علاوہ جنازہ کی نماز کے اور نمازوں میں بحالت قیام یا رکوع یا سجدہ تحلیل نماز کا سلام سہواً پھیرا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اس لئے کہ مواقع سلام تحلیل نمازوں کے نہیں ہیں۔ اور یہ ضابطہ سہو کے لئے ہے۔ عمداً بلا قید ہر صورت میں مفسد نماز ہے۔ (عالمگیری، درمختار، شامی)

۳: سلام کا جواب دینا قصداً ہو یا سہواً مفسد نماز ہے۔

۴: چھینک کا جواب دینا، چھینکنے والا اگر نماز میں الحمدللہ کہہ لے تو نماز ہو جائے گی۔ اگر اپنی طرف خطاب کر کے یرحمک اللہ جواب چھینک بھی دے گا تب بھی نماز فاسد نہ ہو گی اور غیر کیلئے جواب دینے میں نماز فاسد ہو گی خواہ وہ جواب چھینک ہو یا جواب سلام۔

۵: بُری خبر کے جواب میں انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا اور خبر خوش پر الحمدللہ کہنا اور تعجب پر سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہنا۔ اسی طرح اگر کسی نے نماز میں اللہ تعالیٰ کا نام سن کر جل جلالہ، کہہ دیا یا حضور ﷺ کا اسم مبارک سن کر ﷺ کہہ دیا تو اگر بہ نیت جواب کے یہ کلمات کہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر غیر اختیاری طور پر زبان سے نکل جائیں تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ (عالمگیری، درمختار)

۶: نماز میں ایسی چیز مانگنا جو آدمیوں سے مانگتے ہیں۔ مثلاً یا اللہ فلاں عورت سے میرا نکاح کر دے یا یا اللہ مجھ کو ہزار دینار دے دے۔

۷: سوائے امام کے کسی دوسرے کو نماز میں لقمہ دینا (جب کوئی شخص قرأت کرتے ہوئے بھول جائے تو وہ پچھلی آیت کو دہراتا ہے تاکہ کوئی نماز پڑھنے والوں میں سے اسے بتا دے۔ اس فعل کو شرعی اصطلاح میں استفتاح کہتے ہیں اور بتلانا یا لقمہ دینا فتح کہلاتا ہے) مقتدی جس وقت امام کو لقمہ دے تو صرف لقمہ دینے کی نیت

کرے قرأت پڑھنے کی نیت نہ کرے لقمہ سب نمازوں میں دینا درست ہے مگر مقتدی کو امام کے رُکتے ہی فوراً لقمہ دینا مکروہ ہے۔ اسی طرح امام کو بار بار پڑھنے سے مقتدی پر لقمہ کی حاجت ڈالنا بھی مکروہ ہے۔ اگر بقدر واجب قرأت پڑھ چکا ہے تو رکوع کرے۔ دوسری آیت کی طرف نہ جائے ورنہ اس کو چھوڑ کر کوئی اور سورۃ مشروع کردے۔ اگر امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا ہو یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتوں کے برابر پڑھ چکا تھا کہ مقتدی نے اس کو لقمہ دیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر امام نے اس کے بتانے کو قبول کر لیا اور پھر پیچھے سے پڑھنا شروع کر دیا تو امام کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔ (درمختار، شامی، ہدایہ، عالمگیری)

اور لقمہ دینے کی اجازت صرف امام کیلئے ہے اگر غیر کو لقمہ دے گا تو اس لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر امام اپنے مقتدیوں کے علاوہ کسی اور کا دیا ہوا لقمہ قبول کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کے ساتھ مقتدیوں کی نماز بھی جاتی رہے گی۔ یا اگر مقتدی غیر سے لقمہ لے کر اپنے امام کو لقمہ دے گا اور امام قبول کرے گا تب بھی سب کی نماز جاتی رہے گی۔

(عالمگیری، درمختار، شامی)

۸: نماز میں آہ، اوہ یا اُف کہنا۔

۹: قرأت کا الحان سے پڑھنا یعنی زیر و زبر کو نغموں کی رعایت سے بڑھا کر پڑھنا الحان سے پڑھنا مفسد نماز ہے اگر معنی کو بدل دے مثلاً ربّ العالمین کو راب العالمین پڑھے۔ اگر معنی نہ بدلیں تو مفسد نماز نہیں مگر حروفِ مَدّ اور حروفِ لین میں اگر حد سے زیادہ الحان کرے گا تو باوجود معنی نہ بدلنے کے بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر حد سے زیادہ نہ ہو گا تو نماز فاسد نہ ہو گی۔ (بزازیہ)

حروفِ علّت (واؤ، الف، یا) کے پہلے کی حرکت اگر ان کے موافق ہوتی رہے یعنی واؤ

کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور یا کے پہلے زیر کی حرکت اگر ان کے موافق ہوتی رہے یعنی واؤ کے پہلے پیش اور الف کے پہلے زبر اور یا کے پہلے زیر تو ان کو حروف مدہ کہتے ہیں۔ اگر حرکت ناموافق ہو یعنی واؤ یا یاء کے پہلے زبر ہو تو حروف لین کہلاتے ہیں۔ تو حروفِ لین دو ہیں۔ کیونکہ الف کے پہلے سوائے زبر کے اور کچھ نہیں آتا۔ غرض کہ حروف علت میں اشباہ زائد از حد مفسد نماز ہے۔

(عالمگیری، درمختار، شامی، فتح القدیر)

۱۰: قرآن مجید غلط پڑھنا،

پہلی غلطی اعراب کی ہے یعنی زیر، زبر، پیش اور سکون میں کہ متحرک کی جگہ ساکن یا مشدّد کی جگہ مخفف، یا مخفف کی جگہ مشدّد۔ یا مد کی جگہ قصر، یا قصر کی جگہ مد..........

دوسری غلطی ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا یا کم یا زیادہ پڑھنا، یا مقدم و مؤخر کرنا

تیسری غلطی تبدیل کلمہ کی ہے ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ پڑھنا یا کم وبیش یا مقدم و مؤخر کرنا۔

چوتھی غلطی تبدیل جملہ کی ایک جملہ کی جگہ دوسرا جملہ پڑھنا یا کم وبیش یا مقدم و مؤخر کرنا

پانچویں غلطی وقف کی ہے یعنی وصل کی جگہ وقف کرنا اور وقف کی جگہ وصل کرنا ہے۔

تو متقدمین کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ اگر ان غلطیوں سے ایسے معنی تبدیل ہو جائے جن کا اعتقاد کفر ہے تو نماز مطلقاً فاسد ہوگی، خواہ وہ اعراب کی غلطی ہو یا حرف یا کلمہ کی۔ اور اگر ایسی غلطی نہیں جس کے معنی کا اعتقاد موجب کفر ہو۔ لیکن بہت سی تبدیلی معنوں میں آجاتی ہو جیسے۔ ھذا الغراب کی جگہ ھذا لغبار، پڑھنا یا بالکل بے معنی لفظ ہو جاتا ہے جیسے سرائر کی جگہ سرائل پڑھنا تو اس صورت میں بھی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اگر غلطی سے معنوں میں بہت تبدیلی نہیں ہوتی مگر مطلب سے دور جا پڑتے ہیں تو اس صورت میں دیکھنا چاہیئے کہ ویسا لفظ قرآن میں ہے یا نہیں۔ اگر نہیں

ہے تو نماز فاسد ہوگی۔ اور اگر قرآن مجید میں وہ لفظ موجود ہے تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور یہی قول احوط ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر غلطی سے معنی نہ بدلیں اور ویسا لفظ قرآن مجید میں بھی نہ ہو تو طرفین کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی جیسے قوّامین کی قیامین پڑھنا کہ دونوں کے معنی ایک ہیں حالانکہ قیّامین قرآن مجید میں نہیں ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نماز فاسد ہوجائے گی۔

یہ قاعدے متقدّمین کے ہیں۔ اور ابن مقاتل اور ابن سلام اور اسماعیل زاہد اور ابوبکر بلخی اور ہندوانی اور حلوانی وغیرہ متاخرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اعراب میں غلطی کرنا کسی طرح کی مفسد نماز نہیں اگرچہ اس کا اعتقاد کفر ہو۔ کیونکہ اکثر آدمی اعراب کی تمیز نہیں کرسکتے۔ اور اگر غلطی حرف کی تبدیلی میں ہو تو اگر دونوں حرفوں میں فرق بآسانی معلوم ہوسکتا ہو مثلاً ص کی جگہ س پڑھنا تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لیکن متاخرین کے قول منضبط نہیں اس لئے نماز کے باب میں متقدّمین کا قول اختیار کرنے میں زیادہ احتیاط ہے اور ان کے قوائد بھی درست ہیں اور اکثر فروع فتاوٰی میں انہیں کے قول پر محمول ہیں۔

پس اگر غلطی اعراب کی ہو جیسے نعبد کی ب کو زبر سے پڑھنا، یا تخفیف سے پڑھنے میں مشدّد کے، یا مشدد پڑھنے میں مخفف کے۔ یا غلطی ہو ایک حرف یا زیادہ کے بڑھا دینے سے جیسے صراط الّذین کی جگہ الصّراط الّذین یعنی الف اور لام کی زیادتی سے پڑھنا، یا غلطی ہو ایک حرف کے ملانے کی دوسرے کلمہ میں جیسے ایا ک نعبد میں ایا جدا پڑھ کر ٹھہرنا اور ک کو نعبد میں وَصل کرنا یا غلطی ہو وقف کرنے اور ابتداء کرنے کی جیسے لا الٰہ پر وقف کرنا اور الا اللّٰہ سے ابتداء کرنا تو ان صورتوں میں نماز

فاسد نہ ہوگی اگرچہ معنی بدل جائیں۔ اور اسی کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ کذا فی البزازیہ

تشدید ربّ العالمین کے رب کی اور ایاک کی ی کی ترک کرنے سے یعنی ان کو مخفف پڑھنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور حرف کے بدلنے سے درصورت بدل جانے معنی کے نماز فاسد ہوتی ہے مگر ایسے حروف کے مبادلہ سے جن میں تمیز دشوار ہے مثلاً ضاد اور ظ کے بدلنے سے اکثر فقہاء نماز کو فاسد نہیں کہتے اور اگر ایسی غلطی دانستہ کرے گا تو نماز فاسد ہوگی۔ اور اگر بے اختیار زبان سے نکل گیا یا تمیز حروف کو نہیں جانتا جیسے۔ ث، س، ۔ص، ض، ظ، ذ، ت، ط وغیرہ تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ بزازیہ میں کہا گیا کہ یہ قول سب اقوال میں درست تر ہے اور یہی مختار ہے۔

(عالمگیری، درمختار، شامی عن شرح منیۃ المصلی)

ایک شخص ہکلا اور توتلا نہیں ہے مگر زبان اس کی اس طرح ہے کہ حرف صحیح ادا نہیں ہوتے تو یہ شخص معذور نہ ہوگا جب تک کوشش بلیغ صحت قرأت کی نہ کرے۔ اگر بعد کوشش بلیغ کے بھی زبان پر وہ حروف جاری نہ ہوں تو معذور ہے اور نماز اسکی درست ہے اگر کوشش سے بعض حروف میں زبان جاری اور بعض میں نہیں تو اس کو وہ سورتیں اور آیتیں قرآن مجید سے تلاش کرنا چاہیں جن میں وہ حروف نہ ہوں جن میں اس کی زبان اٹکتی یا رکتی ہے اور ایسی آیتوں یا سورتوں سے نماز پڑھتا رہے۔ دوسری سورت یا آیت سے نماز اس کی فاسد ہوگی۔ اگر ایسی صورت یا آیت نہ ملے تو اسی سے پڑھتا رہے مگر دوسروں کی امامت نہیں کرا سکتا۔ (عالمگیری)

۱۱: قرآن مجید سے دیکھ کر پڑھنا مطلقاً یعنی مفسد نماز ہے۔ نمازی کا دیکھ کر پڑھنا مصحف کو یعنی جس میں قرآن مجید لکھا ہو یا مصحف ہو یا محراب ہو تو اس میں سے دیکھ کر پڑھنا مفسد نماز ہے مطلقاً خواہ تھوڑا پڑھے یا بہت۔ امام ہو یا منفرد، بغیر دیکھے

اس کو پڑھنا ممکن ہو یا نہ ہو ہر صورت میں مفسد نماز ہے۔ اس لئے کہ یہ پڑھنا تعلّم (سیکھنا) ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔ اور امام شافعی نے دیکھ کر پڑھنا جائز رکھا ہے بغیر کراہت کے اور امام ابو یوسف اور امام محمد نے اس کو جائز رکھا ہے کراہت کے ساتھ بسبب مشابہت اہل کتاب کے کہ وہ بھی نماز میں توریت وانجیل دیکھ کر پڑھتے ہیں۔ یعنی اگر نمازی ارادہ تشبّہ کا کرے گا تو کراہت ہے۔ اور مشابہ ہونا اہل کتاب سے ہر چیز میں مکروہ نہیں مثلاً کھانا پینا وغیرہ اور دوسری ضروریات بدنی مسلمانوں اور اہل کتاب میں یکساں ہیں تو مشابہت سے کچھ حرج نہیں، بلکہ بُری بات میں مشابہت مکروہ ہے اور اس چیز میں مکروہ ہے جس سے قصد مشابہ ہونے کا کیا جائے۔ اسی طرح بحرالرائق میں ہے۔ (ہدایہ، درمختار، شامی، کنزالدقائق)

اور نہیں فاسد کرتا نماز کو نمازی کا لکھی ہوئی چیز کو دیکھنا اور سمجھ جانا اگرچہ دانستہ سمجھا ہو۔ ہر چند کہ دانستہ سمجھنا مکروہ ہے اسلئے کہ لکھے ہوئے کو سمجھنا نماز کے اعمال میں سے نہیں ہے اس سے یہ نکلا کہ اگر اتفاقاً نظر لکھے پر پڑ گئی اور بغیر ارادہ کے سمجھ آ گیا تو مکروہ بھی نہیں ہے۔ (درمختار، شامی، ہدایہ، طحطاوی)

۲: مفسداتِ افعال

1: عمل کثیر کرنا۔ عمل کثیر اس کو کہتے ہیں جس کے سبب سے دور سے دیکھنے والا یہ سمجھ لے کہ اس عمل کا کرنے والا نماز کے اندر نہیں ہے بشرطیکہ وہ عمل اصلاح نماز کے لئے نہ ہو خواہ وہ عمل کثیر اختیاری ہو جیسے کپڑے پہننا یا اختیاری نہ ہو جیسے کسی کے دھکے سے نمازی کا چند قدم اپنی جگہ سے ہٹ جانا۔ تو ان سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ اس لئے کہ یہ عمل اصلاح نماز کے لئے نہیں ہے اگر وہ عمل کثیر اصلاح نماز کے لئے ہے تو

ز ٹوٹے گی۔ جیسے نماز میں وضوٹوٹ جانے سے وضو کے لئے جانا۔حالانکہ اس فعل کو دور سے دیکھنے والا کبھی نہیں جان سکتا کہ یہ شخص نماز کے اندر ہے مگر چونکہ یہ عمل کثیر اصلاح نماز کے لئے ہے اس لئے مفسد نماز نہیں ہے۔ (درمختار،شامی)

اسی طرح ایک رکن میں تین بار کھجانا اور ہر بار ہاتھ اٹھانا بھی مفسد نماز ہے اور ایک بار بلا عذر کھجانا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

اسی طرح بعض لوگ سجدہ میں جاتے وقت دونوں ہاتھوں سے پاجامہ یا شلوار یا چا کو چڑھایا کرتے ہیں۔تو ایک قول کے مطابق یہ عمل کثیر میں سے ہے اور مفسد نماز ہے۔اس لئے اس قول میں عمل کثیر سے مراد یہ ہے کہ جو کام دونوں ہاتھوں سے کیا جائے۔ورنہ مکروہ ہونے میں تو کلام نہیں ہے۔ (درمختار،شامی)

2: قصداً یا سہواً کھا پی لینا۔چنے کے برابر یا اس سے بڑا۔

3: بلا عذر قبلہ کی طرف سے سینہ پھیرنا۔

4: امام سے آگے بڑھ جانا۔

5: درد اور مصیبت سے رونا۔

6: بقدر تین کلموں کے نماز کے اندر لکھنا۔

7: مسجد سے باہر چلا جانا۔

8: نماز میں غیر نمازی کا کہا ماننا۔

9: بقدر دو صفوں کے بلا ضرورت ایک بار چلنا۔

10: بالغ کا نماز میں پکار کر ہنسنا، ہنسنا تین قسم پر ہے۔

ا۔ قہقہہ یعنی اس طرح ہنسے کہ اس کو اور اس کے پاس والوں کو سنائی دے۔یہ نماز اور وضو دونوں کو توڑ دیتا ہے۔

۲۔ ضحک یعنی اس طرح ہنسے کہ فقط اسی کو سنائی دے اس کے پاس والوں کو سنائی نہ دے۔ تو اس سے نماز ٹوٹتی ہے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۳۔ تبسم یعنی اس طرح ہنسے کہ نہ اس کو سنائی دے نہ پاس والوں کو تو اس سے نہ نماز ٹوٹتی ہے اور نہ وضو ٹوٹتا ہے۔

اگر مقتدی کے امام نے قہقہہ کیا یا عمداً حدث کیا پھر مقتدی نے قہقہہ کیا اگر چہ مقتدی مسبوق ہو تو مقتدی کا وضو نہیں ٹوٹا۔ اس واسطے کہ امام کے قہقہہ یا حدث قصداً سے نماز باطل ہو گئی۔ تو مقتدی کا قہقہہ خارج نماز واقع ہوا اور خارج نماز کا قہقہہ ناقص نہیں۔ برخلاف اس قہقہہ مقتدی کے جو واقع ہو امام کے عمداً کلام کرنے کے بعد قول اصح میں یعنی امام نے قصداً کلام کیا پھر مقتدی نے قہقہہ مارا تو صحیح تر قول میں مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ وجہ فرق قہقہہ وکلام میں یہ ہے کہ کلام قاطع ہے نماز کا نہ مفسد۔ اس واسطے کلام سے نماز کی شرط یعنی طہارت فوت نہیں ہوگئی تو اس سے مقتدی کی نماز فاسد نہ ہوئی تو قہقہہ مقتدی کا نماز کے اندر واقع ہوا لہٰذا وضو نہ رہا۔ برخلاف قہقہہ امام یا عمداً حدث کے کہ اس نے طہارت کو فاسد کر دیا تو مقتدی کی بھی نماز فاسد ہوئی۔ تو قہقہہ مقتدی کا بعد نماز کے واقع ہوا تو وضو نہ ٹوٹا۔ (طحاوی، درمختار، شامی)

11: خلیفہ بنانا ایسے کو جو قابل امامت نہ ہو۔

12: حدث کے بعد نمازی کا مقدار ایک رکن کے مقام حدث پر ٹھہرے رہنا۔

13: عورت کا نماز میں محاذی ہونا چند شرطوں کے ساتھ۔

پہلی شرط یہ کہ عورت محاذی کا قابل جماع ہونا ہے۔

دوسری شرط اس نماز کی شرکت ہے جس میں رکوع و سجود ہو۔

تیسری شرط مرد اور عورت کا از روئے تحریمہ اور ادا کے شریک ہونا ہے۔

نماز میں شرکت کے معنی یہ ہیں کہ مرد اور عورت امام کی اقتداء کریں۔ اگر بغیر اقتداء منفرد طور پر اپنی اپنی نماز پاس ہو کر پڑھیں تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ فساد کیلئے اسی صورت میں محاذات شرط ہے جب کہ بحالت اقتداء ہو۔ لیکن مجرد اقتداء کافی نہیں۔ اس محاذات کے مفسد ہونے کے لئے اور بھی شرط ہے اور وہ شرکت فی الادا ہے یعنی نماز امام کے ساتھ ادا کی جارہی ہو حقیقتاً ہو یا تقدیراً پس مسبوق کے کہ جس کی اوّل نماز سے کچھ رکعت جاتی رہی ہیں اور وہ اپنی فوت شدہ رکعت کو قضا کرنے کے لئے کھڑا ہوا اور عورت بھی مسبوق ہے وہ بھی اپنی فوت شدہ رکعت پڑھنے کے لئے کھڑی ہوئی تو اس حالت میں دونوں برابر ہو گئے تو کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ دونوں اپنی اپنی نماز پڑھ رہے ہیں۔ امام کے ساتھ ادائیگی نہیں ہو رہی ہے۔ لیکن اس وقت شرکت فی الادا کے مستحق نہ ہونے کے باعث فساد کا حکم نہ دیا جائے گا بہ نسبت لاحق کے کہ ابتداء سے مرد و عورت دونوں اقتداء میں شریک تھے۔ اثناء نماز میں دونوں کو حدث ہوا۔ ان کے وضو کرنے سے امام نماز سے فارغ ہو گیا۔ انہوں نے اپنی اپنی باقی ماندہ نمازیں پڑھنی شروع کیں۔ اس دوران میں اگر عورت اور مرد برابر ہو جائیں گے تو نماز ٹوٹ جائے گی۔ کیونکہ اس صورت میں گو شرکت فی الادا حقیقتاً نہیں لیکن تقدیراً یہ نماز امام کے ساتھ ہی ادا کی جارہی ہے پس نماز فاسد ہوگی۔ اسی طرح حقیقتاً شرکت فی الاداء ہوگی جب بھی نماز فاسد ہو جائے گی یعنی اوّل سے آخر تک دونوں نے امام کے ساتھ نماز پڑھی یا کوئی بعد میں ان میں سے شریک ہوا۔ اور امام کے ساتھ ادا کرنے کی ہی حالت میں عورت سے کسی رکعت میں محاذ ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(عالمگیری، طحطاوی)

چوتھی شرط محاذات کی اتحاد مکان ہے۔ پس اگر مرد ایسے چبوترے پر ہو جو قد آدم ہے اور عورت نیچے ہے تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

پانچویں شرط دونوں کے درمیان کسی چیز کا حائل نہ ہونا ہے۔ اگر ستون یا سترہ حائل ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ یعنی اگر مرد و عورت کے درمیان فاصلہ ایک آدمی کا بھی چھوٹا ہے تو اس قدر فاصلہ سے بھی نماز نہیں ٹوٹے گی۔

چھٹی شرط اس عورت کا عاقل ہونا ہے۔ اگر دیوانی عورت برابر کھڑی ہو جائے گی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

ساتویں شرط امام کی نیت امامت ہے مطلق عورتوں کی یا مخصوص ایک عورت کی جو جماعت میں حاضر ہوتی رہتی ہے۔ اگر امام نیت عورتوں کی نہ کرے گا تو اقتداء عورت کی درست نہ ہوگی اور جب اقتداء درست نہ ہوئی تو محاذی مرد کی نماز بھی فاسد نہ ہوگی۔ اور نیت کا وقت قبل از نماز ہے اگر درمیان میں عورت کے حاضر ہونے کے وقت نیت کرے گا تب بھی اقتداء عورت کی درست نہ ہوگی۔

آٹھویں شرط دونوں کی نمازوں کی جہت کا ایک ہونا ہے۔ پس اگر عورت اندھیری رات میں تحری سے دوسری طرف کو نماز پڑھے گی تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

(عالمگیری)

برابری میں عورت کے قدم کی برابری معتبر ہے یعنی عورت کا قدم مرد کے کسی عضو کے مقابل میں ہو۔ خواہ عورت و مرد دونوں برابر کھڑے ہوں یا عورت آگے ہو۔ (شامی)

اور یہ حکم سب عورتوں کیلئے شامل ہے خواہ اجنبیہ ہو یا محرمہ ہو، خواہ ایسی عورت ہو جو بالفعل قابل جماع ہو یا ایسی لڑکی ہو جس کی طرف رغبت جماع ہو۔ خواہ ایسی بوڑھی ہو جس سے مرد نفرت کریں، اگر عورت مردوں کی صف میں کھڑی ہو جائے تو تین مردوں کی نماز فاسد ہوگی۔ ایک تو وہ جو اس کے داہنی طرف ہو۔ دوسرا وہ جو اس کی بائیں طرف ہو۔ اور تیسرا وہ جو اس کے پیچھے ہو۔ اگر دو عورتیں ہوں تو دائیں

بائیں مردوں کی نماز فاسد ہوگی اور دو پیچھے کے مردوں کی نماز فاسد ہوگی۔ اگر تین عورتیں ہوں تو دو دائیں بائیں مردوں کی نماز فاسد ہوگی اور ان کے پیچھے کھڑے ہونے والے تین تین مردوں کی نماز فاسد ہوتی چلی جائے گی آخر صفوف تک۔ اگر عورت اور نماز پڑھتی ہے اور مرد اور تو پھر برابری سے نماز فاسد نہ ہوگی مگر مکروہ تحریمی ضرور ہوگی۔ (عالمگیری، درمختار، شامی)

مکروہاتِ تحریمہ نماز:

فقہاء کی اصطلاح میں جب مطلق لفظ مکروہ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہوتی ہے تاوقتیکہ اس کے ساتھ تنزیہی کی شرط نہ ہو۔ (درمختار، کنزالدقائق)

1: سَدل یعنی کپڑے کی دونوں طرفیں چھوڑ دینا بغیر معمول کے پہننے کے یعنی دوپٹہ یا چادر کو اپنے دونوں کندھوں سے لٹکا دے اور یہ اس صورت میں داخل ہے کہ کُرتا یا انگرکھا کی آستین گردن پر رکھ کر پیچھے کو ڈال دے۔ اس طرح سے کہ جس سے دونوں ہاتھ نکلے رہیں۔

2: آستین یا دامن چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا، اگر آستین کوئی کام کرنے کے لئے چڑھائی تھی اور رکعت ملنے کے لئے جلدی میں آستین نہ اتاری اور شریک جماعت ہوگیا تو ایسی صورت میں افضل یہی ہے کہ عمل قلیل سے آستین نماز کے اندر اتار دے۔ (درمختار، ۳۴۶)

3: ایسی چیز کا منہ میں رکھنا جس سے قرأت واجبہ ادا نہ ہوسکے اور اگر ایسی چیز ہو قرأت مفروضہ کو مانع ہو تو مفسد نماز ہے اور جو چیز ایسی منہ میں ہو جو مانع قرأت نہ ہو تو وہ مکروہ تنزیہی ہے۔

4: کنکریوں کا مقام سجدہ سے ایک بار سے زیادہ بلا عذر ہٹانا۔

5: کپڑے کا اوپر اٹھانا اگرچہ مٹی میں بھرنے کے سبب سے ہو۔

6: نمازی کا اپنے کپڑے، بدن یا داڑھی سے عبث فعل کرنا۔

7: انگلیوں کا نماز میں چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا جس کو تشبیک کہتے ہیں یہ فعل خارج نماز مکروہ نہیں جبکہ اس کی ضرورت ہو۔

8: نماز میں منہ پھر کر ادھر ادھر دیکھنا، جھانکنے کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ سینہ موڑ کر ادھر ادھر دیکھنا اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

۲۔ چہرہ موڑ کر جھانکنا اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

۳۔ چہرہ اور گردن موڑے بغیر آنکھ سے جھانکنا۔ یہ مکروہ نہیں ہے۔

(عمدۃ الرعایہ)

9: ہاتھ کا نماز میں کولہ پر رکھنا، خارج نماز مکروہ تنزیہی ہے۔ (درمختار)

10: نماز میں مثل کتے کے بیٹھنا یعنی دونوں سُرین پر بیٹھنا اور زانو کھڑے کر کے دونوں گھٹنے چھاتی سے لگا کر ہاتھ زمین پر ٹیکنا یا دونوں پاؤں کھڑے کر کے ان کی ایڑیوں پر بیٹھنا اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھنا۔

11: مکروہ تحریمی ہے نماز پڑھنا نمازی کا کسی آدمی کے منہ کی طرف اپنا منہ کر کے جیسے مکروہ ہے منہ کرنا نمازی کی طرف۔ پس اگر منہ کرنا نمازی کی طرف ہوگا تو کراہت اس پر ہوگی ورنہ دوسرے شخص پر جو نمازی کی طرف منہ کرے گا۔ اگرچہ منہ کرنے والا دور ہو اور اس میں نمازی کے درمیان کوئی آڑ نہ ہو۔ اگر نمازی کا منہ دوسرے کے منہ کی طرف ہے مگر دونوں کے درمیان ایک اور شخص بیٹھا ہے جس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہے تو مکروہ نہ ہوگا۔ (درمختار)

12: اپنے آپ سے جمائی لینا۔

13: بالوں کا جُوڑا باندھ کر نماز پڑھنا۔

14: تنہا امام کا چبوترہ پر ایک ہاتھ اونچے اور مقتدیوں کا بلا عذر نیچے کھڑا ہونا مقتدیوں سے امام کا متمیز ہونا حد کراہت ہے۔ (شامی)

15: نمازی کا ایسے کپڑے پہننا جس میں جانداروں کی تصویریں ہوں۔ اسی طرح نمازی کے سر پر یا سامنے یا دائیں بائیں تصویروں کا ہونا۔

16: رکوع، سجود اور قومہ و جلسہ میں طمانیت کا چھوڑنا۔

17: پیشاب و پاخانہ کی حاجت کے وقت نماز پڑھنا یا دونوں میں سے کسی ایک کے دباؤ کے ساتھ یا ہَوا کے روک رکھنے کے سبب کے ساتھ۔ (درمختار)

18: چادر کو بدن پر اس طرح لپیٹنا کہ کہیں سے ہاتھ باہر نہ نکلے ہوں۔

19: عمامہ یا پگڑی کو اس طرح باندھنا کہ درمیان سے سر کھلا رہے۔ اور اس طرح کا عمامہ کا باندھنا خارج نماز بھی مکروہ ہے۔ (درمختار)

20: اگر پگڑی کے پیچ یا فاضل کپڑے پر یا اس چیز پر جس کا حجم ہے اس پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی قرار پکڑتی ہے تو جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔ (شرح وقایہ، درمختار، ہدایہ، قدوری)

21: ڈھاٹہ باندھ کر نماز پڑھنا جس سے ناک اور منہ ڈھک جائے۔

22: مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور اصح قول میں نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگر بھول کر پڑھے گا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا کیونکہ مقتدی پر سَہو کا سجدہ واجب نہیں ہوتا۔ (درمختار)

23: مقتدی کا امام کے رکوع میں جانے سے پہلے سر جھکانا یا رکوع میں امام سے پہلے سر اٹھانا یا سجدہ میں پہلے چلا جانا یا سجدہ سے امام سے پہلے سر اٹھانا مکروہ تحریمی ہے

24: امام کو حاجت سے زیادہ پکار کر تکبیرات کہنا مکروہ ہے یعنی اسکے پیچھے ایک

صف ہے اور وہ اتنا چیختا ہے کہ دس صفوں میں آواز پہنچ سکتی ہے تو مکروہ ہوگا۔ اسی طرح اگر امام تکبیر تحریمہ میں نیت صرف لوگوں کو خبردار کرنے کی کرے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی نہ کسی مقتدی کی ہوگی۔ بلکہ خبردار کرنے کے ساتھ نیت اپنی نماز کے تحریمہ کی بھی کرے اسی طرح مکبّر جو امام کی آواز دوسرے لوگوں کو پہنچاتا ہے وہ بھی اگر فقط خبردار کرنے کی نیت سے اللہ اکبر کہے گا تو نماز اس کی نہ ہوگی اور نہ اس شخص کی جو اس کی آواز پر اقتداء کرے گا۔ بلکہ پکار کر کہنے کے ساتھ تکبیر تحریمہ کا قصد کرے گا تو نماز ہوگی۔ اور بغیر حاجت کے مکبّر کا اللہ اکبر پکار کر کہنا مکروہ ہے۔ (درمختار، شامی)

25: امام کو کسی آنے والے کے لئے نماز کو طول دینا۔ اگر امام کو معلوم نہ ہو کہ کون آرہا ہے اور نماز کو تکثیر جماعت کے لئے محض اللہ تعالیٰ کے واسطے طول دے تاکہ اسے بھی رکعت ملنے کا ثواب مل جائے تب تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر نمازی کو پہچان کر قرأت یا رکوع کو طول دے گا۔ تو مکروہ تحریمی ہوگا۔ کیونکہ اس میں شرک کا خطرہ اور نماز کے ایک حصے کا غیر اللہ کے لئے ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور طول دینا بھی اس قدر ہے جس سے دوسرے مقتدیوں پر بار نہ ہو۔ اور طول نہ دینا افضل ہے یعنی اس کا ترک اَولیٰ ہے۔ اگر امام نے طول قرأت یا رکوع سے صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ارادہ کیا نہ کہ آنے والے کا مل جانا تو مکروہ نہ ہوگا۔ بالاتفاق، مگر خاص تقرب الٰہی کی نیت کا ہونا کمیاب ہے اور یہ مسئلہ مسمّٰی بہ مسئلہ نمود ریا ہے تو اس سے احتراز چاہیئے اور فقہاء نے اس مسئلہ کا نام مسئلہ الرّیاء رکھا ہے۔ (درمختار، شامی، مرقات)

26: امام کو نماز میں بڑی بڑی سورتیں پڑھنا جو مقدار مسنون سے بھی زیادہ ہوں یا رکوع و سجود میں بہت زیادہ دیر تک رہنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اسی طرح ذکر وغیرہ میں طول دینا بھی مکروہ تحریمی ہے خواہ قوم راضی ہو یا نہ ہو۔ بسبب مطلق ہونا اَمر کے واسطے خفیف پڑھنے نماز کے کیونکہ صحیحین میں ہے کہ جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز

پڑھائے تو چاہیئے کہ تخفیف کرے کیونکہ لوگوں میں کمزور اور بیمار اور بوڑھے بھی ہوتے ہیں اس سے یہ نکلا کہ تخفیف سے نماز پڑھنا واجب ہے اس لئے تطویل مکروہ تحریمی ہے

(بحر الرائق، تنویر الابصار، درمختار، شامی)

27: امام کو جمعہ، ظہر اور عصر کی نمازوں میں ان سورتوں کا پڑھنا جن میں سجدہ ہے مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

28: مکروہ تحریمی ہے دونوں رکعتوں کی قرأت میں چھوٹی سورۃ کا فاصلہ کرنا مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ کافرون پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ لہب پڑھے اور سورۃ نصر کا فاصلہ رہا تو مکروہ ہاں اگر درمیان میں بڑی سورۃ کا فاصلہ رہا تو مکروہ نہیں ہے کیونکہ دوسری رکعت کی قرأت پہلی سے طویل ہو جاتی ہے۔ جیسے پہلی رکعت میں سورۃ والتین پڑھے اور دوسری میں سورۃ علق کی بجائے سورۃ قدر پڑھے تو جائز ہے کیونکہ سورۃ علق پڑھنے سے دوسری رکعت کی قرأت پہلی رکعت سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ دوسری رکعت کا زیادہ کرنا بقدر تین آیات کے مکروہ تحریمی ہے۔

(تنویر الابصار، درمختار، شامی)

29: نماز میں الٹا قرآن مجید پڑھنا مکروہ تحریمی ہے مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ فلق پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص، کیونکہ ترتیب سے پڑھنا سورتوں کا واجب ہے۔ اگر سہواً ترتیب بدل جائے یا چھوٹی سورۃ کا فاصلہ رہ جائے تو مکروہ نہیں۔ اور نوافل میں تو ان میں سے کوئی بھی مکروہ نہیں یعنی بے ترتیب پڑھنا اور چھوٹی سورۃ کا فاصلہ چھوڑنا نفلوں میں درست ہے۔ اسی طرح ایک آیت کا بار بار پڑھنا عذر اور نسیان کے ساتھ جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔ اور نوافل میں تو بلا عذر بھی مکروہ نہیں ہے۔

(درمختار، شامی، عالمگیری)

30: مکروہ تحریمی ہے مسجد میں بلند کرنا آواز کا ذکر سے۔ مگر فقہ سیکھنے سکھانے والوں کا آواز بلند کرنا مکروہ نہیں۔ اور ذکر جہر میں قید اس بات کی ہونی چاہیئے کہ جس

میں خوف ریایا نمازیوں کی ایذاء کا ہو۔ اور اگر ان سے خالی ہو تو بعض علماء کے نزدیک ذکر جہر ہی افضل ہے۔ اس لئے کہ اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی ہوتا ہے اور خود ذکر کرنے والا بیدار دل رہتا ہے اور نشاط زیادہ ہوتا ہے۔ اکثر علماء ذکر خفی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ حدیث شریف میں وارد ہے خیر الذکر الخفی یعنی ذکر تو آہستہ ذکر کرنا ہے۔ (درمختار، شامی، طحطاوی)

31: مکروہ تحریمی ہے مسجد میں آنا لہسن وغیرہ کھانے والی جیسی چیز کا مثلاً کچا پیاز اور مولی وغیرہ جن سے منہ میں بدبو آتی ہے اور منع کیا جائے ایسا شخص مسجد میں گھسنے سے اور اسی طرح ہر شخص ایذاء دینے والا اگرچہ زبان ہی سے ایذاء دے۔ مسجد سے منع کیا جائے اور ایذاء دینے والوں سے مراد گندہ دہن اور گندہ بغل ہیں یا جس کے پسینہ سے یا کپڑوں کی بدبو سے تکلیف ہوتی ہو۔ اور زبانی ایذاء سے غرض چغلی اور غیبت وغیرہ ہے۔ کذا فی الطحطاوی۔

(قدوری، هدایه، عالمگیری، درمختار، شامی، شرح وقایه، کنز الدقائق)

32: مکروہ تحریمی ہے مسجد کے اندر کھانا پینا اور سونا مگر اعتکاف والے اور مسافر کو مکروہ نہیں ہے۔ (درمختار)

مکروہات تنزیہہ نماز:

1: ایسے میلے کچیلے کپڑوں سے نماز پڑھنا جن کو پہن کر دوسروں کے پاس نہ جائے بشرطیکہ اور کپڑے موجود ہوں۔ جو بُرے کپڑے گھر میں پہنے رہتا ہے اور بڑے لوگوں کے پاس ان کپڑوں کو پہن کر نہیں جاتا ان کپڑوں سے نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ لوگوں کی تو عزت کرتا ہے اور شرم کرتا ہے ان کے پاس بُرے کپڑے پہن کر جانے سے اور نماز کی کچھ عزت نہیں کرتا۔ حالانکہ اگر کسی امیر کے پاس اس کے دربار

میں جاتا ہے تو جو اس کے عمدہ کپڑے ہوتے ہیں ان کو پہن کر جاتا ہے۔ حالانکہ جب احکم الحاکمین کی درگاہ میں جائے تو جو اچھے کپڑے ہوں وہ پہن کر بعزت تمام اس سے نماز پڑھے۔ اگر کسی کے پاس اچھے کپڑے نہ ہوں تو مکروہ نہیں ان ہی کپڑوں میں نماز پڑھ سکتا ہے۔ (شرح وقایہ، درمختار، شامی)

2: اکیلا امام کا محراب کے اندر بلا عذر کھڑا ہونا، اگر محراب سے باہر کھڑا ہو اور سجدہ محراب کے اندر کرے تو مکروہ نہیں ہے۔ (درمختار)

3: چادر وغیرہ کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر اس کے دونوں کنارے ڈالنا۔

4: بلا عذر آلتی پالتی مار کر بیٹھنا۔

5: جمائی کے وقت منہ کا کھلا رہنا۔ جو جمائی نماز میں خود بخود آئے اگر وہ ارکان میں سوائے قیام کے آئے تو بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھے۔ اگر قیام میں آئے تو دائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھے اور خارج نماز ہمیشہ بائیں ہاتھ کی پشت منہ پر رکھے۔ (درمختار)

6: آنکھوں کا بند رکھنا اگر خشوع وخضوع کے لئے کرے تو جائز ہے۔

7: شمار کرنا آیتوں اور سورتوں اور تسبیحات کا ہاتھ کی انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں لے کر مطلق نماز میں اگرچہ نفل ہو۔ اور شمار کرنا نماز سے باہر مکروہ نہیں ہے جیسے مکروہ نہیں ہے نمازی کا شمار کرنا اپنے دل میں یا انگلیوں کے پوروں کو دبانے سے اور اسی پر محمول ہے نماز تسبیح جو حدیث میں مذکور ہے یعنی اس میں بھی شمار دل سے کرے یا انگلیوں کے ایک ایک پور کو دبا تا جائے۔ (بحرالرائق، درمختار)

8: ہر عمل قلیل بغیر عذر کے کرنا۔ (9) بلا عذر تھوکنا۔

10: مکروہ تنزیہی ہے فرضوں کے بعد سنتوں کی تاخیر کرنی مگر پڑھنے۔

اللھم أنت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذالجلال والاکرام"

یعنی فرض پڑھنے کے بعد صرف اتنی دیر کرے جس میں یہ دعا اور اس کے برابر کوئی دُعا پڑھ لے زیادہ دیر نہ کرے۔ اور حلوانی نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں فرضوں اور سنتوں میں وظائف کے فاصلہ کرنے کا اور پسند کیا اس کو کمال الدین محقق نے بحرالرائق میں حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے مراد تنزیہی لی جائے تو اختلاف دور ہو جائے یعنی جو لوگ فصل کو مکروہ کہتے ہیں اور حلوانی کے قول میں اختلاف جاتا رہے تو دونوں قائلوں کے نزدیک اللھم انت السلام الخ سے زیادہ بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہوگا۔ (درمختار، شامی)

11: دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ کی تکرار بلا عذر کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور اضطرار کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے مثلاً پہلی رکعت میں سورۃ الناس سہو سے پڑھ گیا تو دوسری رکعت میں پھر اسی کو پڑھے ورنہ اُلٹا پڑھنا لازم آئے گا۔ اور اس کا بھی مضائقہ نہیں کہ پہلی رکعت میں ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری رکعت میں دوسری جگہ سے اگرچہ دونوں مقام ایک ہی سورۃ میں سے ہوں۔ بشرطیکہ دونوں مقاموں میں دو آیات کا یا زیادہ کا فاصلہ ہو۔ اگر ایک آیت کا فاصلہ ہوگا تو مکروہ ہوگا۔ (درمختار، شامی)

12: مکروہ تنزیہی ہے امام کو نفل پڑھنا جہاں فرض پڑھے تھے۔ اسی طرح مقتدی کو اسی جگہ نفل و سنت پڑھنا جہاں فرض پڑھے تھے۔ آگے یا پیچھے یا دائیں یا بائیں ہٹ کر پڑھے یا اپنے گھر جا کر ادا کرے۔ (درمختار، مدارج النبوت)

13: امام کا اس قدر جلدی ارکان ادا کرنا کہ مقتدی اذکار مسنونہ کو ادا نہ کر سکیں۔

14: اپنے ہاتھ یا سر سے سلام کا جواب دینا۔

15: آستین سے عمل قلیل کے ساتھ ہوا کرنا۔

16: ننگے سر نماز پڑھنا۔

17: سجدہ میں پاؤں کوڈھکنا۔

18: دائیں یا بائیں پاؤں پر بلا عذر دباؤ ڈالنا۔

19: دائیں بائیں طرف کو جھک جانا۔(20) انگڑائی لینا۔

21: نماز میں خوشبو کا سونگھنا۔ (22) پیٹ کو رانوں سے ملانا

23: مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے اپنی جگہ مخصوص کر لینا۔

24: رکوع میں گھٹنے پر اور سجدے میں زمین پر بلا عذر ہاتھ نہ رکھنا۔

25: دونوں ہاتھ کانوں سے اوپر اٹھانا یا کندھوں سے نیچے رکھنا۔

26: مکھّی مچھر کا بلا ضرورت ہٹانا۔

27: بغیر امام کے صفوں کا کھڑا ہونا۔

28: اگر ٹوپی یا عمامہ گر جائے تو اس کا عمل قلیل کیساتھ اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے

29: سجدہ وغیرہ میں اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ کی طرف سے پھیرنا

(درمختار، شامی، شرح وقایہ، عالمگیری)

جن اوقات میں نماز پڑھنا منع ہے:

1: طلوع آفتاب کے وقت (جب تک انسان سورج کو دیکھنے پر قادر ہے اس وقت تک طلوع آفتاب کی حالت میں ہے)

2: وقت استواء (زوال کے وقت یعنی عین دوپہر کے وقت)

3: غروب آفتاب کے وقت (سورج کے سرخ ہونے سے لے کر غروب ہونے تک مگر عصر اسی دن کا کراہت تحریمی سے ادا ہو جائے گا)

اسکے علاوہ ان اوقات میں نہ سجدہ تلاوت جائز ہے نہ نماز جنازہ اور نہ قضا نماز۔

(درمختار، شرح وقایہ، کنز الدقائق، عالمگیری، شامی)

جن اقات میں نوافل پڑھنا مکروہ ہیں:

1: طلوع فجر سے نمازِ فجر تک۔ اس وقت سوائے سنت فجر کے ہر قسم کے نوافل پڑھنا مکروہ ہیں۔ البتہ قضا نماز، سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ ادا کر سکتے ہیں۔

2: نماز فجر کے بعد سورج نکلنے تک۔ البتہ قضا نماز، سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔

3: عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک البتہ قضا نماز، سجدہ تلاوت اور نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں۔

4: غروب آفتاب کے بعد قبل از نماز مغرب

5: ہر فرض کی اقامت کا وقت

6: خطبوں کے پڑھے جانے کا وقت یعنی جمعہ، عیدالفطر، عیدالاضحیٰ، تین حج کے ختم قرآن، نکاح، استسقاء اور کسوف کے خطبات۔

7: تنگی وقت یعنی اگر کسی نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو اس وقت فرضوں کے سوا سب قسم کے نوافل پڑھنا مکروہ ہیں۔

8: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روز آفتاب نکلنے کے بعد عیدین کی نماز کے وقت تک مگر بعد نماز عیدین اپنے گھر میں نوافل ادا کر سکتا ہے۔

9: عرفات و مزدلفہ میں جن نمازوں کو جمع کیا جاتا ہے ان نمازوں کے درمیان کا وقت

(عالمگیری، درمختار، شامی، شرح وقایہ، کنز الدقائق)

جن حالات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے:

1: مدافعت پیشاب کے وقت (2) مدافعت پاخانہ کے وقت
3: دونوں کی مدافعت کے وقت (4) مدافعت ریح کے وقت
5: اس طعام کے حاضر ہونے کے وقت جس کی طرف طبیعت مشتاق ہو۔
6: اس چیز کے وقت جو مانع حضور قلب ہے۔
7: تاریکی میں فجر کی نماز پڑھنا۔
8: آدھی رات کے بعد نماز عشاء پڑھنا۔
9: سخت گرمی میں ظہر کی نماز پڑھنا۔
10: تاخیر کرنا نماز مغرب کی تاروں کے چھٹکنے تک۔ (درمختار، شامی)

جن مقامات میں نماز پڑھنا مکروہ ہے:

1: کعبہ مکرمہ کی چھت پر (2) راستہ پر
3: روڑی پر (4) مقبرہ میں
5: ذبیحہ خانہ میں (6) غسل کی جگہ پر
7: حمام میں (8) شتر گاہ میں
9: اصطبل میں (10) طبیلے میں
11: بکریوں کے باڑہ میں (12) نالے کے اندر
13: پاخانہ کے مقام پر (14) پاخانہ گاہ کی چھتوں پر
15. جس گھر میں سور ہو۔ (16) جس گھر میں کتا ہو۔

17: بت خانہ میں (18) گرجا نصاریٰ میں

19: بت خانہ ہنود میں (20) پرنالہ بہنے کے مقام پر

21: چوپاؤں کے بندھنے کے مقام پر

22: جنگل میں بغیر سترہ کے جہاں آدمی کا گذر ہو۔

23: عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے اور بعد میں۔

24: چھنی ہوئی زمین یعنی زمین مغصوبہ میں۔

25: زمین ملک غیر میں بشرطیکہ بوئی یا جوتی ہو۔

26: گھاٹ پر جہاں اونٹ، بیل وگائے اور بھیڑ بکری وغیرہ پانی پیتے ہیں۔

27: خراس یعنی اس چکی کے پاس جس کو بیل یا گدھے گھماتے ہیں۔ (درمختار)

باب سُترہ

سُترہ کے لفظی معنی آڑ کے ہیں۔لیکن اصطلاح شرع میں سُترہ کا لفظ اس چیز پر بطور غالب استعمال کر کے بولا جاتا ہے جسے نمازی اپنے آگے گاڑ لے مثلاً کوئی ڈنڈا وغیرہ یا کوڑا یا لکڑی تا کہ اس کے ساتھ نمازی کے سجدہ کی جگہ معلوم ہو جائے اور کوئی گذرنے والا اس کے اور اس کی سجدہ گاہ کے درمیان سے نہ گذرے۔

علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ کوئی سواری، دیوار، درخت یا آدمی وغیرہ بھی سُترہ کا کام دے سکتا ہے۔امام نووی نے فرمایا کہ علماء اسلام کے نزدیک سُترہ کی حکمت یہ ہے کہ سُترہ سے آگے نمازی کی نگاہ نہ جائے اور قریب سے گذرنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ شخص نماز پڑھ رہا ہے اسکے آگے سے کوئی شخص نہ گذرے۔(شامی،مرقات)

سُترہ مقدار میں ایک ہاتھ کے برابر اور موٹائی میں کم از کم بقدر انگلی کے ہو۔اور نمازی کے قریب کھڑی ہونی چاہیئے اور تین ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نہ رکھے۔اور اس کو اپنے داہنے ابرو کے مقابل رکھے۔اگر کھڑا نہ کر سکے تو اس کو اپنے آگے ڈال دے مگر طول میں ڈالے عرضاً نہ ڈالے۔امام کا سُترہ مقتدیوں کو بھی کافی ہے۔اگر کوئی گذرنے والا پہلی صف کے آگے سے گذرے گا تو گنہگار نہ ہوگا۔البتہ امام کے آگے سے گذرنے والا گنہگار ہوگا اور امام سے آگے گذرنے والا ہی مقتدیوں کے آگے سے گذرنے والا شمار کیا جائے گا۔

بعض فقہاء نے کہا کہ اگر سُترہ پاس نہ ہو تو لکیر کھینچ دینا کافی ہوتا ہے تو خط کھینچے

نمازی طول میں یعنی سیدھا اور بعض نے کہا کہ مثل محراب کے یعنی بشکل کمان کے کھینچے
یہ قول امام محمد سے مروی ہے۔ اس سے یہ نکلتا ہے کہ اگر کتاب یا کپڑا بھی سامنے رکھ
دے تب بھی سُترہ کے قائم مقام ہو جائے گا۔ (درمختار، شامی، عالمگیری، مرقات)

نہیں فاسد کرتا نماز کو گذرنا کسی گذرنے والے کا جنگل میں یا بڑی مسجد میں
نمازی کے سجدہ کی جگہ میں صحیح تر قول میں یعنی سجدہ کی جگہ نمازی کے قدموں میں سے
لے کر نمازی کے سجدہ گاہ کو دیکھتے ہوئے جہاں تک نظر پڑتی ہے سجدہ گاہ میں اور اسی
طرح مفسد نماز نہیں نمازی کے سامنے سے گذرنا اس کے قدموں سے لے کر دیوار قبلہ
تک گھر میں اور چھوٹی مسجد میں کہ گھر اور چھوٹی مسجد مثل ایک مکان کے ہیں یعنی مقدار
دو صفوں کے فاصلہ ہونا مفسد نماز نہیں کسی کا بھی گذرنا مطلقاً۔ البتہ نمازی کے آگے
سے گذرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔ بسبب حدیث کے اگر گذرنے والا جانے کہ اس پر
کیا گناہ ہے تو ٹھہرا رہے چالیس برس، اور گناہ اس وقت ہوتا ہے کہ بغیر سُترہ کے
گذرے اگرچہ ایسا سُترہ ہو کہ سجدہ کرتے وقت دور ہو جاتا ہو اور قیام کے وقت پھر سترہ
ہو جاتا ہو یعنی رسّی یا کوئی چیز چھت میں لٹکتی ہے۔ جب نمازی سجدہ کرتا ہے تو سر کی حرکت
سے اس کی گردن یا کمر پر ہو جاتی ہے اور جب کھڑا ہوتا ہے تو پھر بدستور ہو جاتی ہے۔

(درمختار، شامی)

نمازی کے آگے سے گذرنے کی چار صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ گذرنے والے
کی گنجائش ہے کہ نمازی کے سامنے کو نہ گذرے اور نمازی نے راستہ روکا نہیں تو اس
صورت میں گذرنے والا گنہگار ہو گا۔

دوسری صورت یہ کہ اور طرف کو راستہ نہیں اور نمازی نے راستہ روکا ہوا ہے تو اس

صورت میں گناہ نمازی پر ہوگا۔

تیسری صورت یہ کہ نمازی نے راستہ روکا ہے اور گذرنے والا اور طرف سے بھی گذر سکتا ہے تو اب گذرنے سے دونوں یعنی گذرنے والا اور نمازی گنہگار ہوں گے۔

چوتھی صورت یہ کہ نمازی نے راستہ نہیں روکا اور گذرنے والے کو اور طرف سے راہ نہیں تو کوئی بھی گنہگار نہ ہوگا۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

اگر صف میں کوئی جگہ خالی ہو تو نماز میں آنے والے کو جائز ہے کہ جس شخص نے اس جگہ کو بند نہیں کیا ہے اس کی گردن پھلانگ کر چلا جائے کیونکہ اس نے اپنی عزت آپ کھودی تو خبردار ہوجا کہ اس کے آگے سے گذرنا گناہ نہیں ہے۔ (درمختار)

اگر ایک آدمی نمازی کے آگے سے گذرنا چاہتا ہے اور اس کے ساتھ کوئی چیز قابل سُترہ کر دینے کی ہے تو اس کو نمازی کے سامنے رکھ دے اور دوسری طرف کو جا کر اس کو اٹھالے۔ اگر دو شخص ہوں تو ایک شخص نمازی کے آگے کھڑا ہو جائے تا کہ دوسرا شخص اس کی آڑ سے گذر جائے پھر دوسرا شخص کھڑا ہو جائے تا کہ اوّل شخص اس کی آڑ سے گذر جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک طرف سے نمازی کے سامنے کھڑا ہو جانا یا ہاتھ بڑھا کر اس کے سامنے سے کوئی چیز اٹھالینا گناہ کا موجب نہیں ہے۔ (شامی)

اگر نمازی اس قدر اونچی جگہ پر نماز پڑھ رہا ہے کہ گذرنے والے کے اعضاء نمازی کے مقابل نہیں ہوتے تو گذرنے والا گنہگار نہیں اور اگر اعضاء نمازی کے اعضاء کے برابر ہو گئے تو البتہ گنہگار ہوگا۔ (درمختار، عالمگیری)

حالتِ نماز میں آگے سے گذرنے والے کو ہٹانے اور خبردار کرنے کیلئے جب

کہ سُترہ نہ ہو یا سُترہ تو ہو مگر وہ سُترہ کے اندر سے گذرتا ہو تو اگر جہری نماز ہے تو بلند آواز سے قرأت کرے یا سبحان اللہ کہے۔ اگر پہلے ہی قرأت بالجہر کر رہا ہے تو اس سے بھی اونچی آواز میں قرأت پڑھے۔ اگر سِرّی نماز ہے تو تکبیر یا تسبیح یا ایک آدھ آیت بلند آواز سے پڑھ کر ہٹائے اور خبردار کرے یا ہاتھ یا سر یا آنکھ کے اشارہ سے منع کرے۔ اور سبحان اللہ کہنے اور اشارہ کرنے دونوں باتوں سے نہ روکے کیونکہ دونوں کا جمع کرنا مکروہ ہے۔ اسلئے کہ مقصد ایک سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور عورت گذرنے والے کو ہٹانے کیلئے تالی بجائے اس طرح سے کہ بائیں ہاتھ کی پشت پر دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو مارے۔ ہتھیلی پر ہتھیلی کو نہ مارے۔ اگر عورت نے سبحان اللہ کہا اور مرد نے تالی بجائی تو دونوں کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن دونوں نے مسنون طریقہ کو ترک کیا۔ لیکن ترک کرنا روکنے سے بہتر ہے اسلئے کہ روکنا نماز کے اعمال سے نہیں ہے۔

(درمختار، شامی)

☆☆☆

﴿باب امامت﴾

امامت سرداری کو کہتے ہیں اور امام قوم کے پیشوا اور سردار کو کہتے ہیں۔

امامت دو قسم کی ہوتی ہے۔ (۱) امامت کبریٰ (۲) امامت صغریٰ

امامت کبریٰ وہ ہے جو لوگوں کو دین و دنیا کے مصالح کی حفاظت کے لئے بطور نیابت کے حضور ﷺ کی طرف سے ہوتی ہے۔

امام صغریٰ مقتدی کی نماز کا امام کے نماز سے چند شرطوں کے ساتھ وابستہ ہونے کا نام ہے۔ (عالمگیری، درمختار، شامی، مراقی الفلاح، نورالایضاح)

امامت کا حقدار:

مستحق امامت کا آگے بڑھنے میں بلکہ ہمیشہ امام مقرر کرنے میں وہ شخص ہے جو احکام فقط نماز کی صحت اور فساد کے زیادہ جانتا ہو۔ خواہ اور علموں میں فاضل ہو یا نہیں صرف نماز کے احکام زیادہ جانتا ہو۔ بشرط اس کے بچنے کے ظاہری گناہوں سے اور بشرط یاد کرنے مقدار فرائض نماز کے اور بعضوں نے بقدر واجب اور بعضوں نے بقدر سنت یاد کرنے کو کہا ہے۔ اور امام طحطاوی نے کہا کہ ظاہری گناہوں سے بچنے کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ امام کے دین پر کوئی طعن نہ کرتا ہو۔ اور امام زیلعی نے مقدار سنت کا یاد کرنا بھی لکھا ہے اور یہی مبسوط میں اور فتح القدیر میں ہے اور یہی ظاہر ہے اس لئے کہ بیان امام کے اولیٰ ہونے کا ہے تو امام کو لحاظ رکھنا سنت کا مناسب تر ہے۔

(شرح وقایہ، تنویر الابصار، درمختار، شامی، عالمگیری، ھدایہ)

امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف کے نزدیک قاری عالم پر مقدم ہے اور یہ

اس حدیث پر عمل کرتے ہیں۔

"یؤمّ القوم اقرع هم الکتاب ،الیٰ اٰخرہٖ"

اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد اور امام مالک کے نزدیک عالم قاری پر مقدم ہے اور وہ اس حدیث پر عمل کرتے ہیں کہ۔ "مُرّوا ابابکرٍ فلیصلِّ بالنّاس" باوجود کہ وہاں ابوبکرؓ سے اچھا قرآن پڑھنے والے صحابہ موجود تھے۔ چنانچہ مروی ہے۔ اقرءُ کم اُبیٌّ" یعنی تم میں سب سے اچھا قرآن پڑھنے والے اُبی بن کعبؓ ہیں۔ پس اس صورت میں ابوبکرؓ کے امام ہونے کی وجہ ان کا سب سے بڑا عالم ہونا ہی ہے۔ اور حدیث پاک میں قاری کے مقدم ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اس زمانہ میں قرآن کو سب مع احکام کے سیکھتے تھے۔ حتیٰ کہ عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے سورۃ بقر بارہ سال میں حفظ کی تھی۔ بخلاف موجودہ زمانے میں اکثر قاری جاہل ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرأت پر نماز کا ایک رکن موقوف ہے اور باقی سب ارکان علم ہی پر موقوف ہیں۔ اسی واسطے عالم کو پہلے درجہ میں اور قاری کو دوسرے درجہ میں رکھا گیا ہے۔

(فیض الباری، مرقات، فتح الباری، مظاهر حق، فتح القدیر، هدایه، درمختار، شامی)

اگر علم میں سب برابر ہوں تو جو شخص ان میں قرآن مجید کی تلاوت کا علم بہت اچھا جانتا ہو یعنی تلاوت اور قرأت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو۔

اگر قرأت میں سب برابر ہوں تو پھر زیادہ احتیاط والا یعنی جو شبہات سے زیادہ بچنے اور متقی ہو۔ (تقویٰ حرام چیزوں سے بچنا ہے)

اگر احتیاط میں سب برابر ہوں تو پھر مستحق امامت زیادہ عمر والا ہے یعنی جو اسلام میں پیش تر ہو۔ فقہاء نے کہا کہ مقدم کیا جائے وہ شخص جو پیش تر رہا ہو ورع یعنی پرہیزگاری میں۔ پھر مستحق امامت وہ ہے جو خوش خلق زیادہ ہو۔

پھر زیادہ خوبصورت، نورانی چہرہ والا یعنی جو زیادہ تہجد پڑھنے والا ہو۔
پھر جو سب سے زیادہ ہو حسب کی رُو سے اور خاندان میں زیادہ ہو مثلاً سید
پھر جس کی آواز زیادہ اچھی ہو، پھر جس کی بیوی زیادہ اچھی ہو۔
پھر جو زیادہ ہو مال میں، پھر جس کے کپڑے صاف ستھرے ہوں۔

اگر مستحقین امامت سب صفات میں برابر ہوں تو قرعہ ڈالا جائے یا مقتدیوں کو اختیار ہے کہ جس کو وہ پسند کریں۔ اگر مقتدی اَولیٰ امام کے سوا دوسرے کو پیش امام کر دیں گے تو برا کریں گے یعنی ترک سنت کی وجہ سے بُرا کریں گے۔ اسی طرح اگر مسجد میں کوئی ایسا شخص آیا جو امام مسجد سے زیادہ عالم یا زیادہ قاری ہے یا امامت کے دوسرے اوصاف میں زیادہ افضل ہے تو امامت کا حقدار اس مسجد کا امام ہی ہوگا۔

(تنویر الابصار ، درمختار ، شامی ،شرح وقایہ ، کنزالدقائق ،عالمگیری)

جن کی امامت مکروہ تحریمی ہے:

1: بے ریش کی یعنی جو شخص داڑھی منڈاتا ہو۔

2: فاسق کی یعنی اعلانیہ گناہ کرنے والا

3: بدعتی کی جس کے خیالات و اعتقادات حد کفر تک نہ پہنچے ہوں۔ اور جس کے اعتقادات و خیالات حد کفر تک پہنچے ہوں ان کے پیچھے نماز پڑھنا مطلقاً منع ہے۔

(مراقی الفلاح ، فتح القدیر ،شرح وقایہ ،درمختار ،شامی)

جن کی امامت مکروہ تنزیہی ہے:

1: کم عقل کی جو عقل و شریعت کے مطابق کام نہ کرسکتا ہو۔

2: غلام کی اگرچہ آزاد ہو گیا ہو۔

3: بدوی یعنی گنوار و جاہل کی۔

4: فاسق اور اندھے کی اور مثل اندھے کے جس کو کم دکھائی دیتا ہے اس لئے کہ ان کا امام ہونا اَولیٰ ہے۔ لیکن فاسق کہ باوجود عالم ہونے کے بھی اس کی امامت کراہت سے خالی نہیں ہے کیونکہ امامت میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً مقتدیوں پر اس کی اہانت واجب ہے اور مفتی ابوالسعود نے کہا کہ اس تعلیل کا مفاد یہ ہے کہ امامت فاسق کی مکروہ تحریمی ہے۔ اور اندھے کی امامت میں ہر چند عالم ہونے سے علت کراہت یعنی نہ بچنا نجاست سے موجود رہتی ہے مگر اس میں نص صریح کے ہونے سے کراہت جاتی رہی یعنی عبداللہ بن مکتوم اور حضرت عتبان رضی اللہ عنہما باوجود کے کہ نابینا تھے مگر ان کو حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں نماز پڑھانے کے لئے اپنا نائب مقرر کیا تھا کیونکہ مردوں میں ان سے زیادہ لائق کوئی موجود نہ تھا۔

(طحطاوی، درمختار، شامی)

5: امامت مبتدع یعنی بدعت والے کی، تعریف بدعت کی یہ ہے کہ جو چیز کسی قسم کے شبہ استحسان سے پیدا ہو مخالف اسکے حق جس کی تعلیم حضور ﷺ نے کی ہے خواہ وہ حق بات علم ہو یا عمل یا حال اور اس چیز کو دین متین اور صراط مستقیم ٹھہرا لیا ہو۔ اگر بدعتی منکر ہو کسی ایک بات کا جو دین میں ضروری جانی گئی ہو تو وہ اس بدعت سے کافر ہو جائے گا مثلاً اس کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ جسم ہے مانند اور جسموں کے اور انکار کرنا صحبت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یعنی جس کی خبر قرآن مجید میں ہے۔ **اذ یقول لصاحبه لا تحزن** ۔ تو ایسے بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز درست نہیں ہے۔ (درمختار، شامی)

6: مفلوج یعنی فالج زدہ کی۔ (7) لنگڑے یا ٹنڈے کی

8: سُرود کے ساتھ قرأت پڑھنے والے سرودی کی یعنی جو گانے کی طرز پر قرأت پڑھے۔

9: مبروص کی یعنی جس کے بدن پر سفید یا سیاہ داغ پھیل جائیں۔

10: شراب خور کی (11) سود کھانے والے کی

12: چغل خور کی (13) ریاکار کی

14: جس کی آلت کٹی ہو (15) ولدالزنا کی

16: عورتوں کی آپس میں امامت۔ (17) کبڑے کی۔

18: جو ساٹھ یا ستر یا ستتر یا اسّی سال کا ہو جائے۔

اگر کوئی شخص کسی قوم کا امام ہو اور وہ لوگ اس کو برا جانتے ہوں تو اگر ان کی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کیلئے ہے یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ بہ نسبت امام مذکور کے زیادہ مستحق امامت کے ہیں تو اس شخص کو امام ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ بسبب حدیث ابوداؤد کے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جو ایک قوم کی امامت کرے اور وہ لوگ اس سے نفرت کریں۔ اگر امام مذکور زیادہ حق دار امامت کا ہو تو اس کے حق میں امام ہونا مکروہ نہیں بلکہ مقتدیوں کو اس سے نفرت کرنا مکروہ ہے۔ (تنویرالابصار، درمختار)

اگر کوئی شخص امامت کے لائق ہو لیکن اپنے محلہ کی امامت نہ کراتا ہو اور رمضان شریف میں دوسرے محلہ کی امامت کراتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ عشاء کی نماز میں عشاء کا وقت داخل ہونے سے پہلے وہاں چلا جائے اور عشاء کا وقت داخل ہو جانے کے بعد اس کو وہاں جانا مکروہ ہے۔ (عالمگیری، شرح انواع)

جماعت واجب ہونے کی شرائط:

1: مسلمان ہونا۔ کافر پر جماعت واجب نہیں ہے۔

2: بالغ ہونا۔ نابالغ پر جماعت واجب نہیں ہے۔

3: عاقل ہونا۔ بے ہوش، مست اور دیوانے پر جماعت واجب نہیں ہے۔

4: مرد ہونا۔ عورتوں پر جماعت واجب نہیں ہے۔

5: عذرات سے سلامت ہونا مثلاً نکسیر اور پیشاب کے قطروں سے وغیرہ وغیرہ

6: آزاد ہونا غلام پر جماعت واجب نہیں ہے۔

7: نماز کی شرائط کا موجود ہونا مثلاً طہارت وستر عورت واستقبال قبلہ وغیرہ۔

ان میں سے کسی ایک شرط کے نہ پائے جانے سے امام کی امامت صحیح نہ ہوگی۔

لیکن اگر مقتدی بھی امام جیسا صاحب عذر ہو تو البتہ صاحب عذر امام بن سکتا ہے۔ یعنی غیر معذور کی اقتداء معذور کے پیچھے درست نہیں۔ یا اقتداء کرنے والی عورتیں ہوں تو ان کی امامت کے لئے مرد ہونا شرط نہیں یا نابالغ بچے ہوں تو ان کے امام کا بالغ ہونا کوئی ضروری نہیں نابالغوں کی امامت نابالغ بھی کرسکتا ہے۔ لیکن نابالغ اور معذور کسی بالغ اور غیر معذور مرد مسلمان کی امامت نہیں کرسکتا کسی بھی نماز میں یہاں تک کہ نابالغ تراویح کی نماز میں سامع بھی نہیں بن سکتا مگر وہی شخص جس میں مذکورہ بالا شرائط پائی جائیں گے۔ (طحطاوی، بحرالرائق، مراقی الفلاح، نورالایضاح، درمختار، شامی، ہدایہ، عالمگیری)

جماعت صحیح ہونے کی شرائط:

جماعت کے صحیح ہونے کی شرائط یا مقتدی کی اقتداء صحیح ہونے کی شرائط حسب ذیل ہیں۔

1: امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کرنا۔

2: امام اور مقتدی کے مقام کا ایک ہونا۔ خواہ حقیقتاً ایک ہو جیسے دونوں ایک ہی گھر یا ایک ہی مسجد میں کھڑے ہوں۔ یا حکماً ایک ہو جیسے کسی دریا کے پل پر جماعت

قائم کیجائے اور امام پل کے اس پار ہو مگر درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہوں تو اس صورت میں اگرچہ امام کے اور مقتدیوں کے درمیان جو پل کے اس پار ہیں۔ دریا حائل ہے اس وجہ سے دونوں کا مقام حقیقتاً ایک نہیں۔ مگر چونکہ درمیان میں برابر صفیں کھڑی ہیں۔ اس لئے دونوں کا مقام حکماً ایک ہی سمجھا جائے گا۔ اسی طرح مقتدی کسی چھت پر کھڑا ہو اور امام مسجد کے اندر تو درست ہے۔ اس لئے کہ مسجد کی چھت مسجد کے حکم میں ہے اور یہ دونوں مقام حکماً متحد سمجھے جائیں گے۔ اسی طرح اگر کسی کی چھت مسجد سے متصل ہو اور درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو تو وہ بھی حکماً مسجد سے متحد سمجھی جائے گی۔ اور اس کے اوپر کھڑے ہو کر اس امام کی اقتداء کرنا جو مسجد میں نماز پڑھا رہا ہے درست ہے۔ اگر امام اور مقتدی کے درمیان اتنی جگہ خالی ہے جس میں دو صفیں آسکتی ہیں۔ تو اقتداء درست نہ ہوگی۔ (عالمگیری، درمختار، شامی)

مسجد خواہ بڑی ہو یا چھوٹی اور عیدگاہ یا جنازہ گاہ میں تو چاہے کہ کہیں بھی اقتداء کرے نماز جائز ہے۔ مگر جنگل میں دو صفوں کی مقدار پر اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ اسی طرح مسجد کی چھت پر اقتداء کرنے میں اگر مقتدیوں کو امام کا حال مشتبہ نہ ہوتا ہو تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ (عالمگیری، درمختار، شامی)

3: امام اور مقتدی کی نماز کا ایک ہونا۔

4: مقتدی کے گمان میں امام کی نماز کا صحیح ہونا۔

5: مرد جماعت میں عورت کے برابر کھڑا نہ ہو۔ اگر رکوع و سجود والی نماز میں مرد کے برابر ایک ہی جگہ بغیر کسی آڑ کے کوئی ایسی عورت کھڑی ہو جائے کہ امام نے اپنی نماز کی نیت کرنے کے ساتھ اس کی نماز بھی نیت کر لی ہو تو اس صورت میں اس برابر والے مرد کی نماز جاتی رہے گی۔ اگر امام نے عورت کا امام ہونے کی نیت نہیں کی تھی تو

عورت کی نماز نہ ہوگی۔مرد کی نماز ہو جائے گی۔نماز جنازہ میں یہ حکم نہیں ہے۔

(کنز الدقائق)

صحت نماز کے لئے مردوں کے حق میں امام کو امامت کی نیت ضروری نہیں یہاں تک کہ اگر یہ نیت کرے کہ میں فلاں شخص کا امام نہیں ہوں اور پھر وہی شخص اس کی اقتداء کرے تو اس کی اقتداء درست ہے۔ (عالمگیری)

6: مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑیوں سے آگے نہ ہو۔اگر ایک مقتدی ہو تو وہ امام کی داہنی طرف کھڑا ہو۔اس طرح پر کہ اس کا ٹخنہ امام کے ٹخنے سے آگے نہ ہو جائے۔ ایک مقتدی کو امام کی بائیں طرف کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔ایک مقتدی امام کے پیچھے ہے پھر دوسرا شخص آیا یہ شخص اس مقتدی کو پیچھے کھینچ لے۔خواہ نماز کی نیت کر کے کھینچے یا نیت کرنے سے پہلے کھینچے اور اس ہٹنے میں مقتدی اصلاح نماز کی نیت کرے۔ اگر اصلاح نماز کی نیت نہ کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔اگر پہلا مقتدی اپنی جگہ سے نہ ہٹے گا اور پیچھے مقتدیوں کے ساتھ صف ہو جائے گی تو بالا تفاق نماز مکروہ ہوگی۔ اگر کہیں ایسی جگہ ہو کہ مقتدی کو پیچھے ہٹنے کی جگہ نہیں تو امام ایک قدم آگے بڑھ جائے اگر دو یا زیادہ آدمی ہوں تو امام کے پیچھے کھڑے ہوں اور امام کو چاہیئے کہ صف کے درمیان میں کھڑا ہو۔اگر صف کے دائیں یا بائیں کھڑا ہوگا تو گنہگار ہوگا۔اسی طرح ایک شخص ایسے وقت مسجد میں داخل ہوا جب صف بھر چکی تھی تو اس شخص کو امام کے رکوع میں جانے تک دوسرے مقتدی کا انتظار کرنا چاہیئے۔اگر اس وقت تک اور کوئی مقتدی میسر نہ آئے تو اوّل صف یا دوسری صف میں سے کسی مسئلہ جاننے والے کو کھینچ لے۔ اور اگر ایسا شخص نہ ہو تو نہ کھینچے اور اکیلا امام کے پیچھے سیدھ میں کھڑا ہو جائے۔اس وقت میں اکیلا کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔ (درمختار،شامی،عالمگیری)

صف بندی میں پہلی صف مردوں کی ہو اس کے بعد لڑکوں کی اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں۔ پس اگر ایک لڑکا ہو تو وہ مردوں کی صف میں شامل کیا جائے۔ اس کے بعد ہیجڑوں کی، پھر عورتوں کی اور پھر لڑکیوں کی۔

(شرح وقایہ، کنز الدقائق، درمختار، عالمگیری)

امام کو چاہیئے کہ مقتدیوں کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہیں اور دو شخصوں کے بیچ میں جگہ کو بند کریں۔ اور اپنے شانوں کو برابر رکھیں۔ صف میں جگہ چھوڑنے سے جماعت کا ثواب فوت ہو جاتا ہے یعنی جماعت کی نماز تنہا پڑھنے سے پچیس یا ستائیس گنا زیادہ ہے۔ خالی جگہ چھوڑنے سے یہ ثواب نہیں ملتا بلکہ اصل برکت جماعت کی ملتی ہے یعنی جو رحمت کامل شخصوں کے اخلاص کے سبب سے نازل ہوتی ہے۔ اس میں حاضرین شریک ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی شخص نماز میں داخل ہونا چاہیے اور اگلی صفوں میں جگہ دیکھے تو پچھلی صف والوں کے سامنے سے یا ان کو چیر کر اس خالی جگہ جا کر کھڑا ہو۔ کیونکہ پچھلی صف والوں کا قصور ہے کہ انہوں نے جگہ کو نہ بھرا اس لئے ان کو چیر کر گذرنا یا ان کے آگے سے گذرنا کچھ مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص فرجہ دیکھے تو اس کو خود بند کر دے۔ اور اگر بند نہ کرے تو دوسرا شخص اس کی گردن پر ہو کر چلا جائے کہ اس کی کچھ تعظیم نہیں رہی۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص فرجہ یعنی خالی جگہ بند کرے اس کی مغفرت ہوگی۔

(درمختار، شامی)

7: امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف جانے کو مقتدی کا جاننا خواہ دیکھ کر ہو یا تکبیر کی آواز سن کر یا دوسرے مقتدیوں کو دیکھ کر۔ (عالمگیری، درمختار، کنزالدقائق)

8: مقتدی کو اپنے امام کے حال کو جاننا کہ مسافر ہے یا مقیم۔

9: نماز کے ارکان میں اپنے امام کے ساتھ شریک ہونا یعنی ہر رکن کو اس کے

ساتھ ادا کرنا۔ (شامی)

10: نماز کے ارکان یا شرائط ادا کرنے میں امام کے مثل ہونا یا اس سے کم تر ہونا امام کے مثل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ امام اشارے سے ارکان ادا کرتا ہو تو مقتدی بھی اشارے سے ارکان ادا کرتے ہوں۔ اور امام سے کم تر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ امام رکوع و سجود سے نماز ادا کرے اور مقتدی اشارے سے رکوع و سجود ادا کرتے ہوں تو اقتداء درست ہوگی۔ اگر امام اشارے سے رکوع و سجود ادا کرتا ہو اور مقتدی صحیح رکوع و سجود ادا کرنے والا ہو تو اس کی اقتداء جائز نہیں ہوگی۔ اور شرائط نماز میں برابری یہ ہے کہ ننگا آدمی ننگے کی اقتداء کرے اور شرائط میں کم تر ہونے کی مثال یہ ہے کہ امام کپڑے پہنے ہو اور مقتدی ننگا ہو۔ ان دونوں صورتوں میں اقتداء جائز ہوگی۔ اور اگر امام ننگا ہو اور مقتدی کپڑے پہنے ہو تو اقتداء جائز نہیں ہوگی۔

(درمختار ، شامی ، بحر الرائق ، مراقی الفلاح)

یہ شرائط جو جماعت کے صحیح ہونے کی بیان کی گئی ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی شرط کسی مقتدی میں نہ پائی جائے گی تو اسکی اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ اور جب کسی کی اقتداء صحیح نہ ہوگی تو اس کی وہ نمازیں نہ ہوں گی جس کو اس نے بحالت اقتداء ادا کیا ہوگا۔

(درمختار)

احکام نماز با جماعت:

پنج گانہ فرض نمازوں کی جماعت مردوں کے حق میں سنت مؤکدہ ہے بشرطیکہ کوئی شرعی عذر نہ ہو۔ فقہاء نے تاکید سے مراد واجب لیا ہے یعنی جو لوگ سنت مؤکدہ کہتے ہیں ان کے قول میں اور جو واجب کہتے ہیں ان کے قول میں کچھ فرق نہیں۔ دونوں کا مآل ایک ہے کیونکہ تاکید سے غرض واجب ہوتا ہے۔

امام احمد، داؤد ظاہری، عطاء اور ابو ثور کے نزدیک جماعت کی نماز فرض عین

ہے اور عذر کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جماعت کی نماز فرض کفایہ ہے۔ اور امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے جو عملاً واجب ہوتی ہے۔ امام ابن الہمام کہتے ہیں کہ ہمارے اکثر مشائخ حنفیہ جماعت کے وجوب کے قائل ہیں اور اسے سنت کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے جیسے نماز عید، بدائع الصنائع میں ہے کہ ہر عاقل و بالغ آزاد مرد پر مسجد میں جماعت کے لئے حاضر ہونا واجب ہے لیکن اگر ایک مسجد میں جماعت نہ مل سکے تو دوسری میں جانا واجب نہیں گو مستحب ہے۔ اور امام قدوری فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اپنے اہل و اعیال کو جمع کر کے گھر میں جماعت سے نماز پڑھے۔ (مظاہر حق)

علامہ سید انور شاہ فرماتے ہیں کہ جماعت کے متعلق ہمارے ائمہ کے دو قول ہیں ایک یہ کہ سنت مؤکدہ ہے اور دوسرا یہ کہ واجب ہے۔ صاحب بحر الرائق نے کہا ہے کہ وجوب کا ادنیٰ درجہ اور سنت مؤکدہ کا اعلیٰ درجہ ایک ہی ہے۔ پس اختلاف نہ رہا۔ بعض شافعیہ نے بھی جماعت کو سنت مؤکدہ کہا ہے اور امام احمد کا مشہور مذہب بھی یہی ہے کہ جماعت کی نماز واجب ہے اور دراصل وجوب و سنیت کا اختلاف دلائل پر نظر کرنے کے طریقہ سے پیدا ہوا ہے۔ جن لوگوں نے فقط تاکید جماعت کے احکام کو دیکھا اور اس کے ترک کی وعیدیں دیکھیں انہوں نے اس کے وجوب بلکہ فرضیت کا حکم دے دیا۔ اور جنہوں نے اعذار شرعیہ کی بنا پر جماعت کے حکم میں تخفیف دیکھی تو انہوں نے اس کی سنیت کا حکم دے دیا۔ یہی حال نماز وتر کے وجوب و سنیت کے متعلق بھی ہے۔ اگر اس چیز پر نظر رکھی جائے تو بہت سے اختلافات ہلکے بلکہ معدوم ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں متقدمین حنفیہ مثلاً طحاوی اور امام محمد کے ہاں واجب و سنت میں کوئی فرق نہ تھا۔ ہاں سنت کے مراتب اور درجے ضرور تھے مثلاً مؤکدہ و غیر مؤکدہ

اور شاید یہی مؤکدہ متاخرین کے ہاں واجب کہلاتی ہیں ۔غرض یہ اختلاف محض اجتہادی ہے یعنی مراتب کو قائم کرنے کا اختلاف۔نصوص میں کوئی اختلاف نہیں ۔

(فیض الباری)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حسب عادت فقہاء کے مختلف مذاہب کو ملانے اور اختلاف کو ختم کرنے کے لئے عجیب انداز اختیار فرمایا ہے۔وہ فرماتے ہیں اقویٰ قول یہی ہے کہ جماعت فرض کفایہ ہے اس طریقے سے کہ شعائر اسلام ظاہر ہو جائے۔مثلاً چھوٹی بستی میں ایک جگہ اور بڑی بستی میں چند جگہ اسے قائم کیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔"اقیموا الصلوٰۃ" اقامت کا معنی اس کا اظہار و ترویج ہے۔ اور حضور ﷺ نے اظہار و ترویج کو اقامت جماعت کے ساتھ ضبط فرمایا ہے۔ اور ابوداؤد کی حدیث میں آیا ہے کہ تین آدمی شہر یا جنگل میں ہوں اور جماعت قائم نہ کریں تو شیطان ان پر غالب آجاتا ہے۔اور افراد کے حق میں جماعت سنت مؤکدہ ہے جس کا بلا عذر ترک کرنا ملامت کا حق دار بنا دیتا ہے۔اور مسجدوں میں حاضر ہونا بھی سنت مؤکدہ ہے۔پس اگر گھروں میں نماز باجماعت ادا کریں ایسے انداز میں کہ مشہور ہو جائے اس سے فرض کفایہ تو ادا ہو گیا لیکن استحقاق ملامت مسجدوں کی عدم تعمیر اور غیر آبادی پر باقی رہے گا۔ (مصفّٰی ج ا)

جمعہ اور عیدین کی نماز باجماعت شرط ہے۔بغیر جماعت کے یہ نمازیں درست نہ ہوں گی ۔تراویح میں جماعت سنت مؤکدہ کفایہ ہے ۔محلّہ میں کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتی ہے ۔ رمضان شریف میں وتروں کی جماعت مستحب ہے اور دوسرے قول کے مطابق مستحب نہیں بلکہ وتروں کو اپنے گھر ادا کرنا چاہیئے۔

رمضان شریف کے وتروں کے سوا اور نفلوں میں جماعت مکروہ ہے بطور تداعی یعنی بلانے کے ساتھ۔ یعنی چار یا چار سے زیادہ مقتدی ایک امام کے پیچھے نماز پڑھیں تو مکروہ ہے اگر چار مقتدیوں سے کم ہوں اور بغیر بلائے مسجد کے گوشے میں جماعت کر لیں تو مکروہ نہیں ہے مگر جماعت کا ثواب نہیں۔ (درمختار، شرح وقایہ، بحرالرائق، شامی)

اگر محلّہ کی مسجد میں جماعت نہ ہوتی تو دوسری مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے نہ جانا چاہیئے۔ خواہ جامع مسجد ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس پر اس مسجد کا حق ہے پس اس مسجد میں اذان کہے اور تنہا نماز پڑھے۔ اور یہ تنہا نماز اس مسجد کی اس کے حق میں دوسری مسجدوں کی نماز باجماعت سے بہتر ہے۔ اگر اس مسجد کا امام فاسق ہو تو اس کی اقتداء نہ کی جائے مگر صرف جمعہ میں کہ اس میں مجبوری ہے۔ اور باقی نمازوں کے لئے دوسری مسجد میں چلا جائے۔ اور جمعہ اگر شہر میں چند جگہ ہوتا ہو تو اس میں بھی اس کی اقتداء نہ کی جائے بلکہ دوسری مسجد میں جا کر پڑھے۔ (شامی، فتح القدیر)

مکروہ ہے مکرّر کرنا جماعت کا اذان اور اقامت کے ساتھ محلّہ کی مسجد میں نہ کہ شارع عام کی مسجد میں یا ایسی مسجد میں جس کا نہ امام ہے اور نہ مؤذن اور مکروہ ہے مراد مکروہ تحریمی ہے۔ مسجد محلّہ سے مراد یہ ہے کہ جس کا امام اور جماعت مقرر ہو۔ اگر اہل محلّہ بغیر اذان و اقامت کے جماعت دوبارہ کریں یا مسجد شارع پر ہو تو دوسری جماعت جائز نہ ہوگی۔ بالاتفاق، جماعت ثانی کے جائز رکھنے میں جماعت کی کمی بھی متصور ہے کیونکہ جب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ دیر کر کے جانے میں بھی جماعت فوت نہ ہوگی اگر اوّل نہ ملے گی تو دوسری مل جائے گی تو اوّل جماعت میں اکٹھے نہ ہوں گے تو اس تعلیل سے یہ نکلتا ہے کہ مسجد محلّہ میں تکرار جماعت کو بغیر اذان کے ہو مکروہ ہے اگر کچھ لوگ ایک مسجد میں آئے جس میں جماعت ہو چکی ہے تو وہ تنہا نماز پڑھیں اور یہی

ظاہر روایت میں ہے۔ اور شرح منیہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ جب دوسری جماعت پہلی جماعت کی صورت پر نہ ہوگی تو مکروہ نہ ہوگی ورنہ مکروہ ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ اور بزازیہ میں ہے کہ محراب سے ہٹ کر کھڑے ہونے میں پہلی جماعت کی صورت بدل جاتی ہے۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

ایک شخص اگر مسجد میں آکر جماعت سے نماز ادا کرے تو قیام مفروض کی طاقت نہیں رہتی۔ اگر گھر پڑھے تو قیام کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے تو ایسا شخص جماعت میں حاضر نہ ہو گھر میں قیام کے ساتھ ادا کرے۔ کیونکہ قیام فرض ہے اور جماعت واجب، تو واجب کے لئے فرض کو ترک نہ کرے۔ (درمختار)

جوان عورتوں کو نماز با جماعت میں شرکت کرنا مکروہ ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بڑھیا عورت فجر، مغرب اور عشاء کی نماز میں شرکت کرسکتی ہے کیونکہ ان اوقات میں اندھیرا ہوتا ہے اور صاحبین کے نزدیک معمر عورت سب نمازوں میں شرکت کرسکتی ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اس زمانہ میں کسی نماز میں بھی عورت کا خواہ جوان ہو یا بوڑھی مسجدوں میں آنا خالی کراہت سے نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(شرح وقایہ، قدوری، عالمگیری)

امام کو چاہیئے کہ مقتدیوں کو امر کرے کہ ایک دوسرے سے ملے رہیں اور دو شخصوں کے بیچ میں جگہ کو بند کریں اور اپنے شانوں کو برابر رکھیں۔ صف میں جگہ چھوڑنے سے جماعت کا ثواب فوت ہو جاتا ہے یعنی جماعت کی نماز تنہا نماز پڑھنے سے پچیس یا ستائیس گنا زیادہ ہے۔ خالی جگہ چھوڑنے سے یہ ثواب نہیں ملتا بلکہ اصل برکت جماعت کی ملتی ہے یعنی جو رحمت کامل شخصوں کے اخلاص کے سبب سے نازل ہوتی ہے اس میں حاضرین شریک ہو جاتے ہیں جب کوئی شخص جماعت میں داخل

ہونا چاہیے اور اگلی صفوں میں جگہ دیکھے تو پچھلی صف والوں کے سامنے سے یا ان کو چیر کر اس خالی جگہ جا کھڑا ہو کیونکہ پچھلی صف والوں کا قصور ہے کہ انہوں نے جگہ کو نہ بھرا اس لئے ان کو چیر کر گذرنا یا ان کے آگے سے گذرنا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب کوئی شخص صف میں فرجہ دیکھے تو اس کو خود بند کر دے اور اگر بند نہ کرے تو دوسرا شخص اس کی گردن پر ہو کر چلا جائے کہ اس کی کچھ تعظیم نہیں رہی اور حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص فرجہ یعنی خالی جگہ صف میں بند کرے گا اس کی مغفرت ہوگی۔ (درمختار، شامی)

منفرد کو فجر کی دونوں رکعتوں میں اور مغرب وعشا کی پہلی رکعتوں میں اور تراویح میں اختیار ہے کہ اگر وہ ان نمازوں کو ادا وقت پر پڑھے تو چاہیے تو بلند آواز سے قرأت کرے یا آہستہ آواز سے اور قرأت سے مراد صرف تکبیرات ہیں۔ (ہدایہ)

اگر کوئی شخص ظہر یا عصر یا عشا کی ایک رکعت پڑھ چکا تھا کہ تکبیر ہوگئی تو وہ دو رکعت پڑھ کر امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اور اگر ایک رکعت بھی نہیں پڑھی تھی یعنی ابھی تک سجدہ بھی نہیں کیا گیا تھا تو نیت توڑ کر امام کے ساتھ شامل ہو جائے۔ اور اگر تین رکعت پڑھ چکا تھا تو چار رکعت پوری کر کے نفل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو جائے۔ کیونکہ اپنے ذمہ کے فرض وہ پہلے ادا کر چکا ہے۔

(طحطاوی، کنز الدقائق، درمختار، عالمگیری)

اگر کوئی شخص فجر یا مغرب کی ایک رکعت پڑھ چکا تھا کہ تکبیر ہوگئی تو وہ نیت توڑ دے اور امام کے ساتھ شامل ہو جائے اور اگر دوسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا تھا اور ابھی سجدہ نہیں کیا تھا تب بھی نیت توڑ دے۔ اور اگر سجدہ کر لیا تھا تو اب اپنی ہی نماز پوری کرے امام کے ساتھ شامل نہ ہو۔ اور اگر امام کے ساتھ شامل ہونا ہو تو ایک رکعت اور

ملا کر چار پوری کرے تا کہ یہ چار نفل ہو جائیں کیونکہ تین رکعت نفل نہیں ہوتے۔

(طحطاوی، کنز الدقائق، درمختار)

اگر کوئی آدمی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو اگر ایسا اتفاق فجر کی سنت پڑھنے کی حالت میں ہوا ہو تو جب تک قعدہ اخیرہ جماعت کے ملنے کی امید ہو اس وقت تک اس سنت کو قطع نہ کرے۔اور اگر فجر کی سنت کے سوا اور اسنتیں ہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں کے پڑھنے کی حالت میں جماعت کھڑی ہوئی ہے تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے۔اور اگر پچھلی رکعتوں میں جماعت کھڑی ہوئی ہے تو خواہ تیسری رکعت ہو یا چوتھی تو چاروں رکعتیں پوری کر کے سلام پھیر دے اور پھر جماعت میں شامل ہو۔ چار رکعتوں والی سنتوں کو جس کو اوّل شفع میں قطع کر کے فرضوں میں شامل ہوا تھا۔اب بعد جماعت چار رکعت ہی قضا کرے۔دو رکعت جن کو قطع کر کے شریک جماعت ہوا تھا علیحدہ نفل ہو جائیں گے۔سنت ہونے کا حکم چار رکعت ہی کے ساتھ ہے۔ (طحطاوی، درمختار، شامی، کبیری، عالمگیری)

جن عذرات سے جماعت کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے:

1: مریض پر (2) اپاہج پر (3) مدت کا بیمار

4: بہت بوڑھا۔ (5) مفلوج پر (6) بارش کا ہونا

7: کیچڑ کا ہونا۔ (8) سخت جاڑے کا ہونا (9) سخت اندھیرے کا ہونا۔

10: رات کو آندھی کا ہونا۔ (11) جس کا پاؤں کٹا ہو۔

12: جس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف سے کٹا ہو۔

13: اندھے پر بشرطیکہ اسے راستہ کا صحیح علم نہ ہو۔

14: اگر پیشاب و پاخانہ کی حاجت ہو

15: جب کسی وقت کا کھانا تیار ہو اور اس کو بھوک لگی ہو اور دل کھانے کی طرف راغب ہو۔

16: خوف ہو کہ اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گیا تو قرض خواہ قید کر لے گا۔ یا ظالم کا خوف ہو۔

17: سفر پر تیار ہو اور خوف ہو کہ جماعت سے نماز ادا کی تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کو اکیلے سفر میں تکلیف ہوگی۔

18: مریض کی تیمارداری پر مقرر ہے اور اس کے چلے جانے سے مریض کو تکلیف پہنچتی ہے۔ (بحرالرائق، درمختار، شامی، عالمگیری)

﴿مقتدیوں کی اقسام﴾

مقتدی چار قسم کے ہوتے ہیں:۔

(۱) مُدرک۔ (۲) لاحق۔ (۳) مسبوق۔ (۴) مسبوق لاحق۔ (شامی)

۱۔ مُدرک : مدرک وہ ہے جس نے پوری نماز اوّل سے آخر تک امام کے ساتھ ادا کی ہو۔

۲۔ لاحق : مقتدی لاحق وہ ہے جس کی کل یا بعض رکعتیں بعد اقتداء تحریمہ کے کسی عذر سے فوت ہو جائیں۔

۳۔ مسبوق : مقتدی مسبوق وہ ہے جس کی اقتداء سے پہلے امام سب یا بعض رکعتیں پڑھ چکا ہو اور یہ آخری رکعت میں رکوع کے بعد یا پہلی یا دوسری رکعت میں ملا ہو

۴۔ مسبوق لاحق : مقتدی مسبوق لاحق وہ ہے جو مثلاً دوسری رکعت میں امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہوا اور پھر تیسری یا چوتھی رکعت میں سو گیا

یا حدث ہو گیا ہو اور امام کے دو رکن ادا کرنے یا پوری نماز ادا کرنے کے بعد بیدار ہوا ہو یا وضو سے فارغ ہوا ہو۔ (درمختار، شامی)

مسبوق کے احکام:

1: مسبوق کے لئے نو حکم ہیں:۔

پہلا حکم۔ مسبوق دوسری رکعت میں اس وقت شریک ہوا جب کہ امام جہر کے ساتھ قرأت پڑھ رہا تھا تو اب اس کو ثناء نہیں پڑھنی چاہیئے۔ اس لئے کہ قرآن مجید کا سننا واجب ہے اور ثناء کا پڑھنا سنت، تو واجب کے مقابلہ میں اس کو ترک کرے اور جب اپنی قضا رکعتوں کو ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اس وقت ثناء و تعوذ پڑھے۔ اور اسی طرح وہ شخص بھی جو اصل میں بروقت پڑھنے قرأت کے شریک ہوا تھا وہ بھی ترک کرے۔ اور سرّی نمازوں کی دوسری رکعت میں جب کہ شریک ہوا اس وقت بھی پڑھے اور جب اپنی رکعت پڑھے اس وقت بھی پڑھے۔ اگر رکوع، سجود یا قعدہ میں ملے تو ثناء نہ پڑھے بلکہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کر دے۔ (عالمگیری، کبیری)

دوسرا حکم۔ پہلے امام کے ساتھ والی رکعتیں پوری کرے پھر اپنی رہی ہوئی رکعتیں ادا کرے۔ اگر پہلے اپنی رہی ہوئی رکعتیں شروع کر دیگا تو اسکی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(بحر الرائق، عالمگیری)

تیسرا حکم:۔ آخر تشہد پڑھ چکنے کے بعد امام کے سلام پھیرنے تک امام کا تابع رہے اگر امام کے قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد کے بیٹھنے سے پہلے ہی اپنی رہی ہوئی رکعتوں کو پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز جائز نہ ہو گی۔ اگر مقدار تشہد کے بیٹھنے کے بعد کھڑا ہوا تو نماز جائز ہو گی لیکن مکروہ تحریمی ہو گی۔ (عالمگیری، درمختار)

چوتھا حکم: مسبوق اپنی رہی ہوئی نماز ادا کرنے کے لئے اٹھنے میں جلدی نہ کرے بلکہ

جب امام دوسری طرف کا سلام پھیر چکے اور سمجھے کہ امام کے ذمہ کوئی سجدہ سہو نہیں ہے اس وقت اپنی رکعتیں پوری کرنے کے لئے اٹھے۔ (درمختار)

پانچواں حکم: ۔مسبوق اپنے امام کے پیچھے تشہد میں عبدہٗ ورسولہ، تک پڑھے، درود شریف اور دعا نہ پڑھے۔ (عالمگیری)

چھٹا حکم: ۔اگر امام نے سلام پھیرا اور مسبوق نے بھی بھول کر سلام پھیر دیا تو سجدہ سہو لازم نہیں ہوگا۔ اگر جان بوجھ کر سلام پھیرا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (عالمگیری)

ساتواں حکم: ۔جب امام سلام پھیرے تو مسبوق اپنی رہی ہوئی نماز قرأت کے حکم میں تو اس طرح ادا کرے جس طرح اپنی نماز کو شروع کرتا ہے۔ (عالمگیری)

آٹھواں حکم ۔سجدہ سہو میں مسبوق اپنے امام کی متابعت کرے لیکن سجدہ سہو کا سلام نہ پھیرے۔ (عالمگیری، درمختار، شامی)

نواں حکم: ۔سجدہ میں بھی مسبوق اپنے امام کی متابعت کرے۔

:2 مسبوق اپنی بقیہ نماز اس طرح ادا کرے کہ مثلاً ظہر کی نماز میں مسبوق نے چوتھی رکعت امام کے ساتھ پائی تو اب بعد سلام امام کے ان تینوں رکعتوں کو جو فوت ہو چکی ہیں اس طرح ادا کرے کہ اوّل رکعت میں ثناء، تعوّذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور قرأت پڑھ کر رکوع کرے۔ پھر قومہ اور دونوں سجدوں کے بعد تشہد کے لئے بیٹھے کیونکہ تشہد دو رکعتوں کے بعد ہوتا ہے پس تشہد کے حق میں ایک رکعت جو امام کے ساتھ ادا کی وہ اور ایک یہ جو بعد امام کے ادا کی گئی لے لی گئی۔ پس تشہد کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو اور اس میں بھی قرأت پڑھے مگر تشہد کے لئے نہ بیٹھے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور یہ جو تیسری اور مع امام کے چوتھی رکعت ہے خالی پڑھے۔ غرضیکہ مسبوق اپنی بقیہ نماز اس طرح ادا کرے جیسی فوت ہوئی ہے یعنی

دو بھری اور ایک خالی رکعت۔ (درمختار)

3: اگر کوئی شخص درمیانی قعدہ میں شریک ہوا اور اس کو قعدہ کا ذرا سا ہی حصہ ملا ہے وہ التحیات پڑھ ہی رہا تھا کہ امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو اس کو التحیات پوری کر کے اٹھنا چاہیئے۔ جب تک کہ قیام ملنے کی امید ہے۔ اگر التحیات پوری کئے بغیر ہی اُٹھ کھڑا ہو تو بعض کے نزدیک نماز مکروہ تحریمی ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر قعدہ اخیرہ میں شریک ہوا کہ اس کی التحیات پوری نہ ہوئی تھی کہ امام نے سلام پھیر دیا تب بھی یہی حکم ہے کہ التحیات پوری کر کے اُٹھے۔ (درمختار، شامی)

4: اگر امام سجدہ سہو کرے تو مسبوق کو سجدہ سہو کا سلام نہ پھیرنا چاہیے اس لئے کہ اس کی نماز کا درمیان ہے۔ صرف سجدہ ہی سجدہ ضروری ہے۔ اگر سہواً سلام میں شریک ہو گیا تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ اگر قصداً سلام میں شرکت کی تو اپنی نماز کا اعادہ کرے اور اگر پہلے ہی سے قصداً شرکت کرتا رہا ہے تو ایسی نمازیں قضا کرے۔

(درمختار، شامی)

5: اگر مسبوق امام کے سلام پھیرتے ہی کھڑا ہو گیا اور امام نے سہو کا سجدہ کیا تو مسبوق لوٹ آئے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو کر کے امام کے دوسرا سلام پھیرنے تک یہ اپنی نماز پوری کر لے۔ (تنویر الابصار، درمختار)

6: اگر کسی کو امام کے پیچھے ایک رکعت نماز بھی نہ ملی ہو صرف شریک جماعت ہو گیا تو امام کے دوسرا سلام شروع کرنے پر کھڑا ہو جائے اور منفرد کی طرح اپنی سب رکعتوں کو ادا کرے۔ (عالمگیری)

7: اگر امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اور مسبوق نے اس کا اتباع کیا تو اگر امام قعدہ اخیرہ کر کے کھڑا ہوا ہے تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور اگر امام

چوتھی رکعت کے قعدہ پر نہیں بیٹھا ہے تو مسبوق کی نماز اس وقت تک فاسد نہ ہوگی جب تک کہ امام پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کر لے۔ اور پانچویں رکعت کے سجدہ کے بعد امام اور مسبوق اور دوسرے مقتدیوں کی نماز فاسد ہو کر فرض کی بجائے نفل ہو جائے گی اور سب کو فرض کا اعادہ کرنا ہوگا۔ (عالمگیری)

8: اگر امام نے مسبوق کو خلیفہ کیا اور مقتدی بھی مسبوق ہیں جو امام کی مقدار نماز کو نہیں جانتے ہیں تو خلیفہ ایک رکعت پڑھ کر بیٹھے اور پھر کھڑا ہو کر اپنی بقیہ نماز پڑھ لے اور مقتدی اس کا ساتھ اس باقی نماز میں نہ دیں بلکہ اس کے فارغ ہونے تک صبر کریں۔ جب وہ اپنا سلام پھیر لے اس وقت وہ اپنی اپنی بقیہ نماز تنہا پڑھ لیں۔ اگر خلیفہ مسبوق ہے دو رکعتوں سے تو اس پر دو قعدے فرض ہوں گے۔ ایک قعدہ امام کی نیابت کی وجہ سے اور دوسرا خود اس کا قعدہ اخیرہ۔ اور اگر مسبوق کو امام نے اشارہ سے بتایا کہ میں نے پہلے دوگانہ میں قرأت نہیں پڑھی تو اس پر چاروں رکعتوں میں قرأت فرض ہوگی۔ دو میں بوجہ نیابت امام کے اور دو میں خود اس کی اپنی نماز کے۔ (درمختار)

لاحق کے احکام:

لاحق بروقت بیداری اس رکن کو جس میں اس کا امام موجود ہے اپنی ترتیب نماز چھوڑ کر نہ مل جائے بلکہ اسی ترتیب سے ادا کرے جس ترتیب سے اس کا امام ادا کر گیا ہے مثلاً یہ کہ پہلی رکعت کے سجدہ میں سو گیا ہے یا حدث ہو گیا ہے تو اس کے جاگنے اور وضو سے فارغ ہونے تک امام دوسری رکعت کے قعدہ میں جا پہنچا۔ تو اب اس مقتدی لاحق کو یہ کرنا چاہیئے کہ سجدہ دوبارہ ادا کر کے پھر تمام ارکان ترتیب سے ادا کرے گو اس کا امام آگے بڑھتا جائے۔ یہاں تک کہ امام نماز سے باہر ہو تب بھی لاحق اپنی ترتیب

نماز نہ چھوڑے بلکہ اپنی ترتیب کے ساتھ امام کی پیروی کیئے جائے۔ اسی کا نام اقتداء ہے اس لئے کہ لاحق مثل مُدرک کے ہے۔ نہ تو فوت شدہ رکعتوں میں قرأت پڑھے گا اور نہ سجدہ سہو اپنے سہو سے کرے گا۔ (درمختار)

اگر امام نے بوجہ حدث لاحق کو خلیفہ کیا تو لاحق اشارہ سے مقتدیوں کو منع کر دے کہ میری متابعت نہ کرنا جب تک میں اپنی فوت شدہ نماز نہ پڑھ لوں۔ پھر وہ پہلے اپنی فوت شدہ نماز ادا کرے اسکے بعد جہاں سے امام کی نماز ختم ہوئی ہو وہاں سے وہ شروع کرے اور مقتدی بھی وہاں سے اس کی متابعت کریں فارغ ہونے تک (درمختار)

مسبوق لاحق کے احکام:

مسبوق لاحق پہلے اپنی اس رکعت کو ادا کرے جو اقتداء کی حالت میں فوت ہوئی ہو پھر اس رکعت کو ادا کرے جو اقتداء سے پہلے فوت ہوئی۔ مثلاً دوسری رکعت میں اس نماز کی جو چار رکعت والی ہے ایک شخص آ کر ملا اور تیسری رکعت میں اس کو حدث ہو گیا یا سو گیا تو اب بعد بیداری یا وضو کے پہلے تیسری رکعت بلا قرأت ادا کرے۔ اگر امام اس کو آخیر قعدہ تک مل جائے تو خیر ورنہ سب ارکان جو اس کا امام ادا کر گیا ہے آخری قعدہ تک یہ بھی تبعاً ادا کرے۔ اس رکعت میں بحالت مسبوق ثناء، تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور قرأت پڑھے اور اس رکعت میں وہ مسبوق ہے قرأت کے حکم میں منفرد کی مانند ہے اور ان رکعتوں میں جن میں لاحق تھا حکماً امام کے پیچھے ہے اس لئے نہیں پڑھے گا مقدار قرأت خاموش رہے گا۔ (عالمگیری)

جن چیزوں کو امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی چھوڑ دے:

1: عیدین کی تکبیرات (2) پہلا قعدہ (3) سجدہ تلاوت
4: سجدہ سہو (5) دعائے قنوت

(درمختار، شامی)

جن چیزوں کو امام چھوڑ دے تو مقتدی ادا کرے۔

1: تکبیر تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھانا۔ (2) ثناء پڑھنا
3: تکبیرات انتقالی یعنی رکوع و سجود کی تکبیرات کہنا۔
4: تسبیحات پڑھنا۔ (5) سمع اللہ لمن حمدہ پڑھنا
6: تشہد پڑھنا (7) لفظ السلام پڑھنا
8: تکبیرات تشریق پڑھنا۔

(درمختار، عالمگیری)

جن چیزوں کو امام ادا کرے تو مقتدی ادا کرے:

1: عیدین کی تکبیرات میں زیادتی کرنا۔
2: جنازہ کی تکبیرات میں زیادتی کرنا۔
3: کسی رکن کا زیادہ کرنا
4: پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہونا۔

(درمختار، شامی، عالمگیری)

﴿باب وتر ونوافل﴾

وتر کے معنی ''طاق'' کے ہیں خواہ واؤ کے زبر سے ہو یا زیر سے اور ''نوافل'' نافلہ کی جمع ہے جس کے لغوی معنی زیادہ کے ہیں۔ اور شرع میں اس عبادت کو کہتے ہیں جو فرائض و واجبات سے زائد ہو۔ خواہ سنت مؤکدہ ہوں یا سنت غیر مؤکدہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ نوافل کے باب میں سنتیں بھی داخل ہیں۔ (فتح القدیر)

وتر: وتر واجب ہیں یعنی اعتقاداً یہاں تک کہ اس کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ وتر کی نماز امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب ہے اور امام شافعی، امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک سنت ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر کی تین رکعت ہیں جن میں مغرب کی نماز کی طرح دو رکعت کے بعد قعدہ اولیٰ ہے اور تیسری رکعت کے بعد قعدۂ ثانیہ۔ بخلاف ازیں امام شافعی کے نزدیک تیسری رکعت کے آخر میں صرف ایک ہی قعدہ ہے، امام شافعی اور امام احمد کی رائے میں وتر کی کم از کم ایک رکعت اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعت ہیں۔ اور امام مالک فرماتے ہیں کہ وتر ایک رکعت ہیں مگر اس سے قبل علیحدہ سلام سے دو رکعت پڑھنا ضروری ہے۔ دو رکعت سے زیادہ جتنی رکعتیں چاہیئے پڑھ لے۔ اس کی کوئی حد مقرر نہیں مگر دو رکعت سے کم جائز نہیں۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک وتر کی تیسری رکعت میں رکوع سے پہلے ہمیشہ دعائے قنوت پڑھتے وقت نمازی تکبیر کہہ کر دونوں ہاتھ اٹھائے۔ بخلاف ازیں امام شافعی بعد از رکوع دعائے قنوت کے قائل ہیں۔ مزید برآں امام مالک و امام شافعی کے نزدیک وتر میں دعائے قنوت ہمیشہ نہیں بلکہ صرف ماہ رمضان کے نصف ثانی میں پڑھی جائے

وتر کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور قرأت پڑھے کیونکہ حنفیہ کے نزدیک فرض کی

پہلی دو رکعتوں میں اور وتر و نوافل کی سب رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

وتر کی نماز کے علاوہ کسی اور نماز میں دعاء قنوت نہ پڑھے۔ یہ امام ابوحنیفہ کا مسلک ہے۔ امام مالک و امام شافعی کے نزدیک نماز فجر میں بھی دعاء قنوت پڑھنا سنت ہے۔ (اختلاف الائمہ، در مختار)

سنن و نوافل

فجر کے فرضوں سے پہلے اور ظہر، مغرب و عشا کے فرضوں کے بعد کی دو رکعت اور ظہر و جمعہ کے فرضوں سے پہلے چار رکعت اور جمعہ کے بعد چار رکعت اور تراویح کی بیس رکعت یہ سب سنتیں مؤکدہ یا رواتب ہیں اگر کوئی ان کو بلا عذر ترک کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ (در مختار، عالمگیری، کنز الدقائق)

عصر اور عشاء سے پہلے چار رکعت اور عشاء کی سنت مؤکدہ کے بعد دو یا چار رکعت ایک سلام سے اور مغرب کی سنت مؤکدہ کے بعد چھ رکعت اور بعد از نماز جمعہ کی چار رکعت سنت مؤکدہ کے بعد دو رکعت اور تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کی دو رکعت اور نماز اشراق کی دو یا چار رکعت اور نماز چاشت کی چار یا آٹھ رکعت اور نماز وتر کے بعد دو رکعت اور نماز تہجد کی دو یا چار یا آٹھ رکعت اور نماز تسبیح اور نماز استخارہ اور نماز توبہ اور نماز حاجت وغیرہ یہ سنت غیر مؤکدہ یا مستحب ہیں یعنی جس کو ترک کرنے سے آدمی گنہگار نہیں ہوتا۔ (در مختار، عالمگیری، کنز الدقائق)

فجر کی سنتیں سب سے زیادہ مؤکدہ ہیں اور بعض فقہاء کے نزدیک واجب کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہیں۔ اس کے بعد مغرب کی سنت کا درجہ ہے۔ پھر جمعہ و ظہر کی وہ سنتیں جو کہ فرضوں کے بعد ہیں۔ پھر عشا کی وہ سنتیں جو فرضوں کے بعد ہیں۔ اس

کے بعد جمعہ وظہر کی پہلی سنتوں کا درجہ ہے۔ (تنویر الابصار، درمختار، عالمگیری)

جو سنتیں کہ فرضوں سے پہلے ہیں ان کو پڑھ کر کسی ایسے کام میں مشغول ہو جانا جو خلاف نماز ہے مثلاً کھانا، پینا، دنیاوی کام اور غیر ضروری دنیاوی باتیں کرنے سے بعض فقہاء کے نزدیک تو سنت ہی باطل ہو جاتی ہے۔ یعنی ان کا دوبارہ پڑھنا لازم ہو جاتا ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک باطل تو نہیں ہوتیں بلکہ ان کا ثواب جاتا رہتا ہے۔

(تنویر الابصار، درمختار، عالمگیری)

ظہر سے پہلے کی سنتیں اگر رہ جائیں تو صاحب کنز الدقائق کے نزدیک ظہر ہی کے وقت میں فرضوں کے بعد دو رکعت سنت سے پہلے پڑھے اور صاحب درمختار اور علامہ شامی کے نزدیک دو رکعت سنت کے بعد پڑھے۔

(کنز الدقائق، درمختار، شامی، عالمگیری، رکن دین)

اگر کوئی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو اگر ایسا اتفاق فجر کی سنت پڑھنے کی حالت میں ہوا ہو تو جب تک قعدہ اخیرہ جماعت سے ملنے کی امید ہو اس سنت کو قطع نہ کرے۔ اور اگر فجر کی سنت کے سوا اور سنتیں ہیں تو اب دیکھنا یہ ہے کہ پہلی دو رکعتوں میں جماعت کھڑی ہوئی ہے تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اگر پچھلی دو رکعتوں میں جماعت کھڑی ہوئی ہو۔ تو خواہ تیسری رکعت ہو یا چوتھی چاروں رکعتیں پوری کر کے سلام پھیر دے اور پھر شریک جماعت ہو۔ اور چار رکعت والی سنت جس کو اوّل شفعہ میں قطع کر کے شریک جماعت ہوا تھا اب بعد جماعت بھی چار رکعت ہی قضا پڑھے۔ دو رکعت جن کو قطع کر کے شریک جماعت ہوا تھا علیحدہ نفل ہو جائیں گی۔ سنت ہونے کا حکم چار رکعت ہی کے ساتھ ہے۔ (درمختار، شامی، عالمگیری، کبیری)

جب فجر کی جماعت کھڑی ہو جائے اور سنتیں ابھی نہ پڑھی ہوں تو امام شافعی

کے قول جدید کے مطابق مطلقاً کوئی نماز نہیں ہوتی۔ پس اس حالت میں مسجد کے اندر یا باہر فجر کی سنت ادا نہ کی جائے۔ اور امام شافعی قول قدیم حنفیہ کی مانند ہے۔ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے لیکن ان کے نزدیک مسجد کے اندر اور باہر کا فرق ہے۔ پس باہر سنت ادا کرلے اندر نہیں بشرطیکہ اسے امید ہو کہ فرضوں کی دونوں رکعتیں مل جائیں گی ورنہ نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر نمازی کو ایک رکعت جماعت سے مل جانے کی امید ہو تو مسجد سے باہر سنتیں پڑھ لے مسجد کے اندر جہاں جماعت ہو رہی ہو۔ امام ابوحنیفہ سے کوئی روایت نہیں جیسا کہ بدائع اور جامع صغیر میں لکھا ہے اور صاحب ہدایہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور دوسرے فقہاء مثلاً قسطلانی شافعی، ابن رُشد اور باجی مالکی نے بھی امام ابوحنیفہ کا مسلک ہی بیان کیا ہے۔ لیکن امام محمد نے اس مسلک میں توسیع کی اور ایک رکعت کو آخری قعدے تک پہنچا دیا اور امام طحاوی حنفی نے سنتوں کو مسجد کے ایک کونے اور گوشے میں پڑھنے کی اجازت کی توسیع کردی۔

(فیض الباری، کبیری، عالمگیری، درمختار، شامی)

اگر کسی کی فجر کی سنتیں قضا ہوگئی ہوں اور وہ جماعت میں شامل ہو گیا ہو تو اب ان سنتوں کو امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف کے قول کے مطابق نہ تو فرضوں کے بعد پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی طلوع آفتاب کے بعد۔ کیونکہ فجر کی سنتیں جب اپنے وقت میں فرضوں کے بغیر فوت ہو جائیں تو وہ ساقط ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ تنہا سنتوں کی وقت کے باہر قضا نہیں۔ اگر فرضوں کے ساتھ قضا ہوئی ہوں تو قبل از زوال فرضوں کے ساتھ پڑھ سکتا ہے اور امام محمد کے قول کے مطابق طلوع آفتاب کے بعد زوال آفتاب سے پہلے پڑھ لے۔ امام شافعی کے قول کے مطابق اسی وقت فرضوں کے فوراً بعد ہی پڑھ سکتا ہے۔

(ہدایہ، فتح القدیر، درمختار، شامی، کنز الدقائق)

دن کے نوافل دو، دو اور چار، چار کرکے پڑھنا جائز ہیں ایک ہی سلام سے

اوراس سے زیادہ نوافل ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہیں۔ اور رات کے نوافل میں امام ابوحنیفہ کے نزدیک آٹھ رکعت تک ایک سلام سے پڑھے جا سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک رات کو صرف ایک سلام سے دو رکعت نفل پڑھنا چاہیئے۔ اس سے زیادہ مکروہ ہے۔ (کنزالدقائق، قدوری)

ایک ہی دوگانہ نوافل میں کئی قسم کے نفلوں کی نیت کرنا مثلاً تحیۃ الوضو، میں تحیۃ المسجد اور اشراق یا کسی اور نفل کی نیت بھی کر لی جائے تو اس کو سب قسم کے نفلوں کا ثواب ایک ہی دوگانہ پڑھنے میں مل جائے گا۔ (درمختار)

نفل نمازوں کی جماعت بُلانے کے ساتھ درست نہیں۔ اگر بغیر بلائے دو تین آدمی جمع ہو جائیں تو ایک گوشے میں پڑھ سکتے ہیں۔ مگر جماعت کا ثواب نہیں۔ اور تین سے زیادہ آدمیوں کی جماعت بغیر بلائے بھی مکروہ ہے۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

نفل نمازوں میں طویل قیام کثرتِ سجود سے افضل ہے۔ (کنزالدقائق)

جو شخص شہر سے باہر ہو وہ سوار ہو کر نفل پڑھ سکتا ہے خواہ سواری کسی طرف کو ہی جا رہی ہو۔ البتہ نیت کرتے وقت سواری کو قبلہ رُخ متوجہ کرنا افضل ہے۔

(درمختار، شامی، قدوری، کنزالدقائق، عالمگیری)

قدرتِ قیام کے باوجود بیٹھ کر نفل پڑھنا جائز ہے لیکن اس صورت میں آدھی نماز کا ثواب ملتا ہے اور اگر کھڑا ہو کر شروع کرے اور پھر بیٹھ جائے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک بلا عذر جائز نہیں ہے۔ (ہدایہ، کنزالدقائق، قدوری، درمختار)

باب نمازِ تراویح

نماز تراویح کو قیام اللیل یا قیام رمضان کہتے ہیں۔ حضور ﷺ سے تراویح کا لفظ منقول نہیں ہے۔ یہ ایک فقہی اصطلاح ہے۔ تراویح کا واحد ترویحہ ہے۔ چار رکعت کو ترویحہ کہتے ہیں۔ کیونکہ چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر راحت و آرام سے بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مشغول رہا جاتا ہے اور پھر نماز میں لگ جاتا ہے۔ (کنز الدقائق، قدوری)

مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں کہ تراویح کے بارے میں امام ابوحنیفہ سے دو قول منقول ہیں۔ ایک قول کے مطابق تراویح مستحب ہے اور دوسرے قول کے مطابق یہ سنت مؤکدہ ہے۔ دوسرا قول ہی صحیح اور مختار مذہب ہے۔ (عمدۃ الرعایۃ)

سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو تین رات تراویح کی نماز پڑھائی۔ یہ نماز آپ نے تیئسویں، پچیسویں اور ستائیسویں رمضان کی شب کو باجماعت پڑھائی۔ اور پھر ترک کر دی اور فرمایا مجھے نماز پڑھنے سے یہ بات مانع تھی کہ کہیں تراویح تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ تراویح کی تعداد کے بارے میں محدث ابن حبان اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ان تین راتوں میں صحابہ کرام کو آٹھ تراویح اور تین وتر پڑھائے۔ البتہ خلفاء راشدین کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھائی جاتی تھی۔ (عمدۃ الرعایۃ)

تراویح کی جماعت سنت مؤکدہ کفایہ ہے اور خود تراویح مردوں اور عورتوں سب کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔ (کنز الدقائق، درمختار، شامی، عالمگیری)

ماہ رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد لوگ جمع ہوں اور امام ان کو پانچ ترویحہ

(بیس رکعت) پڑھائے۔ ہر ترویحہ میں دو سلام ہیں اور دو دو رکعت کے بعد سلام پھیرنا چاہیے چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی تھیں خواہ اس وقفہ میں تسبیح پڑھے۔ خواہ نفل پڑھے۔ خواہ قرآنِ مجید پڑھے یا خاموش رہے۔ پھر امام وتر باجماعت پڑھائے۔ رمضان کے علاوہ دیگر اوقات میں وتر جماعت سے نہ پڑھے جائیں۔ (عالمگیری، درمختار)

امام نے اگر دوسری رکعت تراویح کے اندر سہواً قعدہ نہیں کیا اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا۔ تو اگر تیسری رکعت کے سجدہ تک یاد آ جائے تو لوٹ آئے اور قعدہ دوسری رکعت کا کر کے سلام پھیر دے۔ اگر تیسری رکعت کے سجدہ کرنے کے بعد یاد آیا تو اب ایک رکعت اور ملا لے۔ اس صورت میں قیاس تھا کہ نماز فاسد ہو جائے گی مگر استحساناً فساد نماز کا حکم نہیں آیا۔ یہ چاروں رکعتیں قائم مقام دو رکعتوں کے ہوں گی۔ اگر امام نے قعدہ بقدر تشہد دوسری رکعت کا کر لیا تھا تو اس صورت میں ایک رکعت اور ملا کر چار رکعت کر دے۔ اب اس کی چار رکعت تراویح میں شمار ہوں گی۔ (درمختار، عالمگیری)

کوئی شخص بغیر فرض عشاء کے پڑھنے کے تراویح کی نماز میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ تراویح کی نماز عشاء کی نماز کے تابع ہے پہلے اس کو عشاء کی نماز ادا کرنی چاہیئے اگر فرض عشاء کے جماعت سے نہیں پڑھے تنہا پڑھے تو تراویح کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے۔ ایک شخص نے فرض عشاء کے جماعت سے پڑھے اور تراویح جماعت سے نہیں پڑھی تو یہ شخص وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے۔

ایک شخص نے فرض عشا کے تنہا پڑھے تو یہ شخص وتر جماعت سے پڑھ سکتا ہے۔

(صغیری، بہشتی گوہر، شرح اردو صحیح مسلم ج۲ ص ۵۰۲، مولانا غلام رسول سعیدی)

لیکن علامہ شامی نے کہا کہ وتر جماعت سے نہیں پڑھ سکتا اگر فرض تنہا پڑھے ہوں۔
(شامی)

نماز تراویح میں کسی صورت کے شروع میں ایک بار بسم اللہ شریف بلند آواز سے پڑھ دینا چاہیے اس لئے کہ بسم اللہ شریف بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے اگرچہ کسی بھی سورۃ کا جزو نہیں ہے۔ (درمختار)

نماز تراویح میں قرآن مجید کا ایک بار پڑھنا سنت ہے دو بار پڑھنا فضیلت رکھتا ہے اور تین بار پڑھنا افضل ہے۔ (درمختار)

کسی وجہ سے تراویح میں ایک قرآن مجید کا ختم نہ چھوڑا جائے اس لئے کہ قرآن مجید میں کچھ اوپر چھ ہزار آیات ہیں۔ اور تراویح کی رکعتوں کا شمار چھ سو ہے۔ اگر مہینہ تیس دِن کا ہو تو اس حساب سے ایک رکعت میں دس آیات ہوئیں۔ اور ہر رکعت میں دس آیات کا پڑھنا اور سننا کچھ دشوار نہیں ہے۔ (شامی)

تراویحی قرآن مجید میں تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھنا مکروہ ہے۔
(عالمگیری، شرح منیۃ المصلی)

☆☆☆

باب قضا نماز

مامور بہ یعنی جس چیز کے کرنے کا بندے کو حکم کیا گیا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ایک ادا جو عین واجب یعنی حوالہ کر دینا ہے اور دوسرا قضا یعنی اپنے پاس سے اس واجب کے مثل حوالہ کر دینا ہے۔ (فتح القدیر)

وہ نمازیں جو وقت کے اندر واجب ہو کر قضا ہوئی ہوں۔خواہ جان کر یا بھول کر یا نیند سے ہوں۔کم ہوں یا زیادہ ہوں ان کی قضا واجب ہے۔اور جن نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے۔ان میں مرتد کی۔بے ہوش کی، مجنون کی، بیمار کی (جب کہ جنون یا بے ہوشی یا بیماری ایک رات دن سے زیادہ گذری ہو۔اگر ایک رات دن سے کم گذرے تو بعد افاقہ نمازوں کی قضا ہے اور بیماری وہ معتبر ہے جس میں اشارہ سے بھی نماز ادا نہ کر سکے) اور حائضہ ونفساء کے ایام حیض ونفاس کی نمازیں ہیں جن کی قضا واجب نہیں ہے۔ (عالمگیری)

اگر کئی دن کی نمازیں قضا ہوں تو دن اور تاریخ بھی مقرر کر کے نیت کرنا چاہیئے جیسے کسی کی ہفتہ، اتوار، پیر اور منگل چار دن کی نمازیں قضا ہو گئیں۔تو اب فقط اتنی نیت کرنا کہ میں فجر کی قضا نماز پڑھتا ہوں۔درست نہیں۔بلکہ یوں نیت کرے کہ میں ہفتہ کے دن کی فجر کی نماز قضا کرتا ہوں۔پھر ظہر کی قضا پڑھتے وقت کہے کہ میں ہفتہ کی ظہر کی نماز کی قضا پڑھتا ہوں۔اور اسی طرح کہتا چلا جائے۔پھر جب ہفتہ کی نمازیں قضا کر چکے تو یوں نیت کرے کہ میں اتوار کی فجر کی نماز کی قضا پڑھتا ہوں۔اور اسی طرح سب نمازیں پڑھے کئے سالوں یا مہینوں کی قضا پڑھنی ہو تو کہے کہ میں فلاں

سال کے فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کی فجر یا ظہر کی قضا نماز پڑھتا ہوں۔ اگر کسی کو دن، تاریخ یا مہینہ یا سال کی تعداد معلوم نہ ہو تو اندازہ کرے اور جو تعداد زیادہ سے زیادہ اندازے میں آئے اسی کو اختیار کرے۔ اور ہر نماز کے لئے یوں نیت کرے کہ جس قدر فجر کی نمازیں میرے ذمہ ہیں ان میں سے فجر کی پہلی نماز کی قضا پڑھتا ہوں، یا دوسری فجر یا تیسری یا آخری، اور اسی طرح نماز ظہر اور ہر نماز کے لئے کہے۔

(درمختار، شامی، عالمگیری)

کسی بے نمازی نے توبہ کی تو جتنی نمازیں عمر بھر میں قضا ہوئیں سب کی قضا پڑھنی واجب ہے۔ توبہ سے نمازیں معاف نہیں ہوتیں۔ البتہ نہ پڑھنے سے جو گناہ ہوا تھا وہ توبہ سے معاف ہو گیا۔ اب اگر ان کی قضا نہ پڑھے گا تو گنہگار ہو گا۔ (شامی)

جو نمازیں کہ بحالت سفر قضا ہوئی ہوں ان کی قضا اگر حضر میں پڑھے یعنی قیام کی حالت میں پڑھے تو بھی قصر قضا کرے۔ اور اگر بحالت قیام قضا ہوئی ہوں تو ان کو اگر سفر میں قضا کرے تو پوری نماز ہی قضا کرے۔ (ہدایہ، درمختار، شامی، عالمگیری)

ایک عورت نے پاکی کی حالت میں نماز یا روزہ شروع کیا پھر نماز یا روزہ کے اندر حائضہ ہو گئی تو اگر روزہ یا نماز فرض ہے تو صرف روزہ کی قضا ہے نماز کی نہیں۔ اور اگر روزہ یا نماز نفل ہے تو دونوں کی قضا لازم آئے گی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نفل شروع کرنے سے پہلے نفل ہے اور بعد شروع کرنے سے نفل واجب ہو جاتے ہیں۔ اب اس نفل کا ادا کرنا بعد انقطاع حیض واجب ہو گیا کیونکہ وہ خود اس نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

(درمختار، شامی)

قضا نماز چھپا کر پڑھنا چاہیئے۔ ظاہراً قضا نماز کا اعلان کر کے پڑھنا مکروہ

تحریمی ہے کیونکہ نماز کو وقت سے ٹالنا گناہ ہے تو اس گناہ کو ظاہر نہ کرے۔ (درمختار، شامی)

صاحب ترتیب کی نماز :

سن بلوغ کے بعد سے جس کے ذمہ کوئی نماز نہ ہو سب کی سب پڑھتا رہا ہو یا کچھ نمازیں چھوٹ گئی تھیں پھر ان کی قضا کر کے پوری کر لی ہوں۔ اسے صاحب ترتیب کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو ترتیب سے نماز پڑھنا واجب ہے۔ (درمختار)

تین عذروں سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

(۱) تنگی وقت (۲) بھول جانا (۳) چھ یا زیادہ نمازوں کا فوت ہو جانا۔

مثلاً کسی کی ظہر کی نماز قضا ہو گئی اور عصر کے وقت اتنا وقت نہ مل سکا کہ ظہر کی نماز پڑھے اور عصر کی نماز بھی ادا ہو جائے۔ تو اس تنگی وقت میں ترتیب ساقط ہو گئی یا عصر کی نماز بھول کر پڑھ لی تو اس نسیان نے بھی ترتیب کو ساقط کر دیا۔ (درمختار، کبیری)

جس کی ایک ہی نماز قضا ہوئی ہو تو پہلے اس کو قضا پڑھ لے پھر کوئی اور نماز ادا کرے خواہ جماعت ترک ہو جائے۔ اگر بغیر قضا پڑھے ہوئے ادا نماز پڑھی یا یاد نہیں رہی یا بالکل بھول گیا اور دوران نماز میں بھی یاد نہیں آیا تو ادا درست ہو گئی۔ اب جب یاد آئے تو فقط قضا نماز پڑھے اور ادا کو نہ دہرائے۔ (درمختار، عالمگیری)

اگر دو تین یا چار یا پانچ نمازیں قضا ہوئیں۔ اور سوائے ان نمازوں کے اس کے ذمہ کسی اور کی قضا نہیں ہے تو جب تک ان پانچوں نمازوں کی قضا نہ پڑھ لے تب تک ادا نماز پڑھنا درست نہیں۔ اور جب ان پانچوں نمازوں کی قضا پڑھے تو اس طرح پڑھے کہ جو نماز سب سے پہلے فوت ہوئی ہو پہلے اس کی قضا پڑھے پھر اس کے بعد

والی اور پھر اس کے بعد والی، اس ترتیب کے بغیر قضا درست نہ ہوگی۔ (ہدایہ)

جس کی چھ یا چھ سے زیادہ نمازیں قضا ہوئی ہوں تو بغیر ان کی قضا پڑھے ہوئے بھی ادا نماز پڑھنا جائز ہے۔ اور جب اپنی ان نمازوں کی قضا پڑھے تو جو نماز سب سے پہلے قضا ہوئی ہو اس کی قضا پہلے پڑھنا واجب نہیں بلکہ جو چاہے پہلے پڑھے اور جو چاہے بعد پڑھے سب طرح جائز ہے۔ اب ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں۔ (شامی)

کئی مہینے یا کئی برس ہوئے کسی کی چھ یا چھ سے زیادہ نمازیں قضا ہوگئی تھیں۔ اب تک ان کی قضا نہیں پڑھی۔ لیکن اس کے بعد سے ہمیشہ پڑھتا رہا کبھی قضا نہ ہونے دی کچھ عرصہ بعد پھر ایک نماز قضا ہوگئی تو اس صورت میں بھی بغیر اس کی قضا پڑھے ہوئے ادا نماز پڑھنی درست ہے اور ترتیب واجب نہیں کیونکہ یہ شخص اب صاحب ترتیب نہیں۔ (ھدایہ)

کسی کی بہت سی نمازیں قضا ہوگئیں تھیں اس نے تھوڑی تھوڑی کر کے سب کی قضا پڑھ لی۔ اب صرف پانچ یا پانچ سے کم رہ گئیں تب بھی وہ صاحب ترتیب نہ ہوگا۔ اور باقی نمازوں کو ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں۔ (شامی).

ایک شخص کی فجر کی نماز قضا ہوگئی اور اس کے ذمہ اور کوئی قضا نماز نہیں اور اس شخص نے پہلے ظہر کی نماز وقتیہ ادا کی۔ حالانکہ اس کو فجر کی فائتہ نماز یاد تھی۔ تو اس شخص کی ظہر کی نماز نہیں ہوئی۔ اسلئے کہ اس نے وہ ترتیب جو ہمارے نزدیک واجب تھی اس کو ترک دیا۔ اب اس کو لازم ہے کہ پہلے فجر کی نماز قضا کرے اور ظہر کی نماز پھر پڑھے۔ (عالمگیری)

ایک شخص کی فجر کی نماز قضا ہوگئی۔ ظہر کے وقت اس نے نماز ظہر بھول کر شروع

کردی اور دوسری یا تیسری رکعت میں اس کو یاد آیا کہ میرے ذمہ فجر کی نماز ہے تو یاد آنے پر نماز کی فرضیت ساقط ہو گئی اب اگر دوسری رکعت ہے تو تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر تیسری رکعت ہے تو چار رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے پہلی صورت میں دو نفل ہو جائیں گے اور دوسری صورت میں چار نفل ہو جائیں گے۔ اب پہلے فجر کی نماز قضا کرے اور پھر ظہر کی نماز پڑھے۔ (عالمگیری)

ایک شخص کی عشا کی نماز قضا ہو گئی، فجر کو اس خیال سے کہ وقت میں گنجائش نہیں ہے فجر ادا کی نماز فجر کی ادائیگی کے بعد معلوم ہوا کہ ابھی وقت ہے۔ مگر دو رکعت کے لائق تو فجر کی نماز پھر ادا کرے۔ وہ پہلی نفل ہو گئی۔ اسی طرح جتنی بار وقت میں گنجائش دیکھے فجر ہی پڑھے گا اور جو دوگانہ طلوع آفتاب کے وقت ہو گا وہ فرض ہو گا باقی نفل ہو جائیں گے۔ (درمختار)

باب سجدہ سہو

سَہو بھول کو کہتے ہیں۔ سَہو، نسیان اور شک ایک چیز ہیں فقہاء کے نزدیک اور ظن طرف غالب ہے اور وہم طرف مغلوب کا نام ہے۔ فقہاء واُصولیوں اور اہل لُغت کے نزدیک سَہو اور نسیان میں کچھ فرق نہیں۔ دونوں کے معنی یہ ہیں کہ "نہ یاد آنا چیز کا حاجت کے وقت" اور شک کے معنی یہ ہیں کہ "کسی چیز کے ہونے اور نہ ہونے میں تردّد کرنا" بغیر ترجیح وغلبہ کسی جانب کے۔" اگر کسی جانب کو ان دونوں میں ترجیح ہو تو اس کو ظن کہیں گے اور دوسرے کو وہم، اور حکماء یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ سَہو اس کو کہتے ہیں کہ کوئی چیز قوت مدرکہ سے جاتی رہے لیکن حافظہ میں باقی رہے اور نسیان یہ ہے کہ مدرکہ اور حافظہ دونوں سے جاتی رہے اور اس کو معلوم کرنے کو پھر سبب جدید کی احتیاج پڑے۔ سہو اور خطا میں یہ فرق ہے کہ سَہو والا آگاہ کرتے ہی خبردار ہو جاتا ہے اور خطا والا متنبہ نہیں ہوتا۔ اگر ہوتا ہے تو مشقت کے بعد۔ (درمختار، شامی)

سجدہ سَہو واجب ہونے کے اسباب :

سَہو کے سجدے اس صورت میں واجب ہوتے ہیں جب نماز میں کسی ایسے فعل کا اضافہ کیا جائے جو جنس نماز سے ہو مگر نماز میں داخل نہ ہو کسی واجب کے چھوڑ جانے سے یا کسی فرض یا واجب کو مکرّر کر جانے سے یا کسی فرض یا واجب کی کیفیت بدل جانے سے ہوتا ہے۔ اگر یہ سہواً ہوں گے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اگر قصداً ہوں گے تو نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا۔ (بحر الرائق، درمختار، عالمگیری)

احناف میں سے امام کرخی اور حنابلہ میں سے امام احمد سجدہ سہو کو واجب کہتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک مذہب مختار یہی ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ سجدہ سہو

واجب ہے اس لئے یہ اس صورت میں واجب ہوگا جب نماز کے کسی واجب کو ترک کیا جائے اور سنت کے ترک کرنے سے سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ نماز میں کمی کرنے سے سہو کے سجدے واجب ہوتے ہیں اور اگر زیادتی کی جائے تو مسنون ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک سہو کے سجدے مطلقاً سنت ہیں خواہ نماز میں کمی کی جائے یا زیادتی کی جائے۔ (اختلاف الائمہ)

سجدہ سہو کا طریقہ: بعض احناف مثلاً امام کرخی اور امام نخعی کے قول کے مطابق آخری قعدہ میں دائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے اور اس میں تین بار تسبیح پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھائے اور جلسہ کر کے اسی طرح دوسرا سجدہ کرے۔ پھر سجدہ سے اٹھ کر دوبارہ قعدہ میں تشہد مع درود دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔ یہ احناف کا مذہب ہے اور امام مالک فرماتے ہیں کہ اگر نماز میں کمی کی جائے تو سلام سے پہلے اور اگر زیادتی کی جائے تو سلام کے بعد سجدے کرے۔ امام شافعی اور امام احمد فرماتے ہیں کہ سلام پھیرنے سے قبل دو سجدے کرے۔ اور صاحب ہدایہ لکھتے ہیں کہ دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدے کرے۔ منیۃ المصلی کی شروح میں بھی یہی لکھا ہے۔ (تنویر الابصار، درمختار، شامی، عالمگیری، اختلاف الائمہ)

سجدہ سہو کے احکام: واجب کو ترک کرنا اگر دو دفعہ ہو تب بھی سجدہ سہو دو ہی واجب ہوں گے اس لئے کہ تکرار سجدہ سہو کا مشروع نہیں۔ اگر نماز کے سب واجب سہو سے چھوٹ جائیں تب بھی دو ہی سجدے لازم ہوں گے۔

(بحر الرائق، درمختار، شامی)

اگر کسی نے بھول کر بغیر سلام پھیرے ہی سجدہ سہو کر لیا تب بھی ادا ہو گیا اور نماز صحیح ہو گئی۔ لیکن قصداً ایسا کرنا منفرد ہو یا مقتدی مکروہ تنزیہی ہے۔

(طحطاوی، درمختار، شامی، ہدایہ)

اگر کوئی قعدہ اخیرہ بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہوجائے تو جب تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہیں کیا اس وقت تک قعدہ اخیرہ کی طرف عود کر آئے اور تشہد پڑھ کر سجدہ سہو کرلے نماز درست ہوجائے گی۔ اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا ہے تو ایک رکعت اور ملالے تاکہ چھ رکعت اس کی نفل ہوجائیں اور آخر میں سجدہ سہو کرلے۔ اس صورت میں فرض بسبب قعدہ اخیرہ کے ترک کرنے سے جاتے رہے۔ (درمختار)

اگر کوئی قعدہ اخیرہ کر کے پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہوگیا تو امام کو خبردار کرنے یعنی لقمہ دینے کے بعد مقتدیوں کو پانچویں رکعت کے سجدہ تک انتظار کرنا چاہیئے۔ اگر امام پانچویں رکعت کے سجدہ سے پہلے عود کر آئے تو مقتدی اس کے ساتھ سلام پھیر دیں۔ ورنہ مقتدیوں پر اب امام کی متابعت فرض نہیں ہے۔ سب مقتدی سلام پھیر کر علیحدہ ہوجائیں۔ اور اگر اقتداء کریں تو بھی درست ہے۔ اور اگر امام نے ایک رکعت اور پانچویں رکعت کے ساتھ ملالی تو جس طرح امام کے چار فرض اور دو نفل ہوجائیں گے اسی طرح مقتدیوں کے بھی چار فرض اور دو نفل ہوجائیں گے۔ اگر امام نے پانچویں رکعت پڑھ کر نماز کو قطع کردیا تو امام پر دو رکعتوں کی قضا لازم نہیں آئے گی۔ مگر مقتدیوں پر دو رکعتوں کی قضا لازم آئے گی۔ یہ اس لئے کہ امام سے یہ دو رکعت نفل بلا قصد وارادہ شروع ہوئے تھے۔ اور مقتدیوں سے قصداً اس لئے مقتدیوں پر ان کی قضا واجب ہوگی۔ اور اگر امام نے قعدہ اخیرہ نہیں کیا تھا تو ایسی صورت میں اگر پانچویں رکعت کو سجدہ سے مقید کرلیا ہے۔ تو سب کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ خواہ مقتدیوں نے تشہد پڑھ کر سلام ہی کیوں نہ پھیر دیا ہو۔ (شرح وقایہ، کنز الدقائق، درمختار، شامی، عالمگیری)

اگر امام بھول کر پانچویں رکعت کو کھڑا ہوگیا اور مقتدی بھی اس کے ساتھ سہواً کھڑے ہوگئے۔ پھر امام کو بعد رکوع کے سجدہ سے پہلے یاد آیا اور وہ قعدہ کی طرف

لوٹ آیا اور مقتدیوں نے بعد سجدہ کے عود کیا تو اگر مقتدیوں کا امام کا لوٹ کر بیٹھنا معلوم نہ ہوا تھا تب تو مقتدیوں کی نماز درست ہے کیونکہ یہ زیادتی سجدہ کی سہواً ہوئی ہے۔ اور مقتدی کی سہواً ایک رکن کی زیادتی اپنے امام کے خلاف مفسد نماز نہیں۔ ہاں اگر امام رکوع سے پہلے قعدہ کی طرف عود کر آیا اور مقتدی اور سجدہ کر کے لوٹے تو دو رکنوں کی زیادتی کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ (درمختار، شامی)

اگر کوئی شخص سورۃ فاتحہ سے پہلے قرأت پڑھ لے تو سجدہ سہو کرے۔ اس لئے کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا جو واجب تھا وہ ترک ہو گیا۔ خواہ پوری سورۃ پڑھے یا کم، جب یاد آئے تو سورۃ چھوڑ کر پہلے سورۃ فاتحہ پڑھے اور پھر سورۃ پڑھے۔ (درمختار، عالمگیری)

فرضوں کے پچھلے دوگانہ میں اگر سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھ لینے سے سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ (درمختار، شامی، عالمگیری، فیض الباری)

اگر کوئی شخص قیام میں تشہد پڑھ لے تو اگر یہ قیام فرض نماز کا ہے تو دیکھنا یہ ہے کہ تشہد پہلے دوگانہ میں پڑھا ہے یا دوسرے دوگانہ میں۔ اور یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ سورۃ فاتحہ سے پہلے پڑھا ہے یا بعد میں۔ اگر سورۃ فاتحہ سے پہلے پڑھا ہے تو سجدہ سہو نہیں۔ اگر سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھا ہے تو سجدہ سہو کرے۔ اس لئے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد اس چیز کا پڑھنا محل ہے سہو واجب نہیں۔ اگر یہ قیام وتر یا نفل کا ہے تو سب رکعتوں کے لئے یہی حکم ہے جو فرض نمازوں کے پہلے دوگانہ کا ہے۔ (عالمگیری)

اگر نماز میں کوئی ایک سجدہ بھول جائے تو جب یاد آئے اسی وقت ادا کرے پھر جس رکن سے اس سجدہ تک آیا ہے اسی کی طرف چلا جائے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔
(شامی)

اگر وتر کی نماز میں سہو ہو کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری یا تیسری، تو سب

رکعتوں میں قنوت پڑھے اور ہر رکعت کے بعد قعدہ کرتا رہے۔ آخر میں سجدہ سہو کرے نماز ہو جائے گی۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ شک کے سبب سے سب صورتوں میں سجدہ سہو واجب ہوتا ہے خواہ گمان غالب کی طرف عمل کرے یا کمی کی جانب کو اختیار کرے۔
(عالمگیری)

اگر دونوں طرف سلام پھیر دے گا تو سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا۔ یعنی کہ سلام اوّل دو چیزوں کے لئے ہے۔ اوّل حلال ہونا نماز سے دوم تحیت (دُعا، سلام) واسطے قوم کے۔ اور دوسرا اسلام صرف تحیت کے لئے ہے تو مشابہ کلام کے ہوا۔ اسی وجہ سے اگر دوسرا اسلام بھی پھیر دے تو سجدہ سہو نہ کرے۔ یعنی اس صورت میں تدارک سجدہ سہو سے نہیں ہو سکتا بلکہ نماز کے اعادہ سے ہوگا۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

دیر کرنا اٹھنے میں تیسری رکعت کے لئے مقدار ایک رکن کی بسب بڑھا دینے کے تشہد پر۔ اور درود میں اللھم صلّ علیٰ محمدٍ نہ کہے گا سجدہ سہو واجب نہ ہوگا۔ سجدہ واجب ہونے کے لئے خصوصیت درود شریف کی نہیں۔ اگر التحیات کے بعد قعدہ اُولیٰ میں مقدار ایک رکن کی ساکن رہے گا یا قرآن مجید پڑھے گا تب بھی سجدہ سہو واجب ہوگا۔ ایک بار امام ابوحنیفہ نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم نے مجھ پر درود پڑھنے والے پر سجدہ سہو کیسے واجب کیا؟ تو آپ نے عرض کیا، اس لئے کہ اس نے آپ پر بھولے سے درود پڑھا، آپ ﷺ نے اس جواب کو پسند فرمایا۔ (تنویر الابصار، درمختار، شامی، عالمگیری)

اگر فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور واجب، سنت اور نفل کی کسی بھی رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھتے ہوئے سہو ہو جائے اور لوٹا کر پڑھے تو سورۃ فاتحہ کا اکثر حصہ یعنی کم

از کم چار آئتیں لوٹانے سے سجدہ سہو واجب ہوگا کم سے نہیں ہوگا۔

(درمختار، شامی، عالمگیری)

اگر نماز میں سورۃ فاتحہ یا سورۃ یا تشہد پڑھتے ہوئے کسی مقام پر غلط پڑھ جائے اور تصیح کے واسطے اسے لوٹا کر پڑھے تو یہ جائز ہے اور اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔

(شرح منیة المصلی)

سورۃ کو دو دفعہ پڑھنے سے سجدہ سہو نہیں ہے کیونکہ اس کو تطویل قرأت سمجھا جائے گا۔ اگر التحیات قعدہ اُولیٰ میں دو دفعہ پڑھی جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ اور اگر التحیات قعدہ اخیرہ میں دو دفعہ پڑھی جائے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوگا۔ (درمختار)

اگر نماز پڑھتے پڑھتے درمیان میں رُک گیا اور کچھ سوچنے لگا، یعنی سورۃ فاتحہ یا قرأت بھول گیا اور سوچنے لگا تو اگر سوچنے میں ایک رکن یعنی کم از کم تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار دیر لگ گئی تو سجدہ سہو کرے بسبب تاخیر رکن کے۔ (شامی)

اگر خبر دی کسی کو ایک عادل یعنی سچے آدمی نے کہ اس نے چار رکعتیں نہیں پڑھیں اور اس نے شک کیا مخبر کے سچے اور جھوٹے ہونے میں تو اس نماز کو پھر سے پڑھے براہ احتیاط کے۔ لیکن اگر نمازی کو یقین ہے کہ میں نے پوری چار رکعت پڑھی ہیں تو مخبر کے قول پر لحاظ نہ کرے۔ (درمختار)

اسی طرح اگر اختلاف کیا امام اور مقتدیوں نے۔ پس اگر امام کو یقین ہوا اپنے ٹھیک پڑھنے کا تو اعادہ نہ کرے۔ اور اگر یقین نہ ہو تو مقتدیوں کے کہنے کے بموجب نماز کا اعادہ کرے۔ امام طحاوی نے کہا کہ پہلی صورت میں قوم اعادہ کرے کیونکہ ان کے ظن میں نماز فاسد ہے۔ (درمختار، شامی)

باب مریض کی نماز

ایسا بیمار جو کھڑے ہونے سے عاجز ہو یا کھڑے ہونے سے ضرر کرتا ہو خواہ ضرر حقیقی ہو جیسے درد کا زیادہ ہونا یا پیپ کا بہنا وغیرہ یا ضرر حکمی ہو جیسے خوف یا زیادتی مرض یا تاخیر صحت مرض وغیرہ۔ (درمختار، قدوری، کنزالدقائق)

جو شخص سارے قیام پر قادر نہیں مگر تھوڑے قیام پر قادر ہے۔ تو جس قدر قیام پر قادر ہے اسی قدر قیام اس پر فرض ہے۔ اگرچہ تکبیر تحریمہ ہو یا ایک آیت ہی کی مقدار ہو اور لاٹھی یا دیوار یا آدمی کے سہارے سے ہی ہو جائے۔ (عالمگیری، کنزالدقائق)

ایک شخص قیام تو کرسکتا ہے مگر رکوع و سجود نہیں کرسکتا تو اس کو کھڑا ہونے سے بیٹھ کر اشارے سے نماز پڑھنا افضل ہے۔ مگر رکوع سے سجدہ کیلئے زیادہ جھکنا چاہیئے اگر رکوع اور سجدہ کے جھکنے میں فرق نہ کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔

(کنزلادقائق، شامی، عالمگیری)

ایک شخص بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا کسی دیوار یا آدمی کے سہارے سے نماز پڑھ سکتا ہے تو اس کو لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں سہارے سے بیٹھ کر نماز پڑھے۔

(عالمگیری، کنزالدقائق)

بیمار یا حاملہ عورت سجدہ کے لئے آگے کوئی چیز رکھ لیں تو درست ہے بشرطیکہ وہ چیز زمین پر ہو۔ اگر کسی کے ہاتھ وغیرہ پر ہوگی تو مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار)

اگر کسی کی پیشانی وغیرہ پر زخم ہے تو اسے صرف ناک پر ہی سجدہ کرنا واجب ہے۔ اگر صرف اشارہ سے سجدہ کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔ (عالمگیری)

لیٹ کر مریض اس طرح نماز ادا کرے کہ چت لیٹ کر اپنے پاؤں قبلہ کی طرف کرے مگر کھڑے رکھے۔ اس لئے کہ پاؤں کا قبلہ کی طرف پھیلانا مکروہ ہے اور اپنے سر کو تکیہ وغیرہ سے ابھارے کہ بیٹھنے والوں کے مشابہ ہو جائے پھر سر کے اشارہ سے رکوع و سجود کرے۔ اگر چت نہ لیٹا جائے تو داہنے پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھے۔ اگر ایسے بھی نہ پڑھ سکے تو بائیں پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھے مگر چار پائی پھیر والے تاکہ قبلہ کی طرف ہو۔ (کنز الدقائق، درمختار)

اگر سر کے اشارہ سے بھی نماز ادا نہ کر سکے تو اس وقت مریض سے نماز ساقط ہو جائے گی۔ مگر جب اس کے مرض کو تخفیف ہو جائے تو دیکھنا یہ ہے کہ اس مریض پر ایسی حالت کا زمانہ کس قدر گذرا۔ اگر ایک رات دن یا اس سے کم گذرا تو جس قدر نمازیں قضا ہوئی ہیں ان کو قضا کرے۔ اگر اس مرض کا زمانہ ایک دن سے زیادہ گذرے تو پھر بصورت تخفیف مرض قضا بھی نہیں۔ اور یہی حکم اس بیہوشی کا ہے جو بیماری سے ہو یا خوف سے۔ اگر نشہ سے بیہوش ہوگا تو کتنی ہی نمازیں کیوں نہ ہوں سب کی قضا واجب ہے مثل سونے والے کے۔ (درمختار)

ایک مریض بے ہوش تو رہتا ہے مگر کبھی کبھی ہوش میں بھی آجاتا ہے تو اگر یہ افاقہ وقت مقررہ پر ہوتا ہے یعنی دن رات بیہوش رہتا ہے اور روزانہ صبح کے وقت ہوش میں آجاتا ہے تو نمازوں کی قضا ہے۔ اگر وقت معین نہیں تو قضا بھی نہیں۔

(درمختار، شامی)

معذور کی نماز:

معذور وہ ہے جس کا عذر ایک نماز کے پورے وقت کے برابر ہے اور وہ

اُسے روکنے میں بے بس ہو جیسے نکسیر جاری ہو یا خون استحاضہ یا ریح یا پیشاب یا دست یا پیپ یا پانی کسی مقام بدن سے درد کے ساتھ نکلے اور اتنا بھی وقت نہ ملے کہ اس وقت کی نماز طہارت کے ساتھ پڑھ سکے۔ جب ایک دفعہ معذور ہو گیا تو بعد کے اوقات میں ہر وقت خون کا بہنا شرط نہیں۔ بلکہ وقت بھر میں ایک دفعہ بھی خون آجایا کرے اور سارے وقت بند رہے تو بھی معذور باقی رہے گا۔ البتہ اگر اس کے بعد نماز کا ایک پورا وقت ایسا گذر جائے جس میں خون بالکل نہ آئے تو اب وہ معذور نہیں رہا۔ اب اس کا حکم یہ ہے کہ جتنی دفعہ خون نکلے گا وضو ٹوٹ جائے گا۔

(درمختار، عالمگیری)

معذور کی طہارت کا حکم :

معذور کا حکم یہ ہے کہ وضو ہر نماز کے وقت کیلئے کرے اور اس وضو سے اس وقت میں جو فرض اور نفل چاہے پڑھے۔ معذور کے وضو کو وقت کا جاتا رہنا توڑ دیتا ہے یا دوسرے حدث کا لاحق ہو جانا۔ مثلاً ایک عورت مستحاضہ نے ظہر کا وضو کیا تو اب اس وضو سے امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ظہر کے وقت تک جو چاہے پڑھ لے۔ جہاں وقت ظہر کا گذرا وضو ٹوٹا۔ اور اگر اس عورت کو استحاضہ کے سوا دوسرا حدث یعنی ناک سے خون کا بہنا وقت کے اندر لاحق ہوا تو اب ناقص وضو ہے۔ اور یہ ناقص وضو دوسرے حدث کا لحوق ہے نہ کہ پہلے حدث کا

(عالمگیری، درمختار)

معذور کی نماز کے احکام :

معذور کے کپڑے اگر نجس ہو جائیں اور دھونے کے بعد نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پھر دوبارہ نجس ہو جائیں تو اس کو بغیر دھوئے نماز پڑھ لینا جائز ہے۔ ورنہ کپڑے کا دھونا واجب ہے اور اسی طرح بدن اور مکان کا حکم ہے۔ (تنویر الابصار، درمختار)

اگر فجر کے وقت کسی نے وضو کیا تو سورج نکلنے کے بعد اس وضو سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ دوسرا وضو کرنا چاہیے اور جب سورج نکلنے کے بعد وضو کیا تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہے۔ جب عصر کا وقت آئے گا تو نیا وضو کرنا پڑے گا۔ البتہ کسی اور وجہ سے وضو ٹوٹ گیا تو وہ اور بات ہے۔ (ہدایہ)

کسی معذور نے پیشاب، پاخانہ کی وجہ سے وضو کیا اور جس وقت وضو کیا تھا اس وقت خون بند تھا جب وضو کر چکا تو عذر والا خون نکل آیا تو اس خون کے نکلنے سے یہ وضو ٹوٹ جائے گا۔ البتہ جو وضو وقت بدلنے پر کیا گیا تھا خاص وہ عذر والے خون کی وجہ سے نہیں ٹوٹے گا۔ (درمختار)

نماز مغرب کے قریب کسی جگہ چوٹ لگ گئی اور خون نکل آیا اور بند نہ ہوا۔ بلکہ ذرا ذرا سا پانی کی طرح نکلتا رہا۔ تو آخر وقت میں مغرب کی نماز پڑھے۔ پھر اگر عشاء کے وقت بند ہو گیا اور ختم عشاء تک بند رہا تو مغرب کی نماز لوٹائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اتفاقیہ چوٹ لگنے سے آدمی معذور نہیں بنتا بلکہ کوئی بیماری وغیرہ ہو تو تب معذور بنتا ہے۔ (درمختار)

☆☆☆

﴿باب سجدہ تلاوت﴾

سجدہ تلاوت امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہر مسلمان عاقل، بالغ پر سننے اور پڑھنے سے واجب ہوجاتا ہے۔ امام مالک وامام شافعی وامام احمد کے نزدیک پڑھنے اور سننے والے کیلئے سنت ہے۔ (درمختار، عالمگیری، کبیری)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک قرآن مجید میں چودہ سجدے ہیں۔ امام شافعی وامام احمد کے نزدیک سورۃ حج میں دو سجدے ہیں اور سورۃ ص میں سجدہ نہیں ہے۔ گویا حنابلہ اور شوافع کے نزدیک بھی تعداد سجدوں کی چودہ ہی ہے۔ امام ابوحنیفہ سورج حج کے صرف پہلے سجدہ کو تسلیم کرتے ہیں اور سورۃ ص کے سجدہ کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔

(درمختار۔ عالمگیری۔ کبیری)

قرآن مجید میں چودہ سجدہ ہائے تلاوت کی تفصیل یوں ہے۔ سورۃ اعراف، سورۃ رعد، سورۃ نحل، سورۃ بنی اسرائیل، سورۃ مریم، سورۃ حج کا پہلا، سورۃ فرقان، سورۃ نمل، سورۃ الم تنزیل، سورۃ ص، سورۃ حم سجدہ، سورۃ نجم، سورۃ انشقاق، سورۃ علق،

(قدوری)

سجدہ تلاوت واجب ہونے کے تین سبب ہیں۔

اوّل تلاوت اگرچہ سماع نہ پایا ہو جیسے پڑھنا بہرے آدمی کا۔

دوم سننا آیت سجدہ کا شرط ہے پڑھنے والے کے سوا دوسرے شخص کے حق میں اگرچہ فارسی میں ہو جب کہ خبر دیا جائے اور اگر اس کو خبر نہ ہو کہ آیت سجدہ ہے تو معذور ہے۔

تیسرے تلاوت واجب ہے بشرط مقتدی ہونے کے اس شخص کے پیچھے جو آیت سجدہ کی پڑھے کہ اقتداء کرنا بھی سبب ہے سجدہ کے واجب ہونے کا اگرچہ مقتدی آیت سجدہ کی نہ سنے اور نہ موجود ہو آیت سجدہ کے پڑھنے کے وقت بسبب واجب ہونے

متابعت امام کے اور اقتداء سے واجب ہونے میں یہ بھی شرط ہے کہ امام سجدہ کرے اور اگر امام سجدہ نہ کرے تو مقتدی پر واجب نہیں اگر چہ آیت سجدہ کو سنا ہو۔
(شامی ، تنویر الابصار ، درمختار)

سجدہ تلاوت واجب نہیں ہے کافر پر اور نابالغ پر اور دیوانہ پر اور حیض و نفاس والی عورت پر خواہ وہ آیت سجدہ کو پڑھیں یا سنیں، اسلئے کہ یہ سب نماز کی اہل نہیں۔ نہ اس وقت نہ اسکے بعد، ہاں البتہ اگر کوئی دوسرا ان سے سنے تو اس پر واجب ہو جاتا ہے۔
(تنویر الابصار ، درمختار ، شامی)

سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے تراخی کے طور پر مختار قول کے بموجب یعنی امام محمد کے نزدیک تمام عمر اس کا وقت ہے اور یہی قول مختار ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک فوراً واجب ہوتا ہے یعنی تاخیر سے گنہگار ہوگا بشرطیکہ سجدہ مذکورہ نماز کے اندر کا نہ ہو کہ وہ اتفاقاً واجب ہے فوراً بسبب ہو جانے اس سجدہ کے جزو نماز کا۔ اور گنہگار ہوگا سجدہ تلاوت نماز کی تاخیر سے اور اس کی قضا بجالائے جب تک کہ نماز کی حرمت میں باقی رہے اگر چہ بعد سلام کے ہو یعنی جب تک کوئی فعل مخالف نماز کے نہ کیا ہو۔ اور اگر نماز کے اندر سجدہ نہ کیا اور نہ ہی کوئی مخالف فعل نماز کے کرنے سے پہلے کیا ہو تو گنہگار ہوگا۔ پس لازم ہوگی اس کو توبہ اس لئے کہ واجب ترک کیا جس کی قضا ممکن نہیں۔ جب فاسد ہو جائے نماز سوائے حیض کے تو خارج نماز سجدہ تلاوت کا کرے۔ اور مکروہ تنزیہی ہے تاخیر سجدہ تلاوت کا جو نماز کے اندر نہ ہو۔ اور ساقط ہو جاتا ہے سجدہ حیض سے اور مرتد ہونے سے یعنی اگر عورت نے آیت سجدہ کی پڑھی اور سجدہ نہ کیا یہاں تک کہ حائضہ ہوئی تو اس پر سے سجدہ ساقط ہو جائے گا۔ اسی طرح مرتد ہونے سے۔ (تنویر الابصار، درمختار، عالمگیری)

اگر مکرر پڑھا آیت سجدہ کو دو مجلسوں میں تو سجدہ مکرر ہو جائے گا اور ایک مجلس

میں مکرّر نہ ہوگا بلکہ ایک سجدہ کافی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ وجوب سجدہ کا تین باتوں میں سے ایک کے باعث مکرر ہو جاتا ہے۔ اوّل اختلاف تلاوت کا، دوم اختلاف سننے کا

سوم اختلاف مجلس کا۔ تو پہلے دو سے غرض بدلنا آیات کا ہے یعنی اگر ایک ہی مجلس میں مختلف آیات سجدہ کی سنے گا تو تعداد آیات برابر سجدے واجب ہوں گے۔ اور اختلاف مجلس دو قسم پر ہے۔ ایک حقیقی کہ ایک مجلس سے دوسری میں دو قدم سے زیادہ چل کر پہنچے۔ اس میں یہ شرط ہے کہ دونوں مکانوں کو ایک حکم نہ ہوگا۔ مثلاً چھوٹی مسجد یا گھر کی مختلف جگہ نہ ہوں کہ ان کا حکم ایک ہی مکان کا ہے۔ پس اگر ایک ہی آیت سجدہ کو مسجد یا گھر کے کئی کونوں میں پڑھے گا تو سجدہ ایک ہی واجب ہوگا۔ اور دوسرا اختلاف مجلس حکمی کا ہے کہ دونوں دفعہ کے پڑھنے کے درمیان میں عمل کثیر کیا ہو مثلاً خرید و فروخت یا عقد و نکاح یا کھانا کھانا یا تین قدم چلنا وغیرہ کیا ہو تو اس صورت میں بھی سجدہ مکرّر ہو جائے گا۔ اور اگر عمل قلیل کیا ہو مثلاً آیت سجدہ پڑھ کر ایک گھونٹ پانی پیا یا ایک لقمہ کھا لیا یا ایک دو قدم چلا پھر اس آیت کو پڑھا تو سجدہ تلاوت ایک ہی کافی ہوگا۔ اور مستحب نہیں دوسرا سجدہ کرنا اس جگہ جہاں ایک سجدہ تلاوت کافی ہو۔

(درمختار ، شامی ، عالمگیری)

تانا تننا کپڑے کا جاتے اور آتے اور چلا جانا پڑھنے والے کا درخت کی ایک شاخ سے دوسری شاخ پر اور تیرنا اس کا نہر میں یا حوض میں بدلنا ہے مجلس کا یا آیت کا پس واجب ہوگا ایک اور سجدہ یا کئی سجدے مثلاً تانا تننے میں ایک ہی آیت جانے میں پڑھے اور وہی لوٹتے وقت تو ایسا ہوگا کہ گویا دو مجلسوں میں پڑھی اور آیت کا بدلنا ہوگا سننے والے کے حق میں یعنی سننے والے نے اسی آیت کو ایک شاخ پر سنا اور اسی کو دوسری شاخ پر تو ایسا ہوگا گویا دو آیتوں کو سنا بخلاف مسجد کے کونوں اور گھر اور کشتی چلنے والے

کی اور فعل قلیل کے جیسے دو لقموں کا کھانا دو بار کی تلاوت کے درمیان اور کھڑا ہو جانا اور سلام کا جواب دینا کہ اس سے مجلس نہیں بدلتی۔ اور اسی طرح سواری کے چلتے جانور پر اگر نماز پڑھتا ہو تو مجلس دو نہ ہوں گی کیونکہ نماز ان کی مجالس کو ایک کر دیتی ہے۔ اسلئے کہ اختلاف مکان کی صورت میں نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ تو ضرورت کی وجہ سے مکان ایک کئے جاتے ہیں۔ اور اگر سواری پر نماز نہ پڑھتا ہو تو سجدہ مکرّر ہو جائے گا۔ کیونکہ سواری کا چلنا منسوب سوار کی طرف ہے تو ایسا ہوگا گویا خود چلتا ہے اور پڑھتا ہے۔

(تنویر الابصار ، درمختار ، شامی)

اگر آیت سجدہ کو لکھے یا ہجے کرے تو سجدہ واجب نہ ہوگا۔ اسی طرح ساری آیت میں سے اگر صرف کلمہ سجدہ کو پڑھے یا اکثر آیت پڑھے مگر کلمہ سجدہ کو چھوڑ دے تو بھی سجدہ واجب نہ ہوگا۔ اور وجوب عام ہے خواہ تلاوت آیت نماز میں ہو یا نماز سے خارج ہو۔

(شامی)

اگر پڑھے آیت سجدہ کو مقتدی تو نہ سجدہ کرے نماز پڑھنے والا ہرگز، نہ نماز میں اور نہ نماز کے بعد یعنی نہ خود پڑھنے والا سجدہ کرے نہ امام اور دوسرے مقتدی اس کے ساتھ والے لیکن اگر کوئی آدمی نماز سے باہر ہو اور وہ اس مقتدی سے سن لے تو اس پر سجدہ واجب ہوگا۔ (شرح وقایہ، درمختار، شامی، عالمگیری)

اگر نماز پڑھنے والے نے آیت سجدہ کو اپنے غیر سے سنا تو نماز کے اندر سجدہ نہ کرے اس لئے کہ وہ تلاوت نماز کے اندر نہیں ہوئی۔ بلکہ سجدہ کرے نماز کے بعد بسبب سننے آیت سجدہ کے۔ (درمختار، قدوری)

حاضرین میں سے جس شخص نے سجدہ کی آیت سُنی ہو تو اس کے لئے امام مالک و امام شافعی و امام احمد کے نزدیک سجدہ کرنا ضروری نہیں مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک سجدہ کرنا ضروری ہے۔ (قدوری)

سجدہ کی آیت اگر کسی اور زبان میں پڑھی جائے تو پڑھنے والے پر ہر طرح

سے سجدہ کرنا واجب ہوگا مگر سننے والے پر اس وقت واجب ہوگا جب کہ خبر دی جائے کہ یہ آیت سجدہ کی پڑھی گئی ہے اسی طرح عربی کا نہ جاننے والا بھی معذور ہے جب تک کہ اسے معلوم نہ ہو۔ (درمختار، شامی)

اگر سوئے ہوئے آدمی یا نشہ والے سے آیت سجدہ کی سنی جائے تو بھی سجدہ واجب ہوگا اسی طرح نشہ والے اور سوتے آدمی کو بعد اطلاع دینے پر سجدہ واجب ہوگا (عالمگیری)

اگر کسی نے نماز کے اندر آیت سجدہ کو پڑھا اور سجدہ کرنے سے پہلے وہ نماز فاسد ہوگئی تو اب اس سجدہ کو خارج نماز ادا کرے۔ اس لئے کہ جب نماز فاسد ہوگئی تو یہ سجدہ صرف تلاوت کا رہ گیا نماز کا نہ رہا۔ (درمختار)

امام کو جمعہ، ظہر اور عصر کی نمازوں میں ان سورتوں کا پڑھنا جن میں سجدہ ہے مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

ایک نمازی پر نماز کے اندر سجدہ واجب ہوا مگر اس نے نماز کے اندر سہواً یا قصداً ادا نہ کیا تو اب یہ شخص نماز کے بعد سجدہ نہ کرے کیونکہ جو سجدہ نماز کے اندر واجب ہوتا ہے اس کے ادا کرنے کا محل نماز ہی ہے۔ نماز کے باہر قضا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ نماز کا سجدہ نماز کا جزو ہے مگر قصداً ترک کر دینے سے گنہگار ہوگا اور اس گناہ سے مخلصی کی صورت سوائے توبہ کے اور کچھ نہیں ہے۔ (درمختار، عالمگیری)

سجدہ شکر: سجدہ شکر مستحب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ مگر نماز کے بعد مکروہ ہے اس لئے کہ جاہل اس سجدہ کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے لگتے ہیں۔ اور جو مباح کام کو سنت یا واجب اعتقاد کرنے کی نوبت تک پہنچائے وہ مکروہ ہے۔

سجدہ شکر کی صورت یہ ہے کہ آدمی کسی نعمت کے بعد اور اس کے شکر کے لئے سجدہ کرے تو یہ سجدہ صاحبین کے نزدیک مستحب ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ مگر فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ (درمختار، شامی)

باب مسافر کی نماز

سفراس لئے نام رکھا گیا کہ وہ ظاہر کرتا ہے مَردوں کے اخلاق کو۔ سفر کے لُغوی معنی ''ظاہر کرنے کے ہیں'' اور اصطلاح میں سفر کے معنی یہ ہیں کہ چونکہ سفر میں آدمی کے اخلاق ظاہر ہوجاتے ہیں یا یہ کہ روئے زمیں کا حال اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے سفر کہا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ مسافر سافر کے معنی میں ہے مشارکت کے لئے مستعمل نہیں اور ہوسکتا ہے کہ مشارکت بھی ملحوظ ہو کیونکہ سفر عموماً رفاقت ہی کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک رفیق کو دوسرے کی عادتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

(شامی)

سفر میں شرعی احکام بدل جاتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اوسط چال معتبر ہے جو اُونٹ اور پیادہ چلنے والوں کی ہے۔ تین دن سے کم مسافت نہ ہو اور راتیں اس میں شمار نہیں کیونکہ رات آرام کے لئے ہوتی ہے۔ اور مسافر کو صبح سے شام تک چلنے کی شرط نہیں بلکہ صبح سے زوال تک چلنا معتبر ہے اور وہ بھی ان دنوں کے اندر جو سال کے سب سے چھوٹے دن ہوں۔ اس حساب سے کوس اور میل معتبر نہیں ہیں۔ اور پندرہ دن سے کم سفر کی نیت نہ ہو۔ ایسا سفر کرنے والوں کو مسافر کہتے ہیں۔

(تنویر الابصار ، درمختار ، شامی ، عالمگیری)

امام مالک و امام شافعی و امام احمد کے نزدیک دو دن یا ایک شب و روز کی مسافت کو سفر کہتے ہیں اور ان کے نزدیک سفر میں قصر کی اجازت ہے ضروری نہیں ہے لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک قصر واجب ہے اور پوری نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

امام مالک و امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جو شخص چوری کرنے یا کوئی

گناہ کا کام کرنے جارہا ہو تو وہ سفر کی رخصتوں سے شرعاً کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک سفر کی رخصت عاصی و مطیع سب کے لئے ہے۔ جب سفر تین دن کا ہو تو ائمہ اربعہ کے نزدیک اس میں قصر کرنا پوری نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ امام مالک و امام شافعی و امام احمد کے نزدیک پوری نماز پڑھنا جائز ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک پوری نماز پڑھنا ناجائز ہے۔ (اختلاف الائمہ)

امام ابو حنیفہ کے نزدیک جو شخص سفر پر روانہ ہو اور شہر کے مکانات سے آگے نکل گیا ہو وہ قصر کرے وہ اس وقت مسافر کے حکم میں ہوگا جب تک کسی شہر میں پندرہ روز یا اس سے زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ نہ کرے۔ پندرہ روز اقامت کی نیت ہوگئی تو پوری نماز پڑھے۔ اگر اس سے کم ٹھہرنا چاہتا ہو تو قصر کرے۔ امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک آنے اور جانے کے دن کے علاوہ اگر کوئی شخص چار دن قیام کی نیت کرے تو وہ مقیم سمجھا جائے گا اور امام احمد کے نزدیک اتنے دن ٹھہرنے کی نیت کرے جس میں بیس یا اس سے زیادہ نمازیں ادا کرنا پڑتی ہوں تو وہ پوری نماز پڑھے۔

(اختلاف الائمہ، شرح قدوری)

سفر میں مندرجہ ذیل احکام بدل جاتے ہیں۔

۱) نماز کا قصر ہو جانا یعنی بجائے چار رکعت کے دو رکعت پڑھنا۔

۲) روزہ کا نہ رکھنا مباح ہو جانا۔

۳) موزوں کے مسح کی مدت کا تین دن تک بڑھ جانا۔

۴) جمعہ و عیدین و قربانی کے وجوب کا ساقط ہو جانا۔ (عالمگیری)

مسافت کے بارے میں فقہاء کے درج ذیل تین قول منقول ہیں:

ایک قول کے مطابق اکیس فرسخ یا فرسنگ یعنی تریسٹھ شرعی میل ہیں۔ جو ایک لاکھ

چھبیس ہزار گز یعنی انگریزی میل کے حساب سے اکہتر میل چار فرلانگ ایک سو ساٹھ گز ہیں اور یہ ایک سو پندرہ اعشاریہ ایک آٹھ نو (۱۱۵۱۰۸۹) کلومیٹر کے برابر ہے۔

دوسرے قول کے مطابق جو مفتیٰ بہ ہے وہ اٹھارہ فرسخ یا فرسنگ ہیں اور یہ چوّن میل شرعی ہیں۔ جو ایک لاکھ آٹھ ہزار گز یعنی انگریزی میل کے حساب سے اکسٹھ میل دو فرلانگ بیس گز ہیں۔ اور یہ اٹھانوے اعشاریہ ساتھ تین چار (۹۸۰۷۳۴) کلومیٹر کے برابر ہیں۔

تیسرے قول کے مطابق پندرہ فرسخ یا فرسنگ ہیں جو پینتالیس میل شرعی ہیں۔ جو نوے ہزار گز یعنی انگریزی میل کے حساب سے اکیاون میل ایک فرلانگ بیس گز ہیں۔ اور یہ بیاسی اعشاریہ دو چھ آٹھ (۸۲۰۲۶۷) کلومیٹر کے برابر ہیں۔

فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ ایک فرلانگ تین شرعی میل کا ہوتا ہے اور ایک شرعی میل چار ہزار ذراع (ذراع انگلیوں کے سرے سے کہنیوں تک) کا ہوتا ہے۔ اور ایک متوسط ذراع ڈیڑھ فٹ یعنی نصف گز کا ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک شرعی میل دو ہزار گز انگریزی کا قرار پایا۔ (اُردو شرح صحیح مسلم، ج۲۔ علامہ غلام رسول سعیدی)

لیکن جن لوگوں نے مدّت سفر کو اکیس یا اٹھارہ یا پندرہ فرسنگ کہا ہے اس کا اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ ظاہر روایت میں اعتبار تین دن کی مسافت کا ہے۔ اور صاحب ہدایہ نے بھی اسی کو صحیح کہا ہے۔ (ہدایہ درمختار، شامی)

سفر کی رخصت کا حکم:

مسافر کے لئے پانچ شرطیں ہیں جن کی وجہ سے مقیم ہو کر رخصت کا حکم اس پر سے اٹھ جاتا ہے۔

1: مسافر چلنا موقوف کر دے۔ اگر مسافر نیت تو اقامت کی کرے اور چلنا

موقوف نہ کرے تو مقیم نہ ہوگا۔

2: جہاں نیت اقامت کی ہو وہ جگہ ٹھہرنے کے لائق ہو۔ اگر جنگل میں یا دریا یا جزیرے میں اقامت کی نیت کرے گا تو مقیم نہ ہوگا۔

3: اقامت کی نیت ایک جگہ ہی کی ہو اگر دو چار جگہ اقامت کی نیت کرے گا تو مقیم نہ ہوگا۔

4: پندرہ دِن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے اگر اس سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا تو مقیم نہ ہوگا۔

5: رائے میں مستقل ہو۔ اگر نوکر یا غلام یا عورت بلا دریافت اپنے آقا یا مالک یا خاوند کے نیت اقامت کی کرلیں گے تو مقیم نہ ہوں گے۔ (درمختار، عالمگیری)

مسافر کی نماز کے احکام:

قصر کی صورت میں ہر چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پڑھیں گے اس سے زیادہ جائز نہیں۔ اگر سہواً دو کی بجائے چار پڑھ لے تو اگر التحیات کے لئے بیٹھ چکا ہے تو اس کے دو رکعت فرض ہو گئے اور دو رکعت نفل ہو گئے۔ اگر التحیات کے لئے نہ بیٹھا ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر قصداً دو کی بجائے چار پڑھے گا تو گنہگار مستحق نار ہوگا۔ (درمختار)

جو شخص کسی شہر میں جائے اور روزانہ یہ کہے کہ کل جاؤں گا پرسوں جاؤں گا تو وہ قصر پڑھے خواہ کئی سال وہاں مقیم رہے۔ (قدوری)

وطن اصلی باطل ہو جاتا ہے اپنے جیسے وطن اصلی سے جب کہ اوّل وطن میں اس آدمی کے گھر والے نہ رہے ہوں اور اگر رہے ہوں تو باطل نہ ہوگا۔ بلکہ وہ شخص پوری نماز پڑھے دونوں میں خواہ نیت اقامت کی کرے یا نہیں۔ اور نہیں باطل ہوتا

وطن اصلی دوسرے وطنوں سے۔

وطن کی تین قسمیں ہیں۔

ایک وطن اصلی جو آدمی کے پیدا ہونے کی جگہ ہے یا شادی کرنے کا مقام یا وطن بنانے کا مقام، اس کو وطن اہلی یا وطن الفطرۃ بھی کہتے ہیں

دوسرا وطن اقامت یعنی وہ مقام جس میں پندرہ روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے۔ اس کو وطن مستعار اور وطن حادث بولتے ہیں۔

تیسرا وطن سکنیٰ جس میں پندرہ روز سے کم رہنے کی نیت کرے۔ تو وطن اصلی میں آدمی مقیم کا حکم رکھتا ہے اگرچہ ایک ہی شب رہے مثلاً اثنا سفر میں وطن اصلی آ گیا اور وہاں منزل کی تو پوری نماز پڑھے۔ اگر دوسرے مقام کو وطن اصلی بنائے گا تب اوّل وطن اصلی نہ رہے گا۔ بشرطیکہ گھر والے بھی اوّل وطن سے اٹھ گئے ہوں۔ اور اگر گھر والے ایک جگہ رہتے ہوں اور خود دوسری جگہ رہنے کا قصد کر لیا ہے تو دونوں مقام وطن اصلی متصوّر ہوں گے دونوں میں پوری نماز پڑھے۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

چلتی کشتی میں اگر رکوع و سجود کی قدرت ہے تو بالاتفاق اشارہ سے نماز جائز نہیں۔ اسی طرح اگر قیام پر قدرت ہے اور بیٹھ کر پڑھے تب بھی صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے برخلاف اور سواریوں کے کہ ان پر اشارہ سے نماز پڑھنا مشروع ہے۔ یہاں تک کہ اگر گھوڑے کی زین یا اونٹ کے پالان پر سجدہ کرے تو ناجائز ہے۔ اگر کشتی بندھی ہوئی ہے اور زمین پر ٹھہری ہوئی ہے تو درست ہے مگر بیٹھ کر فرض پڑھنا بلا عذر جائز نہیں اور اگر زمین پر ٹھہری ہوئی نہیں ہے اور باہر نماز پڑھنا ممکن ہے تو درست نہیں اور یہی حکم کشتی میں نماز پڑھنے والے مقیم کیلئے بھی ہے۔ (عالمگیری)

گھوڑے اونٹ وغیرہ کی سواری پر نفل نماز تو بلا عذر اور عذر سے سب طرح

سے جائز ہے مگر فرض نماز بلا عذر جائز نہیں۔ عذر یہ ہیں۔

ا: جان کا خوف خواہ موذی جانوروں سے ہو یا دشمنوں سے۔

۲: مال کا خوف (۳) عورت کو مرد فاسق کا خوف۔

(۴) مسافر کو قافلہ چلے جانے کا خوف یا سواری ایسی ہو جس پر بغیر امداد وغیرہ کے سوار نہ ہو سکے یا زمین پر کیچڑ وغیرہ ہو۔ ایسی سواریوں پر اشارہ سے نماز پڑھنا مشروع ہے۔ اگر سواری کے ٹھہرانے پر قدرت ہے تو ٹھہرا لے اگر قدرت نہیں تو قبلہ رُخ کر لے اور اگر یہ بھی ممکن نہیں تو جس طرح ممکن ہو بروقت ضرورت نماز ادا کرے۔ اگر بشرط امکان قدرت نماز ادا کرے گا تو جائز نہ ہوگی۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

جب مسافر کسی مسجد میں آئے اور وہاں مقامی امام نماز پڑھا رہا ہو تو وہ امام کے متابعت میں پوری نماز پڑھے۔ اگر امام قضا نماز پڑھا رہا ہو تو مسافر اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔ (کنزالدقائق، قدوری)

مسافر امام بن کر نماز پڑھائے تو وہ دو رکعت پڑھے۔ مقامی لوگ بعد از اں دو رکعت پڑھ لیں۔ بہتر یہ ہے کہ امام سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی نماز پوری کر لیں مگر مقیم مقتدی ان دو رکعتوں میں قرأت نہ پڑھیں صرف مقدار قرأت خاموش کھڑے رہیں۔ اگر مقتدی مقیم جو مسافر امام کے پیچھے دوسری رکعت میں آ کر شریک ہوا تو ایک رکعت تو مسافر امام کے ساتھ ہو چکی جو واقعہ میں دوسری ہے۔ اب تین رکعت بعد سلام امام مسافر کے اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں جو واقعہ میں تیسری ہے قرأت نہ پڑھے مقدار قرأت خاموش کھڑا رہے۔ پھر رکوع وسجود کر کے کھڑا ہو اور دوسری رکعت میں جو واقعہ میں چوتھی ہے کچھ نہ پڑھے۔ اس رکعت کے ختم کے بعد قعدہ کرے۔ اب تیسری رکعت میں جو واقعہ میں پہلی فوت شدہ ہے۔

ثناء، تعوذ، تسمیہ، الحمد اور قرأت سب پڑھے۔ اس لئے کہ اس رکعت میں وہ مسبوق ہے اور ان دو رکعتوں میں مثل لاحق کے ہے۔

(عالمگیری، شامی، درمختار، کبیری)

سفر کی قضا شدہ نماز حضر میں دو رکعت ادا کرے اور حضر کی قضا شدہ نماز سفر میں بھی پوری ادا کرے۔

(کنز الدقائق، قدوری)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسافر دو نمازوں کو صورۃً یعنی بظاہر جمع کر سکتا ہے مثلاً ظہر کی نماز اس کے آخر وقت میں تین بجے پڑھی اور عصر کی نماز اوّل وقت میں سوا تین بجے پڑھی تو یہ بظاہر جمع معلوم ہوتی ہے مگر حقیقتاً جمع نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسافر ایک نماز کے وقت دو نمازوں کو جمع نہیں کر سکتا۔ مثلاً تین بجے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور اس میں ظہر و عصر دونوں نمازیں پڑھ لیں۔ بخلاف ازیں امام مالک و امام شافعی و امام احمد کے نزدیک سفر کی حالت میں جمع تقدیم و جمع تاخیر دونوں جائز ہیں جمع تقدیم کا مطلب یہ ہے کہ ظہر کے وقت میں عصر کی نماز بھی پڑھ لی اور جمع تاخیر سے مراد یہ ہے کہ ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے ساتھ پڑھ لیا۔

(اختلاف الائمۃ)

☆☆☆

باب نماز جمعہ

جمعہ کی نماز فرض عین ہے اور اس کا منکر کافر ہے اس لئے کہ اس کا ثبوت دلیل قطعی سے ہے۔ جمعہ کو جمعہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ دن مسلمانوں کے اجتماع کا ہے۔

(طحطاوی، درمختار)

شرائط وجوب جمعہ:

جمعہ کی نماز فرض ہونے کے واسطے چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

1: مقیم ہونا مسافر پر واجب نہیں اور نہ اس پر جو شہر یا متصل شہر کے مقیم نہ ہو اور شہر سے علیحدہ رہنے والا اگر اذان کی آواز سنتا ہو تو جمعہ اس پر واجب ہے۔ امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (درمختار)

2: تندرست ہونا بیمار پر واجب نہیں، اور بیمار سے تیمار دار یعنی جو بیمار کی خبر گیری کرتا ہو اس طرح کہ اگر وہ چلا جائے تو بیمار کی کوئی خبر نہ لے۔ اور بیمار سے شیخ فانی یعنی بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو بھی شامل ہے۔ (درمختار)

3: مرد ہونا عورت پر واجب نہیں۔

4: بالغ ہونا نابالغ پر واجب نہیں۔

5: عاقل ہونا دیوانے پر واجب نہیں۔

6: آزاد ہونا غلام پر واجب نہیں۔

7: موجود ہونا بینائی کا اندھے پر واجب نہیں اگرچہ اس کو پہنچانے والا میسر ہو لیکن کانے اور چندھے پر واجب ہے۔ (درمختار، شامی)

8: پاؤں کا سلامت ہونا لنگڑے پر واجب نہیں۔

9: نہ ہونا سخت بارش اور کیچڑ اور برف اور ان کے مثل کا جیسے شدت کا جاڑہ یا آندھی۔

10: آزاد ہونا قیدی پر واجب نہیں۔ (11) عذرات سے خالی ہونا۔

12: خوف کا نہ ہونا مثلاً حاکم یا چوروں وغیرہ کا۔

(شرح وقایہ ، درمختار ، شامی ، عالمگیری)

جس شخص میں یہ سب شرطیں وجوب کہ نہ ہوں یا بعض نہ ہوں تو اگر وہ عزیمت اختیار کرے اور جمعہ پڑھے حالانکہ وہ مکلّف یعنی وہ بالغ اور عاقل ہو تو اس کا جمعہ فرض واقع ہوگا ظہر کے عوض میں تا کہ اس کے حق میں جو چیز شریعت نے وضع کی ہے وہ مضر نہ پڑے۔ اور جمعہ سب عذر والوں کے حق میں افضل ہے ظہر سے مگر عورت کے لئے ظہر افضل ہے۔ اس لئے اس کی نماز گھر کے اندر افضل ہے۔

عزیمت و رخصت : عزیمت حکم شرعی ہے مقابل رخصت کے یعنی رخصت میں شارع کی طرف سے تخفیف ہوتی ہے اور عزیمت میں شفقت، تو چونکہ مسافر اور مریض وغیرہ کو حکم ہوا جمعہ کے ترک کرنے کا اور ظہر کے پڑھنے کا تو ان کے حق میں ظہر کا پڑھنا سہولت کی وجہ سے رخصت ہے اور جمعہ کا ادا کرنا شفقت کے لحاظ سے عزیمت ہے۔ تو جب اس نے مشقت اٹھا کر جمعہ کو ادا کیا پس اگر ہم اس کے جمعہ کو صحیح نہ رکھیں اور ظہر لازم کریں تو اس پر اور مشقت رکھی جائے گی اور اس کے حق میں جو سہولت موضوع تھی وہ مشقت ہو جائے گی۔ (تنویر الابصار، درمختار، شامی)

شرائط صحت جمعہ: جمعہ کے صحیح ہونے کے لئے چند شرطوں کا ہونا لازمی ہے۔ ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے گی تو جمعہ صحیح نہ ہوگا۔

۱۔ جامع مصر کا ہونا : جمعہ کے صحیح ہونے کی پہلی شرط جامع مصر یعنی بڑے شہر کا ہونا ہے۔ مصر کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مصر وہ شہر ہے جس میں گلیاں اور بازار ہوں اور جہاں مظلوم ظالم سے بدلہ لے سکتا ہو۔

(شرح وقایہ ، درمختار ، قدوری)

اس لئے امام ابوحنیفہ کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔ اور امام شافعی

کے نزدیک دیہات میں جمعہ جائز ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ وہ بستی جس میں مسجد اور بازار ہو اور جس کے مکانات باہم متصل ہوں وہاں جمعہ جائز ہے۔ امام ابو یوسف اور امام کرخی کے نزدیک مصر وہ جگہ ہے جہاں پر امیر اور قاضی ہو جو شرع کا حکم جاری کرے اور حدوں کو قائم کرے۔ امام ابو یوسف سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ وہ بستی جس کی سب سے بڑی مسجد (مسجد کبیر جو چالیس گز شرعی ہو اور شرعی گز چوبیس انگلی کا ہوتا ہے یعنی ڈیڑھ فٹ) میں اس کے باشندے جن کو جمعہ کے ادا کرنے کا حکم ہے نہ سما سکیں۔ یعنی عورتوں اور لڑکوں اور مسافروں کے سوا اس قدر مسلمان ہوں کہ بڑی سے بڑی مسجد میں نہ آسکیں۔ (خواہ نمازی ہوں یا بے نماز)۔ اور شہر کی اس تعریف پر ہی فتویٰ ہے کہ اکثر فقہاء کا بسبب ظاہر ہونے احکام میں سستی کے یعنی ظاہر مذہب کی تعریف میں حدود کا قائم کرنا شہر ہونے کی شرط ہے اور چونکہ حاکم سزاؤں کے قائم کرنے میں کوتاہی اور سستی کرتے ہیں۔ لہٰذا فتویٰ اس تعریف مذکورہ پر دیا جاتا ہے۔ صاحب وقایہ اور شارح منیۃ المصلی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔

(شرح وقایہ ، ھدایہ ، درمختار ، شامی)

امام ابو حنیفہ نے جمعہ کے لئے مصر کو شرط قرار دیا ہے اور دیگر ائمہ نے عدد کی شرط لگائی ہے۔ امام شافعی کے نزدیک چالیس مردوں کی شرط ہے اور امام احمد کے نزدیک پچاس آدمی ضروری ہیں۔ اور امام مالک کے نزدیک تیس اور ایک اور روایت کے مطابق بیس آدمیوں کی شرط ہے۔ پس اگر کسی بستی میں (قریہ میں نہ کہ مصر میں) بیس سے بھی کم آدمی ہوں تو ائمہ میں سے کسی کے نزدیک بھی وہاں جمعہ جائز نہیں ہے

(شرح وقایہ ، درمختار ، قدوری)

اور شرط صحت جمعہ کی فِنا مصر بھی ہے۔ فِنا وہ جگہ ہے گرد شہر کے جو اس کے منافع کے لئے مثل دفن کرنے مُردوں اور دوڑانے گھوڑوں کے ہو خواہ شہر کے متصل

ہو یا نہیں۔ اور مختار فتویٰ کیلئے اندازہ کرنا اس کا ایک فرسنگ یعنی تین میل ہے۔ اور ترجیح دی ہے بحرالرائق میں اعتبار کرنے نماز کے لوٹ آنے کو اپنے گھر بغیر مشقت کے۔ بعض محققین نے تو صرف فِنا کی تعریف پر اکتفا کر کے مطلق چھوڑ دیا ہے اور اس کی کچھ حد مقرر نہیں کی یعنی جس جگہ شہر کی کار آمد باتیں ہوتی ہوں وہ فناء ہے۔ جیسے گھوڑوں کا دوڑانا اور پھیرنا اور مردوں کا دفن کرنا اور فوج کا جمع کرنا اور چاند ماری وغیرہ ہوتی ہو اور بعضوں نے اس کی مسافت بھی مقرر کر دی ہے۔ اور مسافت کے باب میں نو قول ہیں۔ کسی نے کہا شہر کی آواز اس میں آتی ہو۔ کسی نے کہا اذان سنائی دیتی ہو۔ کسی نے کہا کہ چار سو ہاتھ کا فاصلہ ہو، کسی نے میل کا کسی دو میل اور کسی نے تین میل یعنی فرسنگ کا، کسی نے دو فرسنگ کا اور کسی نے تین کا کہا۔ اور چونکہ ہر شہر کے حوائج کیلئے مسافت مختلف ہوتی ہے اسلئے بہتر یہی ہے کہ صرف تعریف پر اکتفاء کیا جائے۔

(درمختار، شامی)

۲۔ بادشاہ کا ہونا یا اس کے نائب کا:

جمعہ صحیح ہونے کی دوسری شرط بادشاہ یا اس کے نائب کا ہونا ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جمعہ صرف سُلطان پڑھا سکتا ہے یا وہ عالم جو سُلطان کی طرف سے جمعہ پڑھانے کے لئے مامور ہو۔ امام مالک و امام شافعی و امام احمد کے نزدیک جمعہ سُلطان کے اِذن کے بغیر بھی منعقد ہو جاتا ہے۔

۳۔ ظہر کا وقت ہونا: امام ابوحنیفہ و امام مالک و امام شافعی اور جمہور علماء کے نزدیک جمعہ کا وقت زوال آفتاب کے بعد ظہر ہی کے وقت میں ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ زوال آفتاب کے بعد نماز جمعہ کی ادائیگی میں جلدی فرمایا کرتے تھے اور صحابہ کرام نماز جمعہ پڑھ کر لوٹتے تھے تو دیواروں کا سایہ بہت تھوڑا ہوتا تھا اور اس کے نیچے پناہ لے کر چلنا ممکن نہ ہوتا تھا۔ اور امام احمد کے نزدیک جمعہ کا وقت عیدین کے وقت میں بھی جائز

ہے کیونکہ جمعہ بھی اہل اسلام کی عیدوں میں سے ہے پس بوقت چاشت جائز ہے۔
(مرقات، فیض الباری)

حرام ہے اس شخص کو نماز جمعہ سے پیشتر ظہر کا پڑھنا شہر کے اندر لیکن بعد جمعہ کے نماز ظہر کا پڑھنا مکروہ نہیں۔ کیونکہ ظہر سبب ہوتا ہے واسطے فوت ہونے جمعہ کے اور جمعہ کو فوت کرنا حرام ہے۔ تو جو چیز حرام کا سبب ہوگی وہ بھی حرام ہے۔ مگر گاؤں میں قبل از جمعہ بھی ظہر پڑھے گا تو مکروہ نہ ہوگا۔ (درمختار، شامی)

مکروہ تحریمی ہے معذور اور محبوس اور مسافر کو ادا پڑھنا ظہر کا جماعت کے ساتھ شہر کے اندر جمعہ سے پہلے اور بعد بسبب کم ہوجانے جماعت کے اور صورت معارضہ کے۔ قضا کی جماعت اور گاؤں والوں کو ظہر کی جماعت مکروہ نہیں۔ شہر میں وجہ کراہت یہ ہے کہ جمعہ کی جماعت کم ہوجائے گی۔ اور معذوروں کو دیکھ کر اگر کوئی غیر معذور بھی شریک ہوجائے گا تو جماعت اسی قدر کم ہوجائے گی۔ اور وجہ معارضہ یعنی حکم اقامت جمعہ کا ہے۔ تو دوسری جماعت کی اقامت مقابلہ اور حکم عدولی ہے۔ (طحطاوی)

اور اسی طرح مکروہ ہے جماعت سے ظہر پڑھنا شہر والوں کو جن کو جمعہ نہ ملا ہو بلکہ وہ ظہر پڑھیں بغیر اذان و اقامت کے اور بغیر جماعت کے۔ اور مستحب ہے بیمار کو دیر کر کے پڑھنا نماز ظہر کا امام کے فارغ ہونے تک جمعہ سے پہلے۔ اور مکروہ تنزیہی ہے اگر تاخیر نہ کرے۔ یہی صحیح ہے۔ (تنویر الابصار، درمختار، شامی)

جمعہ کے روز امام کے جمعہ پڑھانے سے پیشتر اپنے گھر میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے البتہ نماز ہوجائے گی۔ اگر ظہر پڑھنے کے بعد اسے جمعہ پڑھنے کا خیال آیا اور وہ اس ارادہ سے چل پڑے تو اس کی ظہر کی فرضیت اسی وقت باطل ہوجائے گی۔ خواہ معذور ہو یا غیر معذور، یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے اور صاحبین کے نزدیک ظہر اس وقت باطل ہوگی جب وہ امام کے ساتھ شرکت کرے گا۔ اگر اس کو جمعہ نہ ملا تو جس وقت یہ

گھر سے نکلا تھا اگر اس وقت امام فارغ ہو گیا تھا تو بالاجماع ظہر کی فرضیت باطل نہ ہو گی۔ اگر اس کے گھر سے نکلتے وقت امام نماز میں اس کے پہنچنے سے پہلے فارغ ہو گیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کی فرضیت باطل ہو جائے گی ظہر کی نماز پھر پڑھے۔

(عالمگیری، درمختار)

٤۔ نماز کے پہلے خطبہ کا ہونا : نماز سے پہلے امام دو خطبے باوضو ہو کر دے اور دونوں کے درمیان بیٹھے، امام ابوحنیفہ کے نزدیک خطبہ کے دوران اگر ذکر خداوندی پر اکتفا کرے تو جائز ہے۔ اور امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک طویل وعظ و نصیحت ضروری ہے جسے خطبہ کے نام سے موسوم کیا جا سکے۔ امام مالک و امام شافعی کے نزدیک کھڑے ہو کر خطبہ دینا واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ و امام احمد کے نزدیک واجب نہیں دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا امام شافعی کے نزدیک واجب ہے اور ان کے نزدیک باوضو ہونا بھی واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ و امام مالک و امام احمد کے نزدیک باوضو ہونا واجب نہیں ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب امام خطبہ دینے کے لئے نکلے تو لوگ بات چیت اور نماز ترک کر دیں یہاں تک کہ وہ خطبہ سے فارغ ہو جائے۔ امام ابویوسف و امام محمد کے نزدیک خطبہ شروع ہونے سے پیشتر بات چیت میں کچھ حرج نہیں۔ امام شافعی و امام احمد کے نزدیک خطبہ کی حالت میں دو رکعت پڑھنا جائز ہے۔ (کنزالدقائق، ہدایہ، اختلاف الائمہ)

امام کے خطبہ پڑھنے کے وقت وہ بات چیت نہ کی جائے جس سے سننا جاتا رہے۔ اگر چہ لکھنا، اور سلام کا جواب دینا ہی ہو۔ اور اگر خطبہ پڑھنے والا حضور ﷺ پر درود بھیجے اس وقت بھی سکوت کرے۔ مگر جب خطیب یہ آیت

ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو صلو علیہ وسلموا تسلیماً پڑھے تو سننے والا خطبہ کا پوشیدہ اپنے دل میں درود پڑھے اور زبان

سے سکوت کرے تا کہ دونوں حکموں پر عمل ہو یعنی ایک حکم **صلوا علیه** کا اور دوسرا حکم **واذا قرئ القرآن فاستمعوا له' وانصتوا** کا۔ تو دل میں پڑھنے سے دونوں کی تعمیل ہو جائے گی۔ اور جو امر نماز میں حرام ہیں وہ خطبہ میں بھی حرام ہیں۔ اور خطبہ جمعہ کا ہو یا نکاح کا یا عید کا سب میں سکوت واجب ہے۔ خطیب سے دور کا شخص اور نزدیک کا برابر ہیں سکوت کرنے کے فرض ہونے میں۔ پس حرام ہے خطبہ کے وقت کھانا پینا اور کلام کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہنا ہو یا سلام کا جواب دینا یا اچھی بات کا حکم کرنا ہو اور واجب نہیں جواب دینا چھینکنے والے کا۔ اگر چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو آہستہ کہے کہ دوسرا نہ سنے۔ (طحطاوی، درمختار، شامی)

جب امام خطبہ تمام کرے تو اقامت کہی جائے اور مکروہ ہے فاصلہ کرنا خطبہ اور تکبیر میں کسی دنیا کے امر کو۔ اور امر دنیا کی قید اس واسطے ہے کہ **امر بالمعروف و نهی عن المنکر** کا فاصلہ مکروہ نہیں ہے۔ (درمختار)

مناسب نہیں کہ خطبہ پڑھنے والے کے سوا دوسرا آدمی لوگوں کو نماز پڑھائے اس لئے کہ خطبہ اور نماز ایک ہی چیز ہیں۔ کیونکہ شرط اور مشروط ہیں اور مشروط بغیر شرط کے نہیں پایا جاتا۔ اس لئے دونوں کا فاعل ایک ہونا مناسب ہے۔ (درمختار، شامی)

دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز نہیں۔ "ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ دو خطبے پڑھا کرتے تھے۔ اس طرح کہ منبر پر چڑھ کر بیٹھتے جب تک کہ مؤذن فارغ ہوتا۔ پھر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے۔ پھر بیٹھتے اور کلام نہ کرتے۔ پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے" امام طحطاوی نے کہا کہ اس جلوس میں کوئی دعا حضور ﷺ سے ثابت نہیں ہوئی۔ اور شمس الائمہ سرخسی نے شرح ہدایہ میں فرمایا کہ خطیب کو درمیان دو خطبوں کے جدائی کے لئے اتنا جلسہ کرنا

چاہیئے کہ تمام اعضاء اس کے قرار پائیں اور اس جلسہ میں دعا کرنا بدعت ہے۔ اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں حدیث مذکورہ بالا کے ذیل میں لکھا ہے کہ "کلام نہ کرے" اس کے یہ معنی کہ نہ دعا مانگتے اور نہ دعا کے سوا اور کوئی بات کرتے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن ساعت اجابت یعنی دعا کے قبول ہونے کی امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت سے نماز کے پورا ہونے تک ہے۔ تو ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہی وقت ہے کہ غیر امام کو کہ کلام اس وقت میں حرام ہے۔ اور دعا سے مراد وہ دعا ہے جو امام سب مسلمانوں کے لئے پڑھتا ہے خطبہ اور نماز کے اندر۔ پس اس سے ثابت نہیں ہوسکتا کہ امام یا سننے والے جلسہ کے اندر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگیں۔ چنانچہ اس امر میں ایک استفتاء ۱۲۷۳ھ میں ہوا تھا کہ دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟ تمام علماء دہلی و رامپور و بریلی نے یہی لکھا کہ دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا درست نہیں۔ اگر کوئی بغیر ہاتھ اٹھائے اور بغیر زبان ہلائے دل میں دعا مانگے تو اس کا مضائقہ نہیں۔ چنانچہ بحر الرائق اور فتح الباری میں مصرع ہے کہ حضرت عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہا نے جب بشیر بن مروان کو خطبہ میں دعا مانگتے دیکھا تو بددعا دی تھی۔ چنانچہ جیسا ترمذی میں مروی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بدعت خلفاء مروانیہ کے زمانہ میں پیدا ہوئی۔ (درمختار، شامی ۶۱۷)

۵۔ جماعت کا ہونا : جماعت کی حد امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام کے علاوہ تین آدمیوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔ امام ابویوسف و امام محمد و امام اوزاعی کے نزدیک امام کے علاوہ دو آدمی ہونا ضروری ہیں۔ امام شافعی و امام احمد کی رائے میں چالیس آدمی شرط ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ چالیس سے کم بھی جمعہ پڑھ سکتے ہیں البتہ تین چار آدمیوں پر جمعہ فرض نہیں۔ امام ابوسفیان ثوری کا قول یہ ہے کہ جمعہ بھی

باقی نمازوں کی طرح ہے اس کیلئے ایک امام اور ایک مقتدی کافی ہیں۔ (اختلاف الائمہ)

جمعہ کی نماز مسافر، عورت، مریض، بچے، غلام اور اندھے پر واجب نہیں۔ تاہم اگر حاضر ہو کر جمعہ پڑھ لیں تو ظہر کی نماز ان سے ساقط ہو جائے گی۔ غلام و مسافر و مریض جن پر جمعہ واجب نہیں وہ جمعہ کی امامت کرا سکتے ہیں۔

(هدایه، کنز الدقائق، شرح وقایه، قدوری)

جہاں پر جمعہ کی نماز درست نہیں وہاں نماز ظہر باجماعت ادا کرنا درست ہے لیکن شہر والوں کو جماعت کے ساتھ ظہر پڑھنا درست نہیں۔ (درمختار، شامی)

جو شخص امام کو جمعہ کی نماز میں پائے تو جتنی نماز باجماعت مل سکے پڑھ لے باقی نماز بعد ازاں ادا کر لے۔ اگر التحیات یا سجدہ سہو میں امام کے ساتھ ملے تو امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کے نزدیک جمعہ کی بنا کرے اور اٹھ کر دو رکعت پڑھ لے۔ امام محمد کے نزدیک اگر دوسری رکعت کا اکثر حصہ پائے تو اس کا جمعہ ہو گیا باقی ماندہ نماز پڑھ لے اور اگر آخری رکعت کا قلیل حصہ پایا تو جمعہ نہیں ہوا وہ ظہر کی چار رکعتیں پوری کرے۔

(درمختار، شامی، قدوری)

٦۔ اذن عام ہونا: جمعہ صحیح ہونے کی چھٹی شرط اِذنِ عام کا ہونا ہے یعنی تمام لوگوں کو مسجد میں جانے کی اجازت ہو۔

(عالمگیری، مراقی الفلاح، هدایه، درمختار، شامی، شرح وقایه)

صحت و وجوب میں فرق:

صحت اور وجوب میں حکما یہ فرق ہے کہ اگر صحت کی شرطیں نہ ہوں گی تو جمعہ نہ ہوگا اور اگر وجوب کی شرطیں نہ ہوں گی تو جمعہ درست ہو جائے گا۔ مثلاً عورت یا بیمار وغیرہ جن پر جمعہ واجب نہیں اگر شرائط صحت کے ساتھ جمعہ ادا کریں گے تو اس وقت

ان کا فرض ادا ہو جائے گا۔ بخلاف اس کے جس پر جمعہ واجب ہے مگر ادا واجب نہیں جیسے مرد آزاد تندرست اگر صحت جمعہ کی شرائط نہ ہونے سے جمعہ ادا کریگا تو اس کا جمعہ درست نہ ہوگا۔ سب معذوروں کو جن پر جمعہ کا وجوب نہیں ظہر سے جمعہ پڑھنا افضل ہے۔ برخلاف عورت کے کہ اس کو جمعہ سے ظہر ہی پڑھنا افضل ہے۔ (درمختار، شامی)

اذان اوّل : واجب ہے جمعہ کی طرف جھپٹنا اور خرید و فروخت کو ترک کرنا اگرچہ خرید و فروخت چلتے چلتے کرتا ہو اذان اوّل کے ہونے پر صحیح تر قول میں۔ اگرچہ یہ اذان حضور ﷺ کے عہد مبارک میں نہ تھی بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوئی۔ اور مسجد کے اندر یا اسکے دروازہ پر خرید و فروخت میں مشغول رہنا بڑا گناہ ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ اذن اوّل کون سی ہے؟ تو بعض نے کہا کہ اذان اوّل وہ ہے جو منبر کے سامنے خطبہ سے پہلے ہوتی ہے۔ اس لئے باعتبار مشروع ہونے کے پہلی وہی ہے۔ اور صحیح تر قول یہ ہے کہ اذان اوّل وہی ہے جو وقت میں اوّل ہو یعنی جو آذان زوال کے بعد منارہ پر ہوتی ہے۔ علماء احناف میں سے امام طحاوی اس کے قائل ہیں کہ وہ دوسری آذان ہے لیکن حنفیہ کا مختار قول پہلا قول ہی ہے اور اس پر اجماع سکوتی منعقد ہو چکا ہے۔

سید انور شاہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ مبارک میں جمعہ کی ایک ہی آذان تھی اور وہ غالباً مسجد سے باہر ہوتی تھی۔ پھر جب لوگ زیادہ ہو گئے تو انہیں جمعہ کے لئے بلانے اور کاروبار چھڑوانے کے لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک اور اذان کا اضافہ ہوا جو زوراء نامی بلند مقام پر ہوتی تھی اور دوسری آذان جو حقیقت میں پہلی آذان تھی وہ مسجد میں منتقل ہو گئی۔ اور امت نے ہر دور میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی تائید و تقلید

کی ہے۔ اور اجتماعی آذان مؤطاء امام مالک کی روایت کے مطابق حضرت عمر ﷜ کے عہد میں بھی موجود تھی اور وہ محض اعلام ہوتا تھا جو حضرت عثمان ﷜ کے زمانے میں بھی جاری رہا پھر انہوں نے اسے ایک بلند مقام زوراء (جو مدینہ کے بازار میں ایک گھر تھا جو دوسری عمارتوں کی نسبت ذرا ٹیڑھا تھا اس لئے اس کا نام زوراء (ٹیڑھا کج) پر آذان کی صورت میں منتقل کر دیا۔ (درمختار، شامی، مظاہر حق، فیض الباری)

ساعتِ اجابت : حضور ﷺ سے پوچھا گیا دعا قبول ہونے کی ساعت کا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کے لئے بیٹھنے سے لے کر اس وقت تک ہے کہ نماز کو پورا کرلے۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ساعت عصر کا وقت ہے اور اسی قول کی طرف مشائخ گئے ہیں۔

چنانچہ تاتا خانیہ میں صحیحین سے روایت ہے کہ جمعہ کے اندر ایک ساعت ہے جو مسلمان بندہ اس میں کھڑا ہوا نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے تو اس کو اللہ تعالیٰ وہ چیز عطا ہی کرتا ہے۔

اس ساعت میں اختلاف ہے کہ کون سی ہے؟ سب اقوال بیالیس ہیں جن میں سے دو قول زیادہ صحیح ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ساعت امام کے خطبہ کیلئے بیٹھنے کے وقت سے نماز کے پورا ہونے تک ہے۔ چنانچہ مسلم اور ابوداؤد نے حضرت موسیٰ اشعری ﷜ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ تو اس قول کے بموجب دعا اپنے دل میں مانگے اس لئے کہ خطبہ میں سکوت کا حکم ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ساعت مذکورہ جمعہ کے دن کی پچھلی ساعت ہے۔ اس کو امام مالک، امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ترمذی نے جابر بن عبداللہ ﷜ ابن جریر ﷜ اور ابو ہریرہ ﷜ سے روایت کیا ہے اور غالباً مشائخ کی مراد یہی ساعت ہے جس کو وقت عصر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (درمختار، شامی)

اقسامِ خطبات

خطبات کی دس قسمیں ہیں۔

جمعہ کا خطبہ ، عید الفطر کا خطبہ ،عید الاضحیٰ کا خطبہ ،تین خطبے حج کے،ختم قرآن کا خطبہ ، کسوف کا خطبہ ، نکاح کا خطبہ استسقاء کا خطبہ ۔

تین قسم کے خطبے جمعہ کا خطبہ ، نکاح کا خطبہ ،استسقاء کا خطبہ الحمد سے شروع ہوتے ہیں۔اور دو خطبے عیدین کے اور تین خطبے حج کے اللہ اکبر سے شروع ہوتے ہیں

(تنویر الابصار ، درمختار)

سنن خطبہ : دونوں خطبوں میں بارہ باتیں مسنون ہیں۔

1: خطیب کا باوضو ہونا۔ (2) خطبہ کھڑے ہوکر پڑھنا۔

3: خطبہ منبر پر پڑھنا اگر منبر نہ ہوتو لاٹھی وغیرہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہونا۔

4: خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دِل میں تعوّذ پڑھنا۔

5: دو خطبے پڑھنا۔(6) خطبہ پڑھنے کی حالت میں لوگوں کی طرف منہ کرنا۔

7: دونوں خطبے عربی زبان میں پڑھنا۔

8: خطبہ اتنی آواز میں پڑھنا کہ لوگ سن سکیں۔

9: خطبہ سننے والوں کو قبلہ رُخ بیٹھنا۔

10: دونوں خطبوں کے درمیان تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار بیٹھنا۔

11: پہلے خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء وحدت ،شہادت ، درود شریف ، وعظ و نصیحت ،اور آیاتِ قرآنی کا پڑھنا اور دوسرے خطبہ میں ان سب چیزوں کا اعادہ کرنا مگر وعظ ونصیحت کی بجائے مسلمانوں کے لئے دُعا کرنا۔

12: خطبہ کا نماز سے کم رکھنا۔ (درمختار،شامی،عالمگیری،مراقی الفلاح)

مستحبات خطبہ

خلفاءِ راشدین اور حضرت حمزہ و حضرت عباس ﷺ کا ذکر کرنا مستحب ہے۔ (درمختار)

مکروہات خطبہ : جب امام منبر پر آنے لگے اس وقت سے نماز جمعہ تک یہ باتیں دو روز دیک ہر شخص کے لئے ناجائز ہیں۔

1: خطبہ کی اذان کے الفاظ دوہرانا یعنی اذان کا جواب دینا۔ (درمختار، شامی)

2: خطبہ کی اذان کے بعد دعا مانگنا۔ (درمختار، بدائع الصنائع)

3: کھانا پینا۔ (4) چلنا پھرنا (5) باتیں کرنا۔

(6) نماز پڑھنا 7: سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا۔

8: تسبیحات قرآن مجید و درود شریف پڑھنا، خطیب کے بر وقت پڑھنے آیت ان اللہ ملآئکتہ یصلّون علی النبی یآ ایھا الذین امنوا صلو علیہ وسلموا تسلیماً کے بعد بلند آواز سے درود شریف نہ پڑھے۔ ہاں البتہ اگر کوئی دِل میں پڑھے تو حرج نہیں۔ (شامی)

9: دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا۔ ہاں البتہ اگر کوئی بغیر ہاتھ اٹھائے دل میں دعا مانگے تو درست ہے۔ (درمختار، شامی)

10: خطبہ کی دعاؤں پر امین کہنا۔ (درمختار، شامی، قدوری)

11: پہلا خطبہ سننے کے وقت دونوں ہاتھ باندھ لینا اور دوسرا خطبہ سننے کے وقت دونوں ہاتھ زانوؤں پر رکھ لینا۔ (اغلاط العوام)

دونوں خطبے قائم مقام دو رکعت کے تو نہیں مگر یہ خطبے جمعہ کی نماز سے ثواب میں نصف ہوتے ہیں۔ (درمختار، شامی)

﴿باب عیدین﴾

عیداس لئے نام رکھا گیا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے انعام بندوں پر عائد یعنی مکرّر ہوتے ہیں۔اوراس لئے کہ یہ روزا کثر خوشی کے ساتھ رجوع کرتا ہے۔لفظ عَود سے نکلا ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں یعنی لوٹ کر آنا۔اس لئے عید کے دن کو عید کہنا یااس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کھانے پینے سے رمضان شریف میں منع کر دیا تھا۔عید کے باعث اس کے انعام یعنی افطار نے بندوں پر رجوع کیا۔یااس لئے کہ غالباً اس دن میں خوشی کی عادت ہوا کرتی ہے۔اور مستعمل ہوتا ہے لفظ عید اس روز کے لئے جس میں خوشی ہو۔یااس لئے کہ یہ ہر سال بار بار لوٹ کر آتی ہے اس لئے اس کو عید کہا جاتا ہے۔ (ہدایہ، درمختار، شامی، کنزالدقائق، قدوری)

شرائط نماز عید : عید کی نماز کی بھی وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے وجوب وادا کی ہیں۔صرف دو باتوں کا فرق ہے ایک تو جمعہ میں خطبہ شرط ہے یعنی بغیر خطبہ کے جمعہ کی نماز صحیح نہیں برخلاف عیدین کے کہ ان میں خطبہ سنت ہے۔دوسرا جمعہ میں خطبہ نماز سے پہلے ہوتا ہے اور عیدین میں بعد از نماز ہوتا ہے۔

(کنز الدقائق ، درمختار ، عالمگیری)

سنن عید : (۱) صبح کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھنا۔

(۲) غسل کرنا۔ (۳) مسواک کرنا (۴) خوشبو لگانا

۵) نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہننا (۶) پیدل جانا۔(۷) خاص عیدگاہ کو جانا

۸) انگوٹھی پہننا جو ساڑھے چار ماشہ سے زیادہ وزن کی نہ ہواور وہ بھی چاندی کے سوا کسی اور دھات کی نہ ہو۔اور ایک ہی ہوایک سے زیادہ انگوٹھیاں پہننا مکروہ ہے۔

۹) راستہ کو بدلنا یعنی ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔

۱۰) راستہ میں تکبیرات پڑھنا، عیدالفطر کو آہستہ اور عیدالاضحیٰ کو پکار کر اور عیدگاہ میں جا کر ختم کرنا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک عیدالفطر کے دن عیدگاہ کو جاتے ہوئے تکبیریں نہ کہی جائیں اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک تکبیریں کہتے ہوئے عیدگاہ کو جائیں۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی فرماتے ہیں کہ بعض فقہاء کے نزدیک ائمہ کا یہ اختلاف تکبیروں کے جہراً، وسِرّاً کہنے میں ہے۔ مطلق تکبیریں کہنے کے سب قائل ہیں۔

(فتاویٰ عبدالحیٔ، فتح القدیر، درمختار)

۱۱) عیدالفطر کی نماز سے پہلے کچھ میٹھا کھا کر جانا اگر چھوہارے وغیرہ ہوں تو بعد وطاق کھائے برخلاف عیدالاضحیٰ کے کہ اس میں نماز سے پیشتر نہ کھانا مستحب ہے۔ خواہ قربانی کرے یا نہ کرے۔ اگر قربانی کرے تو عید پڑھنے کے بعد آ کر اپنی قربانی کا گوشت کھائے۔

۱۲: صدقہ فطر کا عید کی نماز سے پہلے دینا۔

۱۳: عید کی نماز سے پہلے اور بعد عیدگاہ میں نفل پڑھنا منع ہے۔ ہاں البتہ عید کی نماز کے بعد گھر آ کر نفل پڑھ سکتا ہے۔

(بحرالرائق، درمختار، شرح وقایہ، کنز الدقائق)

طریقہ نماز عید : عید کی نماز کی دو رکعت ہیں بغیر اذان و اقامت کے پہلے نیت کریں کہ دو رکعت عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ واجب ساتھ چھ تکبیروں کے منہ طرف کعبہ شریف کے۔ اور مقتدی اقتداء کی بھی نیت کریں۔ پھر تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ زیر ناف باندھ کر ثناء پڑھیں پھر رفع یدین کے ساتھ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ چھوڑیں۔ پھر دوسری بار مثل سابق کے رفع یدین کے ساتھ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ چھوڑیں اور تیسری مرتبہ اسی طرح تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ اور امام تعوذ، تسمیہ، سورۃ فاتحہ اور قرأت پڑھے اور مقتدی نہ پڑھیں۔ پھر تکبیر کہہ کر رکوع، قومہ، سجدہ،

جلسہ اور پھر سجدہ کر کے دوسری رکعت کو کھڑے ہو جائیں۔ پھر بعد پڑھنے اور سننے کے قرأت کے دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے تین تکبیریں زائد مثل سابق کے ادا کریں۔ اور چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کریں۔ یہ چوتھی تکبیر انتقالی رکوع کی اس نماز میں واجب ہے۔ پھر بعد رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ اور پھر سجدہ کے نماز کو پورا کریں۔

قیام کے اندر دونوں رکعتوں میں کل نو تکبیریں پڑھیں۔ پہلی رکعت میں تین تکبیرات، زوائد، ایک تکبیر تحریمہ، ایک تکبیر رکوع، کل پانچ تکبیریں ہیں۔ اور دوسری رکعت میں تین تکبیرات زوائد اور ایک تکبیر رکوع کی کل چار تکبیریں ہیں۔ ان دونوں کا مجموعہ کل نو تکبیریں ہیں۔ (کنز الدقائق، درمختار، عالمگیری)

احکام عیدین : عید کے روز مستحب ہے ظاہر کرنا خوشی کا اور زیادہ کرنا خیرات کا اور انگوٹھی پہننا اور مبارک باد دینا اس لفظ سے کہ "اللہ تعالیٰ ہم سے اور تم سے قبول کرے" کا انکار نہیں کیا جاتا یعنی اس طرح کی مبارک باد دینا جائز ہے۔ علامہ شامی نے کہا کہ مبارک باد دینے میں امام ابوحنیفہ سے کچھ ثابت نہیں۔ مگر صاحب حلیہ نے بہت سے آثارِ صحابہ صحیح سندوں کے ساتھ مبارک باد دینے میں روایت کئے ہیں۔ پھر بیان کیا کہ یہ امر جائز اور مستحب ہے اور محیط میں ہے کہ مصافحہ کرنا بعد نماز کے ہر حال میں مکروہ ہے کیونکہ صحابہ کرام نے اس کو نہیں کیا اور وہ طریق رافضیوں کا ہے۔

(درمختار، شامی)

امام نووی شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں کہ مصافحہ عند الملاقات ایک پسندیدہ سنت ہے مگر اس کے لئے اوقات کی تعین نہیں۔ صحابہ کرام ہر ملاقات کے وقت مصافحہ کیا کرتے تھے۔ اسی طرح مشہور محدث وفقیہ ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں نماز جمعہ اور عیدین کے بعد مصافحہ کی تخصیص کو بدعت قرار دیا ہے۔

(شرح مسلم امام نووی)

وقت نماز عید کا آفتاب کے ایک نیزہ اونچا ہونے سے زوال آفتاب تک ہے۔ اگر ایک نیزہ کی مقدار بلند ہونے سے پیشتر پڑھی جائے گی تو درست نہ ہوگی بلکہ نفل حرام ہوگی۔ اور زوال سے حد ساقط ہے یعنی زوال کا وقت نماز عید کا وقت نہیں۔ اور ایک نیزہ کی مقدار بارہ بالشت یعنی تین گز ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز جلدی پڑھیں اور عید الفطر میں تاخیر کریں۔ (درمختار، شامی، قدوری، عالمگیری)

اگر عیدین کی نماز کسی عذر کی وجہ سے اس دن نہ پڑھی مثلاً کثرت بارش یا ابر کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا اور دوسرے دن بعد زوال کے رویت کا علم ہوا یا جس وقت نماز پڑھی گئی تھی اس کے بعد معلوم ہوا کہ زوال کے بعد پڑھی گئی ہے یا امام نے بے وضو پڑھا دی ہے تو ان صورتوں میں عید الفطر کی نماز تو دوسرے دن قبل از زوال پڑھ لے۔ اس لئے کہ دوسرے دن کے بعد پھر عید الفطر کی نماز جائز نہیں۔ اور عید الاضحیٰ کی نماز تین دن یعنی بارھویں تاریخ تک وقت زوال تک بلا کراہت درست ہے اور بغیر عذر کراہت کے ساتھ۔ (بحر الرائق، درمختار، عالمگیری)

تکبیرات زوائد کے درمیان کچھ نہ پڑھے بقدر تین بار سبحان اللہ کہنے کے خاموش رہے اور ہاتھ چھوڑے رکھے۔ کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ جن تکبیروں کے بعد کچھ پڑھا جاتا ہے ان کے بعد تو ہاتھ باندھے جاتے ہیں۔ جیسے کہ اوّل تکبیر کے بعد ہاتھ باندھے گئے۔ اور جس تکبیر کے بعد کچھ نہیں پڑھا جاتا اس میں ہاتھ چھوڑا جاتا ہے۔

(درمختار، شامی)

اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پائے تو اس کو اگر تکبیرات زوائد کہنے کے بعد امام کے ساتھ رکوع میں ملنے کی امید ہے پھر تو تکبیریں قیام میں کہہ لے۔ ورنہ سوائے تکبیر تحریمہ کے تین تکبیرات زوائد رکوع میں جا کر کہے۔ اور اگر یہ شخص رکوع میں

پوری تکبیریں نہ کہنے پایا تھا کہ امام نے رکوع سے سر اٹھالیا تو یہ بھی امام کی متابعت کرے۔ باقی تکبیریں اس سے ساقط ہو جائیں گی۔ (عالمگیری)

اگر کسی نے امام کو تشہد میں پایا تو یہ اپنی دو رکعت عید کی مع چھ تکبیرات زوائد کے ادا کرے مثل امام کے اگرچہ یہ تشہد سجدہ سہو ہی کا ہو۔ (عالمگیری)

اگر امام نے پہلی رکعت میں سہواً تکبیرات زوائد سے پہلے قرأت شروع کر دی تو اگر اس نے سورۃ فاتحہ اور سورۃ دونوں پڑھ لیں تب تو دو رکعت کے آخر میں تکبیریں کہہ لے۔ اور اگر صرف سورۃ فاتحہ پڑھی ہے تو تکبیرات زوائد کہہ کر سورۃ فاتحہ اور سورۃ پڑھ لے۔ (کبیری)

اگر امام نے دوسری رکعت میں تکبیرات زوائد بھول کر رکوع کر دیا تو اب یہ تکبیریں رکوع میں کہہ لے۔ رکوع سے قیام کی طرف عود نہ کرے۔ (عالمگیری)

عیدالفطر کے خطبہ میں بعد تکبیر و تسبیح و تحمید و تہلیل اور درود شریف کے احکام صدقہ فطر کے بیان کئے جاتے ہیں۔ اور خطبہ عیدالاضحیٰ میں احکام قربانی اور تکبیرات تشریق کے بیان کئے جاتے ہیں۔ (درمختار)

دونوں عیدوں کے خطبوں میں امام خطبہ سے پہلے منبر پر نہ بیٹھے اور بیٹھے بغیر منبر پر کھڑا ہو اور قوم کی طرف منہ کر کے نو تکبیریں پیہم کہے اور پہلا خطبہ پڑھے۔ پہلے خطبہ کے بعد مقدار تین آیت کے جلسہ کر کے پھر کھڑا ہو اور دوسرا خطبہ شروع کرنے سے پہلے سات بار تکبیریں پیہم کہے اور دوسرا خطبہ پڑھے اور خطبہ ختم کر کے چودہ مرتبہ تکبیریں آہستہ کہے۔ اور پھر منبر سے اترے۔ یہ فعل مستحب ہے۔ (درمختار، عالمگیری)

جب خطبہ میں امام تکبیریں کہے تو قوم نہ پڑھے۔ (طحطاوی)

تکبیرات تشریق: ایام تشریق تین دن کا نام ہے۔ ماہِ ذی الحجہ کی گیارہ بارہ اور تیرہ تاریخ اور تکبیرات تشریق کے پانچ دن ہیں۔ عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کی صبح سے تیرھویں ذی الحجہ کی عصر تک۔

تکبیرات تشریق کے شروع کرنے میں صحابہ کرام کا اختلاف ہے۔ نوجوان صحابہ مثلاً عبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمر ﷺ کا قول ہے کہ بقرعید کے دن ظہر کی نماز کے بعد سے شروع کی جائے۔ امام شافعی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور بڑی عمر کے صحابہ مثلاً حضرت عمر، حضرت علی، اور عبداللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں کہ عرفہ کے دن فجر کی نماز کے بعد سے شروع کی جائیں اور یہی ہمارا مذہب ہے اور تکبیرات کے ختم ہونے میں بھی اختلاف ہے۔ عبداللہ بن مسعود ﷺ فرماتے ہیں۔ کہ بقرعید کے روز عصر کی نماز کے بعد ختم کردی جائیں اور یہ آٹھ نمازیں ہوتی ہیں۔ امام ابوحنیفہ اور امام احمد نے شروع کرنے میں اور ختم کرنے میں عبداللہ بن مسعود ﷺ کے قول کو لیا ہے۔ اور حضرت علی ﷺ کا قول یہ ہے کہ ایام تشریق کے آخری دن یعنی تیرھویں تاریخ کو عصر کی نماز کے بعد ختم کیا جائے۔ یہ تیئس نمازیں ہوتی ہیں۔ امام ابو یوسف اور امام محمد نے اسی کو لیا ہے۔ (فتح القدیر، قدوری)

واجب ہے تکبیر تشریق صحیح تر قول میں ایک بار بسبب اس کے مامور ہونے کے اور اگر زیادہ کہے ایک بار سے تو ثواب ہوگا۔ تکبیر کی صفت یوں کہنا ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد، اور یہ کلمات منقول ہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے فدیہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لائے اور ڈرے کہ کہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام جلدی کر کے بیٹے کو ذبح نہ کردیں تو یہ کہا کہ اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے

جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو فرمایا لا الـــہ الا اللہ اور جب اسماعیل علیہ السلام کو خبر ہوئی فدیہ آنے کی تو فرمایا اللہ اکبر وللہ الحمد۔ (طحطاوی، شامی)

اور واجب ہے تکبیر ہر فرض عین کے پیچھے کہ ادا کیا جائے جماعت مستحب سے بغیر ایسے فاصلہ کے جو مانع ہو بنا نماز کا یعنی اگر فاصلہ ہو جائے گا اس طرح سے کہ بعد نماز بول پڑا یا مسجد سے باہر چلا گیا یا کچھ کھالیا تو تکبیر ساقط ہو جائے گی۔ یا فرض قضا پڑھا جائے ایام تشریق میں ایام تشریق ہی کا اسی سال کا تب بھی تکبیر واجب ہے۔ بسبب قائم ہونے تکبیر کے وقت کے مثل قربانی کے کہ اگر اوّل روز نہ کرے تو دوسرے یا تیسرے روز کرے۔ کہ وقت اسی روز تک باقی ہے۔ اور جماعت مستحب کی قید سے عورتوں کی جماعت اور ننگوں کی جماعت نکل گئی کہ وہ مستحب نہیں ۔ اور غلاموں کی جماعت خارج نہیں صحیح تر قول میں تو اس کے بعد تکبیر واجب ہے۔ اس لئے کہ آزاد ہونا جماعت میں شرط نہیں۔ اور فرض عین کی قید سے فرض کفایہ کی جماعت یعنی جنازہ کی نماز نکل گئی کہ اس کے بعد تکبیر واجب نہیں۔ غرض کہ اس مسئلہ کی چار صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اوّل یہ کہ غیر ایام تشریق کی قضا ایام تشریق میں پڑھنا، دوم یہ کہ ایام تشریق کی قضا غیر ایام تشریق میں پڑھے۔ تیسرے یہ کہ ایک سال کے ایام تشریق کی قضا دوسرے سال کے ایام تشریق میں پڑھے۔ تو چوتھے یہ کہ اسی سال کے ایام تشریق کی قضا انہیں دنوں میں پڑھے۔ تو تکبیر صرف آخری صورت میں واجب ہوگی نہ کہ اور دونوں میں۔ (درمختار، شامی)

ابتداء تکبیر عرفہ کی فجر سے ہے اور آخر اس کا عید کی عصر تک حد کے شامل کرنے سے یعنی عصر میں بھی واجب ہے تو یہ آٹھ نمازیں ہوئیں۔ پانچ نمازیں عرفہ کے دن کی اور تین عید کے دن کی۔

اور واجب ہونا تکبیر کا امام پر ہے شہر میں مقیم ہو اور مقتدی مسافر پر یا گاؤں کے رہنے والے مقتدی پر یا مقتدی عورت پر ہے۔ تبعیت امام کے لیکن عورت آہستہ کہے یعنی اوروں کو پکار کر تکبیر کہنا واجب ہے اور ایک قول میں سنت ہے۔ اور اس مقیم پر کہ اقتداء کرے مسافر کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک۔ اور صاحبین نے وجوب تکبیر کو فرمایا ہے بجز دپڑھے ہر فرض کے مطلقاً اگرچہ تنہا ہو یا مسافر یا عورت۔ اس لئے کہ تکبیر تابع فرض کے ہے تو جن لوگوں پر نماز فرض ہے ان پر تکبیر واجب ہونی چاہیے۔ اور واجب ہے عرفہ سے پانچویں دن کی عصر تک یعنی تیرھویں ذی الحجہ ایام تشریق کی عصر تک، تو صاحبین کے نزدیک تیئس نمازیں ہوئیں جن کے بعد تکبیر واجب ہے۔ اور صاحبین کے قول پر عمل اور اعتماد ہے اور اسی پر فتویٰ ہے سب شہروں اور کل زمانوں میں اس وجہ سے کہ صاحبین کی دلیل قوی ہے۔ (تنویر الابصار، درمختار، شامی)

اور کچھ مضائقہ نہیں تکبیر کا بعد نماز عید کے اس لئے کہ مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں ضرور ہے ان کی پیروی کرنی اور اسی پر ہیں۔ علماء بلخ بھی اور کلمہ لاباس یعنی کچھ مضائقہ نہیں کبھی مستحب کے لئے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ بحرالرائق میں بیان کیا ہے تو یہاں بھی مستحب کی جگہ مستعمل ہوا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اتباع ضروری ہے اور مسبوق تکبیر کہے مثل لاحق کے وجوباً لیکن پیچھے ادا کرنے اس نماز کے جو اس سے رہ گئی ہے۔ (تنویر الابصار، درمختار، شامی، بحرالرائق، فتح القدیر)

☆☆☆

باب نماز کسوف وخسوف

کسوف وخسوف کا اطلاق آفتاب وماہتاب گرہن دونوں پر کیا جاتا ہے۔ صحیح تر یہ ہے کہ کسوف سورج گرہن کے لئے اور خسوف چاند گرہن کے لئے بولتے ہیں۔ تاہم بعض اوقات یہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا ہے۔ (کنز الدقائق، قدوری)

جب سورج گرہن لگے تو جمعہ کا امام لوگوں کو نفلی نماز کی طرح بغیر اذان و اقامت وخطبہ کے دو رکعت نماز پڑھائے، اوقات ممنوعہ میں نہ پڑھے۔ نماز کسوف باجماعت سب ائمہ کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ (فتح القدیر، درمختار، قدوری)

ہر رکعت میں ایک رکوع ہے دونوں رکعتوں میں طویل سورتیں پڑھے امام ابوحنیفہ کے نزدیک بخلاف ازیں امام مالک وامام شافعی وامام احمد کے نزدیک ان دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں دو قیام، دو رکوع اور دو سجدے ہیں۔ (درمختار، کنز الدقائق)

نماز کو طوالت ارکان سے ادا کرے اگر پھر بھی گہن موجود ہو تو نماز کے بعد امام اس وقت تک دعا مانگتا رہے جب تک گہن صاف نہ ہو جائے، نماز کسوف میں وہی امامت کے فرائض سرانجام دے جو جمعہ پڑھاتا ہو۔ اگر وہ امام موجود نہ ہو تو لوگ انفرادی طور پر الگ الگ نماز پڑھ لیں۔ (درمختار، کنز الدقائق، قدوری)

امام ابوحنیفہ کے نزدیک کسوف وخسوف کے وقت خطبہ مسنون نہیں بخلاف ازیں امام مالک وامام شافعی وامام احمد کے نزدیک دو خطبے مسنون ہیں۔ (درمختار، قدوری)

چاند گرہن یعنی خسوف کے وقت امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز باجماعت مسنون نہیں بلکہ لوگ الگ الگ نماز پڑھیں۔ امام شافعی وامام احمد کے نزدیک خسوف کے وقت بھی کسوف کی طرح نماز باجماعت مسنون ہے اس میں قرأت جہراً کی جائے
(درمختار، قدوری، کنز)

باب نمازِ استسقاء

امام ابوحنیفہ کے نزدیک استسقاء میں نماز باجماعت مسنون نہیں بلکہ دُعا کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی مانگی جائے۔ اگر لوگ الگ الگ نماز پڑھ لیں تو جائز ہے۔ بخلافِ ازیں صاحبین کا قول ہے کہ بغیر اذان واقامت کے امام دو رکعت نماز پڑھائے اور ان میں بلند آواز سے قرأت کرے۔ پھر خطبہ دے اور قبلہ رُو ہو کر دعا مانگے۔ ائمہ ثلاثہ کی بھی یہی رائے ہے۔ ان سب کے نزدیک امام جہراً دو رکعت پڑھائے اور خطبہ دے۔

امام مالک وامام شافعی وامام احمد کے نزدیک امام کھڑا ہو کر اپنی چادر پلٹے اس فعل کو قلب رداء (چادر پلٹنا) کہتے ہیں۔ امام ابویوسف وامام محمد کی رائے میں امام کے لئے قلب رداء مسنون ہے مقتدیوں کے لئے نہیں۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مقتدی بھی چادر پلٹیں۔ امام ابوحنیفہ قلب رداء کو سنت قرار نہیں دیتے۔ چادر پلٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی بالائی جانب نیچے آجائے اور نیچے والی اوپر آجائے اور اسی طرح دائیں جانب بائیں جانب اور بائیں جانب دائیں جانب آجائے۔ صلوٰۃ استسقاء پڑھنے کے طریقہ میں صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے۔ (شرح وقایہ، کنز الدقائق، درمختار، عالمگیری)

اہل ذمہ یعنی وہ غیر مسلم جو اسلامی ریاست میں سکونت پذیر ہوں نماز استسقاء کے لئے حاضر نہ ہوں۔ صرف مسلمان پاپیادہ، میلے کچیلے، پیوند دار کپڑے پہنے ہوئے اپنے گناہوں سے نادم سرنگوں ہوں۔ گناہوں سے سچی توبہ کریں اور نکلنے سے پہلے صدقہ بھی دیں۔ اور بوڑھے مردوں اور عورتوں کو اور بچوں کو اور مویشیوں کو ضرور ساتھ

لیں۔نماز استسقاء میں دعا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ کی ہتھیلی زمین کی طرف ہو اور پشت آسمان کی طرف ہو۔ (کنزالدقائق، درمختار، قدوری، عالمگیری)

نماز استسقاء تین دن سے زیادہ نہ پڑھی جائے اور اس وقت پڑھی جائے جب کنوؤں اور نہروں میں پانی نہ رہے۔اگر ہو بھی تو چار پاؤں کو پلانے اور کھیتوں کو سینچنے کے لئے کافی نہ ہو اور آسمان پر ہتھیلی کے برابر بھی بادل نہ ہو۔اگر ایسی صورت نہ ہو تو ہر محلہ اور ہر گھر میں لوگ جمع ہو کر گٹھلیوں یا کنکریوں پر استغفار پڑھیں۔

(کنزالدقائق، درمختار، شامی، عالمگیری)

امام نماز کے بعد کھڑا ہو کر تلوار یا عصا پر سہارا دے کر یہ خطبہ پڑھے۔

الحمد لله رب العالمين الرحمن الرحيم مالك يوم الدين لا اله الا الله يفعل و يريداللهم أنت الله لا اله الا أنت الغني و نحن الفقرآء انزل علينا الغيث مغيثامريا مريعانافعا غير ضآرٍ عاجلا غير اجل رآيث ممرع النبات اللهم اسق عبادك وبهائمك وانزل رحمتك واحي بلدك الميت ٥ (ركن دين)

باب نماز خوف

امام مزنی شافعی نے نماز خوف کو منسوخ کہا ہے اور امام ابو یوسف نے اسے حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص مانا ہے۔ اور امام احمد کا قول ہے کہ حضور ﷺ سے ثابت شدہ صورتوں میں جس طرح بھی چاہے پڑھ لے۔ اور امام مالک کے نزدیک نماز خوف کا حکم حالت سفر کے ساتھ مخصوص ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ اسے سفر و حضر دونوں حالتوں میں جائز کہا ہے۔ حالت خوف میں جب دشمن یا کسی درندے کا خوف ہو تو امام لوگوں کو دو حصّوں میں تقسیم کردے۔ ایک گروہ دشمن کے سامنے کھڑا رہے اور دوسرا امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ امام اس فریق کو ایک رکعت پڑھائے۔ جب دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو یہ گروہ دشمن کی طرف چل دے اور پہلا گروہ جو دشمن کے مقابلہ میں تھا آکر امام کے ساتھ نماز پڑھے۔ امام ان کو بھی ایک رکعت پڑھائے۔ دو سجدے کرے اور التحیات پڑھ کر سلام پھیر دے۔ مگر یہ گروہ سلام پھیرے بغیر دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے اور پہلے گروہ والے جو ایک رکعت باجماعت پڑھ چکے تھے آکر الگ الگ ایک رکعت پڑھ لیں۔ اس میں قرأت نہ پڑھیں کیونکہ وہ اب بھی مقتدی کے حکم میں ہیں۔ یہ لوگ شروع سے امام کے ساتھ تھے۔ یہ التحیات پڑھ کر سلام پھیر دیں اور دشمن کی طرف چلے جائیں۔ اب دوسرا گروہ آئے وہ بھی الگ الگ ایک رکعت پڑھ لیں۔ وہ قرأت پڑھیں کیونکہ وہ مسبوق کے حکم میں ہیں۔ وہ بھی التحیات پڑھ کر سلام پھیریں اور دشمن کی طرف چلے جائیں۔ اگر مسافر نہ ہوں بلکہ مقیم ہوں تو پہلے گروہ کو دو رکعت اور دوسرے کو بھی دو رکعت پڑھائے۔ اگر نماز مغرب ہے تو پہلے گروہ کو دو رکعت اور دوسرے گروہ کو ایک رکعت پڑھائے۔

حالت نماز میں لڑنا منع ہے اور شدید خوف کی صورت میں بحالت سواری الگ الگ نماز پڑھ لیں۔ اشارہ سے رکوع وسجود کریں اور قبلہ رخ ہونے پر قادر نہ ہوں تو جس طرح جا رہے ہوں اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیں۔

(درمختار، شامی، کنز الدقائق، شرح وقایہ، قدوری، عالمگیری)

﴿باب جنائز﴾

جنائز جنازہ کی جمع ہے اور جنازہ جیم کے زَبر سے مردہ کو کہتے ہیں اور جیم کے زِیر سے جِنازہ اس تختہ کو کہتے ہیں جس پر مردہ کولٹاتے ہیں۔ (عینی)

جب کوئی شخص قریب المرگ ہو تو اسے دائیں پہلو پر لٹا کر قبلہ رخ کریں اور اس کے پاس بیٹھ کر کلمہ شہادت پڑھا جائے مگر اسے پڑھنے کو نہ کہا جائے مبادا کہ وہ تکلیف کی بنا پر انکار کر کے مجرم ثابت ہو۔ جب فوت ہو جائے تو میت کے رخسار باندھ دیں اور آنکھیں بند کر دیں اور غسل دیں۔ (شرح وقایہ، درمختار، قدوری)

غسل میت : جب میت کو غسل دینے کا ارادہ کریں تو پہلے خود وضو کریں اور پھر تختہ کو دھوئیں اور قریبی شخص میت کو غسل دے۔ اگر قریبی نہ ہو تو جو شخص نہایت امانت دار ہو اور پرہیز گار ہو وہ غسل دے۔ (فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری)

میت کے غسل کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس تختہ کو جس پر غسل دینا منظور ہو میت کے رکھنے سے پہلے بعدد طاق تین یا پانچ یا سات بار لوبان وغیرہ کی خوشبو سے دھونی دیں۔ اس طرح کہ تختے کے گرد اس خوشبو کی چیز کو پھرائیں۔ پھر میت کو لٹا دیں۔ جس طرح ہیں۔ خواہ شمالاً جنوباً ہو جیسا کہ قبر میں رکھنے کا دستور ہے اس جگہ پردہ بھی کر لینا مستحب ہے۔ تاکہ سوائے غسل دینے والے کے اور اس کے مددگار کے اور کوئی نہ دیکھے۔ پھر ناف سے گھٹنے تک کسی کپڑے سے ڈھک کر پہلے اسے استنجا کرائیں۔

استنجا کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ غسل دینے والا اپنے دونوں ہاتھوں کو کپڑے سے لپیٹ کر نجاست کے مقام کو دھوئے۔ کپڑا اس واسطے لپیٹا جاتا ہے کہ جس طرح ستر کو دیکھنا حرام ہے اسی طرح بے حجاب چھونا بھی حرام ہے۔ مرد، مرد کی ران اور

عورت، عورت کی ران بھی بے حجاب نہ دیکھے، یہ بھی ستر غلیظ میں داخل ہیں۔اس کے بعد وضو کرائیں۔

میت کا وضو ہاتھوں سے شروع نہ ہوگا بلکہ منہ اور ناک سے ہوگا۔اس طرح کہ بجائے کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے غاسل ایک کپڑا اپنی انگلی پر لپیٹ کر میت کے منہ میں داخل کرے۔اور اس کے دانتوں اور لبوں اور مسوڑھوں اور تالو کو صاف کر لے اور اس کے نتھنوں میں بھی انگلی ڈال کر صاف کرے۔ پھر منہ پر پانی ڈال کر دھوئے اور پھر کہنیوں تک ہاتھ دھوئے۔ پھر سر کا مسح کرے پھر پاؤں دھوئے۔ یہ میت کا وضو ہوا اب غسل دے۔

غسل کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت کے سر اور داڑھی کے بالوں کو صابن یا گل خیرو یا ملتانی مٹی سے دھوئیں۔اگر بال نہ ہوں تو نہ دھویا جائے۔اور یہ پانی وہ ہو جس میں بیری کے پتے جوش دیئے گئے ہوں۔اگر بیری کے پتے نہ ملیں تو خالص صاف پانی سے ہی کافی ہے مگر نیم گرم پانی سے غسل دینا ہمارے ہاں افضل ہے۔ پھر بائیں کروٹ پر میت کو لٹائیں تاکہ پانی اوّل اس کے دائیں طرف پڑے۔ پھر نہلائیں یہاں تک کہ پانی اس کے بدن کے اس حصہ تک پہنچے جو تختہ سے ملا ہوا ہے۔ پھر داہنے کروٹ پر لٹا کر اسی طرح پانی ڈالا جائے۔ پھر میت کو سہارا سے بٹھایا جائے اور اس کے پیٹ کو نرمی سے سُونتیں۔اگر کچھ نجاست نکلے تو دھو ڈالیں مگر وضو اور غسل کا اعادہ نہ کریں۔ پھر اس کو بائیں کروٹ پر لٹا کر غسل دیں۔ یہ غسل تیسری مرتبہ کا ہے۔تاکہ عدد مسنون ہو جائے۔یعنی تین بار غسل ہو جائے۔ پہلی اور دوسری مرتبہ بیری کے پتوں سے اور تیسری مرتبہ کافور کے پانی سے۔اسی طرح یہ بھی مسنون ہے کہ ہر کروٹ پر تین تین بار پانی ڈالیں۔اور پھر کسی پاک کپڑے سے بدن کو خشک کریں۔اور بغیر کنگھی

کے اس کے سر اور داڑھی میں عطر ملیں کہ یہ بھی مستحب ہے۔ اور اس کے سجدہ کے مقامات یعنی پیشانی، ناک، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں پاؤں پر بھی عطر یا کافور ملا جائے۔ اور اس غسل کی ترکیب کو یاد رکھا جائے۔

(تنویر الابصار، درمختار، شامی، فتح القدیر، عالمگیری)

کفن میت: میت کے کفن کے لئے تین کپڑے مسنون ہیں۔ ایک تہہ بند کمر سے پاؤں تک۔ دوسرا کفنی گردن سے پاؤں تک۔ مرد کی کفنی کا گریبان مونڈھوں کی طرف ہوگا۔ اور عورت کی کفنی کا سینہ کی طرف۔ تیسرا چادر جسے پوٹ بھی کہتے ہیں سر سے پاؤں تک۔ ان تین کپڑوں میں مرد اور عورت برابر ہیں۔

عورت کے لئے پانچ کپڑے مسنون ہیں۔ ایک تہہ بند، دوسرا کفنی، تیسرا اوڑھنی، چوتھا سینہ بند، پانچواں چادر لپیٹنے کی۔ تہ بند چھاتیوں سے زانوؤں تک ہے اور اوڑھنی کی مقدار ڈیڑھ گز ہے۔

مرد کو کفن پہنانے کی ترکیب یہ ہے کہ سب سے پہلے کپڑوں کو معطر کر کے چادر بچھائی جائے اور پھر اس پر دوسری چادر بچھائی جائے۔ پھر قمیص یعنی کفنی جس کا گریبان کندھوں پر سے چاک ہو پہنا کر میت کو لٹا دیں۔ اور اس کی پیشانی ناک، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں پر کافور رکھیں۔ پھر تہ بند کا بایاں پلو لپیٹ کر دایاں پلو لپیٹ دیں۔ پھر پوت یعنی چادر بھی اسی طرح یعنی اوّل بائیں طرف اور پھر دائیں طرف لپیٹیں تا کہ دائیں جانب بائیں جانب کے اوپر رہے۔

عورت کو کفن پہنانے کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے وہی اوپر کی چادر بچھائیں اور پھر تہ بند کی چادر بچھائیں جیسا کہ مرد کے لئے بیان کیا گیا ہے۔ پھر کفنی جس کا گریبان سینہ کی طرف ہو پہنائیں۔ اور اس کے بالوں کی دو زلفیں کر کے سینہ پر کفنی

کے اوپر رکھیں اور اس کے اوپر اوڑھنی جو سر سے ہوتی ہوئی چہرہ پر مثل نقاب کے اوڑھا دیں اس طرح کہ پاؤں کے اوپر اور تہ بند کے نیچے اوڑھنی رہے۔ پھر تہ بند کی چادر اور پوت کی چادر لپیٹ دیں جس طرح کہ مرد کے واسطے بیان ہوا ہے۔ پھر سب کے اوپر چھاتیوں پر سینہ بند باندھیں رانوں تک۔ (درمختار، شامی، عالمگیری، مراقی الفلاح)

جنازہ کے اٹھانے میں دو چیزیں ہیں ایک اصل سنت دوسرے کمال سنت۔ اصل سنت یہ ہے کہ چاروں پایوں کو چار آدمی پکڑ کر دس دس قدم چلیں۔ اس اصل سنت کو تو سب آدمی ادا کر سکتے ہیں۔ کمال سنت یہ ہے کہ چارپائی اٹھانے والا میت کے سرہانے داہنے پایہ کو پکڑے اور اپنے داہنے کندھا پر رکھے پھر اس کی پائنتی کے داہنے پایہ کو اپنے داہنے کندھا پر رکھے پھر اسکے بائیں سرہانہ کو اپنے بائیں کندھا پر رکھے اور پھر بائیں پائنتی کو اپنے بائیں کندھے پر رکھے یہ کمال سنت ہے سب سے ادا نہ ہوگی۔

چارپائی کے پایہ کو کندھے پر رکھے یا ہاتھ پر مگر نصف کندھے پر اور نصف گردن کی جڑ پر رکھنا مکروہ ہے۔ اور جلد لے چلیں جنازہ کو بغیر تیز جھپٹنے کے، اور تیز جھپٹنے کے ساتھ چلنا مکروہ ہے بوجہ ایذاء میت کے اور ساتھ والوں کے۔ اس قدر جھپٹنا مسنون ہے کہ میت چارپائی پر ادھر ادھر حرکت نہ کرے۔ کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ جنازہ کو جلد لے جاؤ اگر صالح ہے تو جلد اس کو اچھی جگہ پہنچادو اور اگر بُرا ہے تو جلد اپنی گردن سے بُرائی کو دور کرو۔

اور مکروہ ہے پیچھے چلنے والے کا بیٹھنا جنازہ رکھنے سے پہلے اور کھڑا رہنا بعد جنازہ رکھنے کے۔ حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ حضور ﷺ اس وقت تک نہ بیٹھتے جب تک کہ جنازہ لحد میں نہ اتارا جاتا۔ ایک قبر پر آپ کھڑے تھے کہ ایک یہودی نے عرض کیا کہ ہم اپنے مُردوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ آپ بیٹھ گئے

اور صحابہ سے فرمایا کہ ان کے خلاف کرو۔ کذافی الطحاوی۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ کھڑا رہنا مکروہ تحریمی ہے۔

اور مکروہ تحریمی ہے نکلنا عورتوں کا جنازہ کے ساتھ اور زجر کی جائے نوحہ کرنے والی اور اسی طرح چیخنے والی اور جنازہ کے ساتھ چلنا نہ چھوڑا جائے نوحہ کرنے والی کے سبب سے۔ اور مکروہ ہے جنازہ کے ساتھ بلند کرنا آواز کا ذکر یا قرآن میں سے۔ اگر پڑھنا چاہیئے تو اپنے دل میں پڑھے۔ (تنویر الابصار، درمختار، شامی، ہدایہ، عالمگیری)

نماز جنازہ

جنازہ جیم کے زَبر سے مردہ کو کہتے ہیں اور جیم کے زِیر سے جِنازہ اس تختہ کو کہتے ہیں جس پر مردہ کو لٹاتے ہیں۔ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے بسبب اجماع کے تو کافر ہوگا اس کا انکار کرنے والا۔ (عینی، تنویر الابصار، درمختار)

شرائط نماز جنازہ: نماز جنازہ کی وہی شرائط ہیں جو اور نمازوں کی ہیں یعنی مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، نجاست حکمی اور حقیقی سے بدن اور کپڑے کا پاک ہونا، سَتر کا ڈھکنا، نیت کرنا، استقبالِ قبلہ، اس کے عِلاوہ جنازہ کی مخصوص شرائط یہ ہیں۔ میت کا سامنے موجود ہونا۔ میت کا زمین پر ہونا۔ اگر جنازہ غائب ہو یا سواری پر یا ہاتھوں پر ہو یا پیچھے ہو تو نماز جنازہ جائز نہ ہوگا۔ اور حضور ﷺ کا نجاشی اصحمہ رضی اللہ عنہ شاہ حبشہ اور معاویہ لیثی رضی اللہ عنہ کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھانا آپ ﷺ کے خصائص سے ہے اور دوسروں کے لئے ناجائز ہے۔ (درمختار، شامی، عالمگیری، مدارج)

ارکانِ نماز جنازہ: نماز جنازہ کے دو رکن ہیں۔ اوّل چار تکبیر جو قائم مقام چار رکعت کے ہیں۔ دوم کھڑا ہونا، بلا عذر بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں۔
(تنویر الابصار، درمختار)

واجبات نماز جنازہ : دُعا کرنا میت کے لئے واجب ہے۔ (درمختار)

سنن نماز جنازہ : ثناء، درود شریف اور دعا پڑھنا سنت ہے۔

(درمختار، شامی، بحر)

مفسدات نماز جنازہ: جو مفسدات اور نمازوں کے ہیں وہی نماز جنازہ کے بھی ہیں سوائے عورت کی برابری کے کہ اس میں عورت کی برابری مفسد نماز نہیں ہے۔

(درمختار، عالمگیری)

طریقہ نمازِ جنازہ :

امام میت کے سینہ کے برابر کھڑا ہو نیت کرے کہ میں نیت کرتا ہوں نماز جنازہ فرض کفایہ کی ساتھ چار تکبیروں کے ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے درود واسطے حضور ﷺ کے اور دعا واسطے اس حاضر میت کے منہ طرف کعبہ شریف کے اور مقتدی اقتداء کی بھی نیت کریں۔ پھر امام تکبیر تحریمہ اللہ اکبر بلند آواز سے کہے اور مقتدی آہستہ آواز سے اور کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور زیر ناف باندھ لیں پھر یہ ثنا پڑھیں۔ **سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک وجل ثنآء ک ولا الہ غیرک** ۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر بغیر رفع یدین کے نماز والا درود شریف پڑھیں۔ پھر تکبیر کہہ کر اگر بالغ مرد یا عورت ہو تو یہ دعا پڑھیں۔ **اللھم اغفرلنا لحینا و میتنا و شاھدنا وغآئبنا وصغیرنا وکبیرنا وذکرنا وانثانا اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان** ۔ پھر تکبیر کہہ کر یعنی اللہ اکبر کہہ کر سلام پھیر دیں۔ اگر نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھیں۔ **اللھم اجعلہ لنا فرطاً واجعلہ لنا اجراً وذخراً واجعلہ لنا شافعاً ومشفعاً** اگر نابالغ لڑکی ہو تو یہ دعا پڑھیں۔ **اللھم اجعلھا لنا فرطاً واجعلھا لنا اجراً وذخراً واجعلھا لنا شافعةً ومشفعةً** ۔

(شرح وقایہ، ھدایہ، درمختار، شامی، عالمگیری)

جن کو نہ غسل دیا جائے اور نہ نمازِ جنازہ پڑھی جائے۔

۱: خنّاق یعنی جو لوگوں کو گلا گھونٹ کر مارا کرتا ہو۔ (۲) راہ زن

(۳) مکابر جو رات کی تاریکی میں کسی جگہ کھڑا ہو جائے اور قریب سے گذرنے والے کا مال چھین لیتا ہو۔

۴: اہل عصبہ جو ازراہ عصبیت اپنی قوم کی حمایت واعانت ظلم پر کرے۔

۵: باغی جو امام کی اطاعت سے باہر ہو۔ ان سب کے لئے نہ غسل ہے اور نہ نماز جنازہ۔ لیکن علامہ شامی نے کہا کہ غسل دیا جائے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ البتہ نماز نہ پڑھنے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ مقابلہ میں اور اسی حالت میں مارے جائیں ورنہ غسل بھی دیا جائے اور نماز جنازہ بھی پڑھی جائے۔ ماں باپ میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو قتل کرنے والے کی بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے بوجہ ان کی اہانت کے۔ (تنویر الابصار، درمختار، شرح وقایہ، شامی، فتاویٰ قاضی خان)

احکامِ جنائز: جنازے کی نماز بادشاہ پڑھائے۔ اس کے بعد قاضی ہے اور پھر محلہ کا امام ہے اور میت کا ولی ہے۔ اور ولی کو اختیار ہے کہ وہ کسی اور کو اجازت دے دے۔ اگر سلطان یا ولی کے سوا کسی اور نماز جنازہ پڑھائی تو ولی جنازہ کا اعادہ کر سکتا ہے۔ جب تک کہ میت کا بدن نہ پھٹا ہو۔ اگر ولی نے خود نمازِ جنازہ پڑھائی ہو تو دوسرا کوئی شخص دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھا سکتا۔ کیونکہ جنازہ کی نماز ایک دفعہ ہی پڑھنا مشروع ہے۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

مسجدوں میں جہاں نماز باجماعت پڑھی جاتی ہے ان میں نمازِ جنازہ پڑھنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ میت اور لوگ مسجد میں ہوں یا میت مسجد کے باہر ہوں اور لوگ اندر ہوں یا امام کچھ لوگوں کے ساتھ سے باہر ہوں اور باقی لوگ مسجد میں ہوں یا میت مسجد میں ہو اور باقی لوگ باہر ہوں۔ ان سب صورتوں میں نماز جنازہ مکروہ ہے۔ مگر بعذر بارش مکروہ

نہیں اسی طرح شارع عام اور دوسرے کی زمین پر بھی بغیر اس کی اجازت کے مکروہ ہے۔اور امام شافعی کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

بغیر نماز جنازہ پڑھے گھر آنا نہ چاہیے اور بعد نماز جنازہ بغیر اجازت ولی کے نہ لوٹے اور بعد دفن کے بغیر اجازت بھی لوٹ آنا جائز ہے۔ (درمختار، عالمگیری)

میت کے بال اور ناخن بڑھے ہوئے نہ کاٹے جائیں۔ٹوٹا ہوا ناخن بھی میت کے کفن میں رکھ دیں اور بالوں اور داڑھی میں کنگھی بھی نہ کریں۔ (درمختار، شامی، عینی، کنز الدقائق)

جنازہ کے ہمراہ کوئی دعا یا ذکر یا قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر پڑھنا چاہے تو اپنے دل میں پڑھے۔ (درمختار، شامی، فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری)

کچھ مضائقہ نہیں قبروں کی زیارت کا اگرچہ عورتیں زیارت کریں بسبب اس حدیث کے کہ ''میں نے تم کو منع کیا تھا قبروں کی زیارت سے اب آگاہ رہو کہ ان کی زیارت کیا کرو'' اور بعض نے کہا کہ ان عورتوں کو قبروں کی زیارت کرنا حرام ہے جو اس وجہ سے جائیں کہ غم تازہ ہو جائے اور وہ رونا پیٹنا معمول کے موافق قبروں پر کریں۔ یعنی جو نامشروع عمل قبروں پر کریں اور اس وجہ سے جائیں کہ عبرت حاصل کریں یا تبرک جان کر صلحاء کی قبروں پر جائیں تو اس صورت میں اگر عورتیں بوڑھی ہوں تو مضائقہ نہیں اور اگر جوان ہوں تو ان کا جانا مکروہ ہے۔اور مردوں کے حق میں زیارت قبور مستحب ہے۔ (درمختار، شامی)

کچھ مضائقہ نہیں سوگ کے واسطے تین دن بیٹھنے کا مسجد کے سوا دوسرے مکان میں اور اوّل روز یعنی جس روز مردہ دفن ہوا اس روز ماتم پرسی کے لئے جانا درست ہے۔اور مکروہ ہے تعزیت تین دن کے بعد مگر غائب کے لئے مکروہ نہیں یعنی اگر کسی نے تین دن کے بعد خبر سنی اور اس وقت پسماندگان کے تعزیت کو آیا تو مکروہ نہیں۔اسی

طرح اگر میت کا رشتہ دار موت کے وقت موجود نہ ہو اور بعد مدت کے آئے تب بھی اس کے پاس تعزیت کے لئے جانا مکروہ نہیں ہے۔ (درمختار، شامی)

مکروہ ہے تعزیت دوبارہ یعنی ایک بار تعزیت کر لی تو دوسری بار نہ جائے اور مکروہ ہے تعزیت قبر کے پاس یعنی قبر کے پاس میت کے لئے دعا کا وقت ہے نہ کہ تعزیت کا اور مکروہ ہے تعزیت گھر کے دروازہ پر اور مسجد میں۔ (درمختار، شامی)

مردہ کی پیشانی یا کفن پر عہد نامہ لکھا گیا تو توقع ہے کہ میت کو اللہ تعالیٰ بخش دے۔ عہد نامہ کو بعض فقہا نے بقصد تبرک جائز لکھا ہے۔ مگر ابن صلاح نے فتویٰ دیا ہے کہ قرآن مجید اور اسماء معظمہ میں سے کچھ نہ لکھا جائے۔ کیونکہ کفن وغیرہ پر ان کلمات محترمہ کو لکھنا جان بوجھ کر مُردہ کی نجاستوں میں ان کو آلودہ کرنا ہے۔ اور فتح القدیر میں ہے کہ قرآن مجید اور اسماء الٰہی کا لکھنا روپیوں اور دیواروں پر مکروہ ہے۔ اس لئے کہ خوف ان کے پاؤں تلے آنے اور اہانت کا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بدن اور کفن پر لکھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا۔ اور بعض فقہاء نے صرف انگشت شہادت سے بغیر سیاہی و قلم کے پیشانی پر بسم اللہ شریف اور چھاتی پر کلمہ طیبہ نہلانے کے بعد کفن دینے سے پہلے لکھنا تجویز کرتے ہیں۔ کیونکہ سیاہی سے لکھنا مکروہ ہے۔ (درمختار، شامی)

بیوی کے مرنے کے بعد خاوند کا کوئی تعلق اس سے نہیں رہتا برخلاف عورت کے کہ اس کا تعلق ایام عدت تک رہتا ہے۔ بشرطیکہ عورت سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو کہ اگر خاوند زندہ ہوتا تو اس کے نکاح میں نہ رہتی۔ اس واسطے خاوند اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا برخلاف عورت کے کہ وہ اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔

(درمختار، شامی، عالمگیری)

میت کو لوہے یا لکڑی کے صندوق میں رکھنا بلا ضرورت مکروہ ہے۔ اگر ضرورت ہو تو اس میں بھی میت کے نیچے مٹی بچھائیں اور گرداگرد کچی اینٹیں لگادیں اور صندوق کی چھت پر بھی مٹی لیپ دیں تا کہ لحد کی صورت ہو جائے۔ پکی اینٹیں لحد میں اس صورت سے لگانا کہ مردہ سے ملی ہوئی ہوں مکروہ ہے۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

میت کو قبر میں اتارتے وقت بسم اللہ و باللہ علی ملۃ رسول اللہ ﷺ پڑھے

(تنویر الابصار، درمختار)

میت کو قبلہ کی جانب سے قبر میں رکھا جائے اور قبلہ رخ لٹایا جائے اور کفن کی گرہ کھول دی جائے اور لحد پر کچی اینٹیں چنی جائیں۔ پکی اینٹ اور لکڑی مکروہ ہے۔ ہاں البتہ اگر زمین بہت نرم ہو اور قبر کے بیٹھ جانے کا خوف ہو تو پختہ کرنا اور لکڑی کے تختے رکھنا جائز ہے۔ پھر مٹی ڈالیں اور مٹی سر کی طرف سے ڈالی جائے اور دونوں ہاتھوں میں مٹی لے کر پہلی دفعہ منھا خلقنکم کہے اور مٹی ڈال دے دوسری دفعہ مٹی ہاتھوں میں لے کر وفیھا نعیدکم پڑھے اور مٹی ڈال دے۔ تیسری مرتبہ مٹی ہاتھوں میں لے کر ومنھا نخرجکم تارۃً اخریٰ کہے اور مٹی ڈال دے۔ پھر خواہ پھاوڑوں سے مٹی ڈالے یا ہاتھوں سے اور جتنی مٹی قبر سے نکلے اس سے زیادہ نہ ڈالے اور اسے کوہان کی شکل میں ڈھالیں اور قبر ایک بالشت سے اونچی نہ ہو۔

(تنویر الابصار، درمختار، شامی، عالمگیری)

قبر پر کوئی سبزی وغیرہ لگانا یا رکھنا بہتر ہے۔ اس کی تسبیح کی برکت سے میت کو نفع پہنچتا ہے۔ اگر اس کے قریب کوئی درخت وغیرہ اگ آئے تو اسے کاٹنا مکروہ ہے۔ البتہ خشک لکڑی کاٹ سکتا ہے۔ (بحر الرائق، درمختار، شامی)

بعد دفن کر چکنے میت کے قبر پر کوئی عمارت مثل گنبد یا قبہ یا جنگلہ وغیرہ کے زینت کی غرض سے بنانا حرام ہے اور مضبوطی کی غرض سے مکروہ ہے۔ (شامی)

قبر کا ایک بالشت سے اونچا ہونا مکروہ تحریمی ہے اور قبر پر گچ کرنا اور مٹی لگانا مکروہ ہے۔ میت کی قبر پر بطور یادداشت کے کچھ لکھنا جب کہ ضرورت ہو تو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے۔ (درمختار، شامی)

میت کو گھر میں دفن کرنا جائز نہیں خواہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ بلکہ جو بھی ہو اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیئے اس لئے کہ گھر میں دفن کرنا انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص ہے۔ اسی طرح میت کو ایسی جگہ دفن کرنا جو مسلمانوں کے قبرستان کے سوا خاص اسی کے لئے بنائی گئی ہو ناجائز ہے۔ (درمختار، شامی)

جب میت کو دفن کیا جائے تو اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے جتنے وقت میں اونٹ ذبح کر کے تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پس اس وقت میں دعا خیر کریں یا قرآن مجید پڑھیں یا تسبیح وتہلیل وتحمید پڑھیں۔ (عالمگیری)

قبرستان میں جوتیاں پہن کر جانا مکروہ نہیں مگر اتار کر جانا افضل ہے۔ (عالمگیری)

یہ جو رسم ہے کہ میت کے گھر والے دفن کرنے کے بعد گھر آ کر لوگوں کے لئے کھانا پکاتے ہیں پھر تیسرے اور ساتویں دن پکا کر کھلاتے ہیں اور چالیسویں دن پھر عام مہمانی کرتے ہیں یہ تمام رسم ورواج اور دکھلاوے کے لئے ہوتا ہے یہ مکروہ ہے اور اس میں میت کے لئے کچھ ثواب نہیں ہے۔ (فتح القدیر، شامی)

باب شہید

شہید کو یہ نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کے جنتی ہونے کی شہادت دی گئی ہے یا اس لئے کہ رحمت کے فرشتے اس پر حاضر ہوتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شہید شاہد کے معنی میں ہو یعنی شہید بارگاہ ربانی میں زندہ اور حاضر ہوتا ہے۔

(عمدۃ الرعایہ ، درمختار)

شہید دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) شہید کامل (۲) شہید ناقص

شہید کامل وہ ہے۔ جو بحالت بلوغ و عقل و طہارت و اسلام فعل دشمن یا کافر یا راہ زن وغیرہ سے براہ ظلم بصورت مقابلہ یا غیر مقابلہ آلہ جارحہ سے قتل کیا جائے۔ یا کسی طرح ان کی طرف سے مارا جائے خواہ اس پر دیوار گرائی جائے یا ڈبو دیا جائے۔

(درمختار ، شامی ، شرح وقایہ ، قدوری ، عالمگیری)

شہید کو کفن پہنایا جائے اور اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ اس کو غسل نہ دیں۔ اگر جُنبی آدمی شہید ہو جائے تو اسے غسل دیا جائے۔ امام شافعی کے نزدیک نماز جنازہ نہ پڑھایا جائے کیونکہ وہ مرحوم و مغفور ہوتے ہیں۔ بچہ اگر شہید ہو تو اسے امام ابو حنیفہ کے نزدیک غسل دیا جائے کیونکہ وہ عدم بلوغت کی بنا پر شرعی شہید نہیں قرار دیا جا سکتا۔ صاحبین کے نزدیک جُنبی اور بچہ کو شہید ہونے کی صورت میں غسل نہ دیا جائے۔

(کنز الدقائق ، عالمگیری)

شہید کے کپڑے نہ اتارے جائیں نہ شہید کا خون دھویا جائے البتہ فالتو کپڑے مثلاً روئی بھرا کپڑا، پوستین، موزے اور جنگی ہتھیار اتار دیئے جائیں۔

(کنز الدقائق ، درمختار ، عالمگیری)

شہید اگر زخمی ہونے کے بعد کچھ دیر زندہ رہے اور اس عرصہ میں وہ کچھ کھا پی لے یا علاج کرے یا ہوش و حواس بجا ہونے کی حالت میں اس پر ایک نماز کا وقت گذر

جائے تو ایسے شہید کے لئے شرعی حکم ہے کہ اسے غسل دیا جائے۔

(تنویر الابصار ، درمختار ، کنزالدقائق)

جس شخص کو شرعی حد یا قصاص میں قتل کیا جائے تو اسے غسل دیا جائے اور اس کا جنازہ پڑھا جائے کیونکہ شہید کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی۔ جس طرح دوسرے فوت شدگان کو غسل دیا جاتا ہے اسی طرح انہیں بھی غسل دیا جائے اور نماز جنازہ پڑھا جائے۔

(درمختار ، کنزالدقائق ، قدوری)

باغیوں اور راہ زانوں میں سے جو قتل کر دیا جائے بحالت مقابلہ تو اس کو نہ غسل دیا جائے نہ نماز جنازہ پڑھی جائے۔ (کنزالدقائق، قدوری)

شہید ناقص وہ ہے جس کی موت کا سبب علاوہ اس اسباب کے جو بیان ہوئے ہیں دوسرے سبب ہوں۔ اور حکم اس شہید کا یہ ہے کہ غسل وکفن دیا جائے اور نماز پڑھائی جائے اور آخرت میں مثل شہید کامل کا ثواب پائے گا۔ شہید ناقص درج ذیل ہیں۔

۱: وہ جو لڑائی میں دشمن کا قصد کرتا تھا اور خطاً اپنے کو ہی مار کر مر گیا۔

۲: پانی میں ڈوب کر مرنے والا۔ (۳) مکان وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے والا۔

۴: جل کر مرنے والا۔ (۵) سفر میں مرنے والا

۶: دستوں سے یا استسقاء سے مرنے والا۔ (۷) وبا، طاعون یا ہیضہ سے مرنے والا

۸: پسلی کے درد (نمونیہ) سے مرنے والا۔

۹: سِل ورق کی بیماری سے مرنے والا (۱۰) مرگی سے مرنے والا۔

(۱۱) بخار سے مرنے والا۔ (۱۲) اپنے مال کی حفاظت سے مرنے والا۔

۱۳: جان بچانے کے اندر مرنے والا (۱۴) ظلم ظالم سے مرنے والا۔

۱۵: عشق بشرط پارسائی یا پوشیدگی میں مرنے والا۔

۱۶: پانی پینے کے پھندے سے مرنے والا۔

۱۷: علم شرعی کی طلب میں مرنے والا۔ (۱۸) بہ طلب ثواب اذان دینے والا۔

۱۹: سانپ بچھو وغیرہ کے کاٹنے سے مرنے والا۔(۲۰) سوداگر سچ بولنے والا

۲۱: جہاز میں متلی اور قے سے مرنے والا

۲۲: اپنی بیوی اور اولاد کو حلال کمائی کھلانے والا اور اللہ تعالیٰ کا حکم ان پر جاری کرنے والا۔ (۲۳) زہر سے مرنے والا

۲۴: جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن مرنے والا (۲۵) رات کو باطہارت سونے والا

۲۶: زندگی میں لوگوں کی خاطر مدارت اور تواضع کرنے والا

۲۷: سواری سے گر کر مرنے والا (۲۸) سچے دل سے شہادت کی دعا مانگنے والا۔

۲۹: ہر روز پچیس بار یہ دعا پڑھنے والا۔

اللھم بارک لی فی الموت وبعد الموت

۳۰: چالیس مرتبہ مرض الموت میں۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین پڑھنے والا

۳۱: ہر رات سورۃ یٰسین پڑھنے والا۔(۳۲) ہر روز سو بار درود شریف پڑھنے والا۔

۳۳: ہر صبح کو تین پر اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم اور سورۃ حشر کی آخری تین آیات پڑھنے والا۔

۳۴: حاجت کے وقت مسلمانوں کے ایک شہر سے دوسرے شہر میں غلہ پہنچانے والا

۳۵: امت کے فساد کی حالت میں سنت نبوی پر قائم رہنے والا۔

۳۶: وہ شخص جو بادشاہ کے خوف سے چھپتا پھرتا ہو اور مر جائے یا ظالم بادشاہ نے قید کر دیا ہو اور بحالت قید مر جائے یا بادشاہ نے ظلماً پٹوایا اور مر گیا۔

۳۷: عورت جننے کے وقت نفاس کی مدت کے اندر مرنے والی۔

۳۸: عورت عزت پر صبر کرنے والی۔

یہ سب شہید آخرت ہیں۔ (درمختار، شامی)

باب کعبہ کے اندر نماز پڑھنا

کعبہ کے لفظی معنی بلندی کے ہیں۔ پاؤں کے ٹخنہ کو کعب کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ اُبھرا ہوا ہوتا ہے۔ بیت اللہ کو کعبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ بلند جگہ پر واقع ہے۔

اندرون کعبہ فرض ونفل نماز جائز ہے۔ (کنزالدقائق، درمختار، قدوری)

اگر امام اندرون کعبہ جماعت کرائے اور کسی مقتدی کی پشت امام کی پشت کی طرف ہو تو یہ جائز ہے اگر کسی کا چہرہ امام کے چہرہ کی طرف ہو تو یہ بھی جائز ہے مگر مکروہ ہے اور جس کی پشت امام کے چہرہ کی طرف ہو تو اس کی نماز جائز نہیں۔ پہلی دونوں صورتیں جائز ہیں۔ کیونکہ نماز کے لئے استقبال قبلہ شرط ہے۔ اور وہ شرط یہاں پائی جاتی ہے۔ لیکن تیسری صورت اس لئے کہ اس میں مقتدی آگے ہوتا ہے اور امام پیچھے اور یہ صورت ناجائز ہے۔

جب امام مسجد حرام میں بیرون کعبہ نماز پڑھائے تو لوگ کعبہ کے اردگرد حلقہ باندھ لیں اور امام کی اقتداء کریں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جو شخص امام کی نسبت کعبہ سے قریب تر ہو بشرطیکہ وہ امام کی جانب نہ ہو تو اس کی نماز جائز ہے۔ اور اگر امام کی جانب کھڑا ہو تو یہ درست نہیں کیونکہ اس طرح مقتدی کا امام کے آگے بڑھنا لازم آتا ہے جو درست نہیں۔

جو شخص کعبہ کی چھت پر نماز پڑھتا ہے تو نماز ادا ہو جاتی ہے اگرچہ یہ فعل کعبہ کی تعظیم کے خلاف ہونے کی بنا پر مکروہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک نماز نہیں ہوتی کیونکہ قبلہ ان کے نزدیک کعبہ کی مخصوص عمارت ہے اور چھت پر نماز پڑھنے کی صورت میں رخ کعبہ کی طرف نہ ہوگا۔ بخلاف ازیں حنفیہ کے نزدیک کعبہ کی چھت سے لے کر آسمان تک قبلہ میں داخل ہے۔ لہٰذا چھت پر پڑھنے والا بھی گویا قبلہ رُو ہوگا۔

(درمختار، شامی، کنز الدقائق، شرح وقایہ، قدوری، عالمگیری)

﴿ کتاب الزکوٰۃ ﴾

لُغت میں زکوٰۃ کے معنی بڑھنے کے ہیں اور شریعت میں محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے بغیر کسی عوض کے مسلمان فقیر کو مال کا مالک کر دینے کو زکوٰۃ کہتے ہیں۔

﴿ باب احکامِ زکوٰۃ ﴾

زکوٰۃ لغت میں پاک ہونے اور بڑھنے کو کہتے ہیں اور شرعاً مالک کرنا فقیر کو اس حصہ مال کا جس کو شارع نے متعین کیا ہے۔ تملیک (مالک کر دینا) کی قید سے اباحت یعنی چیز کا مباح کر دینا نکل گیا۔ تو اگر کسی یتیم کو بہ نیت ادائے زکوٰۃ کوئی شخص کھانا کھلا دے تو کافی نہ ہوگا۔ بسبب نہ ہونے تملیک کے۔ مگر جب کہ کھانے کی چیز یتیم کو دے ڈالی تو کافی ہوگا۔ جیسے کافی ہے ادائے زکوٰۃ کے لئے اگر کپڑا پہنا دے یتیم کو بشرطیکہ وہ قبض کو سمجھتا ہو یعنی چیز کو پھینک نہ دیتا ہو۔ لیکن جس صورت میں اس شخص پر یتیموں کے نفقہ کا حکم ہو گیا تو اب ان کو کپڑا پہنانا ادائے زکوٰۃ میں کافی نہ ہوگا۔ بخلاف امام ابو یوسف کے کہ ان کے نزدیک اباحت سے بھی ادائے زکوٰۃ درست ہے

اور فرق اباحت اور تملیک میں یہ ہے کہ اباحت سے چیز کا کام میں لانا مباح ہو جاتا ہے یہ نہیں کہ اس میں جو تصرف وہ چاہے کر سکے اور تملیک سے سب طرح کے تصرف کا اختیار ہوتا ہے مثلاً کھانا اگر یتیم کو مباح کیا تو اس کو اختیار اس کے کھا لینے کا ہے نہ کہ اور تصرف کا۔ اور اگر مالک کیا تو چاہے خود کھائے چاہے دوسروں کو دے ڈالے یا بیچ ڈالے۔ (درمختار، شرح وقایہ، ھدایہ، عالمگیری)

زکوٰۃ میں مالک کرنا اس طرح کہ منفعت مالک کرنے والے کی ہر وجہ سے منقطع ہو جائے۔ اس سے یہ نکلا کہ زکوٰۃ دینے والا اپنی اصل یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی اور فرع یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی کو نہ دے کیونکہ ان کو دینے میں من وجہ اس کی منفعت باقی ہے۔ (درمختار، شامی)

زکوٰۃ فرض ہے اس کا منکر کافر ہے اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق ہے اور ادا میں تاخیر کرنے والا گنہگار اور مردود الشہادت ہے۔ (عالمگیری)

زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرط عاقل ہونا، اور بالغ ہونا اور مسلمان ہونا اور آزاد ہونا اور فرض ہونے کا جاننا ہے اگرچہ فرض ہونے کا علم حکم کی رُو سے ہو جیسے مالدار کا دارالاسلام میں ہونا کہ یہاں بے علمی عذر نہیں ہوسکتی۔ ہاں اگر کافر مالدار دارالحرب میں مسلمان ہوا اور چند سال وہاں رہا ہو اور اس کو حال معلوم نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ (ہدایہ، درمختا، شامی)

اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کا سبب پوری ملکیت نصابِ حولی کی ہے۔ حولی نسبت ہے حول کی طرف بمعنی سال۔ یعنی اس پر سال گذر گیا اور سال سے مراد بارہ مہینے ہیں نہ کہ سال شمسی۔ (تنویر الابصار، درمختار، شامی، ہدایہ)

اور فرض ہونا زکوٰۃ کا عمری ہے یعنی عمر بھر میں کبھی ادا کرے گا تو گنہگار نہ ہوگا اور ایک قول یہ ہے کہ اس کا فرض ہونا فوری ہے یعنی اسی وقت ادا کرنا واجب ہے اور اسی قول پر فتویٰ ہے۔ شرح وہبانیہ میں ہے کہ گنہگار ہوگا ادائے زکوٰۃ میں بغیر عذر تاخیر کرنے سے اور اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی یعنی بسبب فاسق ہو جانے سے اس لئے

کہ زکوٰۃ کو فقیر پر صرف کرنے کے امر کے ساتھ علی الفور ہونے کا قرینہ موجود ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ امر فقیر کے دینے کا اس کی حاجت کے دور کرنے کا ہے اور اس کی یہ حاجت سردست موجود ہے۔ (فتح القدیر، شامی، درمختار)

امام کرخی فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کی ادائیگی فوری طور پر واجب ہوگی۔ لہٰذا سال گذرتے ہی فوراً ادا کر دی جائے۔ امام ابوبکر الجصاص رازی فرماتے ہیں کہ واجب علی الراخی ہے یعنی زکوٰۃ سال گذرنے کے بعد دیر سے بھی ادا کی جاسکتی ہے کیونکہ تمام عمر ادا کا وقت ہے۔ اسی وجہ سے ادائیگی میں کوتاہی اور تاخیر کی بنا پر اگر نصاب ضائع ہو جائے تو زکوٰۃ اس کے ذمہ نہیں رہتی۔ مثلاً ایک شخص کے مال پر ماہ رمضان میں سال پورا ہو جاتا ہے اور یکم رمضان سے زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے مگر اس نے فوری طور پر زکوٰۃ ادا نہ کی۔ حتیٰ کہ ذی الحجہ میں تمام مال جاتا رہا تو اب اس سے گذشتہ سال کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ اگر فوری طور پر واجب ہوتی تو ساقط نہ ہوتی۔ امام مالک، امام شافعی امام احمد مذکورہ صورت میں وجوب زکوٰۃ کے قائل ہیں۔ اگر کوئی شخص عمداً نصاب ضائع کر دے تو سب کے نزدیک اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (ہدایہ)

بچے اور دیوانے پر زکوٰۃ واجب نہیں، امام شافعی فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ ایک مالی تاوان ہے۔ لہٰذا اسے دوسرے مالی احکام مثلاً بیویوں کے خرچ، عشر، خراج وغیرہ پر قیاس کیا جائے گا۔ یعنی اگر کسی بچے یا مجنون کا نکاح کر دیا جائے تو بیوی کے اخراجات ان کے مال سے ادا کئے جائیں گے۔ اور اسی طرح اگر بچے یا مجنون کی ملکیت میں عشری (بارانی زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ اور چاہی یا نہری زمین کی پیداوار کا

بیسواں حصہ) یا خراجی (کفار کی اراضی سے حاصل شدہ پیداوار پر جو وصول کیا جائے) زمین ہو تو اس کی پیداوار سے عشر یا خراج بھی ادا کیا جائے گا۔ لہٰذا زکوٰۃ کا بھی یہی حکم ہے۔ یہ بھی ایک مالی معاملہ ہے۔ احناف فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور عبادت کی صحت کا دارومدار اختیار و رضا پر ہے جس سے ابتلا و آزمائش کا تحقق ہوتا ہے۔ مگر بچے اور مجنون میں اختیار ہی کہاں؟ کیونکہ وہ تو عقل سے عاری ہیں یعنی عبادت کا انحصار انسان کے اختیار و رضا پر ہے۔ مگر بچہ اور مجنون فقدان عقل کی بنا پر احکام شرع کے مکلف ہی نہیں۔ اس لئے ان پر عبادت کی فرضیت ہی ثابت نہیں ہوتی۔ آپ بھی جانتے ہیں کہ اگر کسی سے جبراً نماز پڑھوائی جائے تو یہ نماز عبادت کے معیار پر پوری نہیں اترے گی کیونکہ اس میں اختیار و رضا کا عنصر مفقود ہے۔ اور اس مسئلہ کو خراج پر قیاس کرنا درست نہیں، کیونکہ خراج تو زمین کا تاوان ہے۔ عبادت کا پہلو خراج میں قطعاً معدوم ہے اگر خراج ادا نہ کیا جائے تو زمین کے ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ ہے۔ عشر کی بھی یہی کیفیت ہے۔ کہ اس میں مالی مشقت کی حیثیت نمایاں ہے اور عبادت کا پہلو ثانوی درجے کا حامل ہے۔ (ہدایہ)

اگر سال کے کسی حصہ میں مجنون کو افاقہ ہو گیا تو اس کے لئے وہی احکام ہوں گے جو ماہ رمضان میں کسی دن افاقہ ہو جانے پر ہوتے ہیں یعنی اس کے ہوش و حواس بجا ہو جائیں تو اس پر پورے رمضان کی قضا واجب ہو گی۔ اسی طرح مجنون کو مالک ہونے کے بعد سال کے دوران افاقہ ہو گیا تو زکوٰۃ واجب ہو گی۔ اگر سارا سال جنون طاری رہا تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ سال کے اکثر حصہ کے پیش نظر احکام کا اجراء ہو گا۔ یعنی اگر سال کا اکثر حصہ بیمار رہا تو زکوٰۃ ساقط ہو گی

اور اگر اکثر حصہ صحت میں گذارا تو واجب ہوگی اور جنون اصلی یعنی بالغ ہونے سے پہلے ہی مرض جنون میں مبتلا ہو جائے اور جنون عارضی یعنی بلوغت کے بعد جنون لاحق ہو تو ان دونوں میں فرق نہیں۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ مجنون جب حالت جنون میں ہی سن بلوغ تک پہنچ جائے تو ہوش مند ہونے کے وقت سے سال شمار ہوگا کیونکہ مجنون بالغ ہونے والے بچے کی طرح ہے۔ (ھدایہ)

صحت ادائے زکوٰۃ کی شرط وہ نیت ہے جو ادا کے ساتھ متصل ہو اگر چہ متصل ہونا حکماً ہو۔ مثلاً زکوٰۃ فقیر کو بلانیت دے دی۔ پھر نیت کی اس وقت کہ مال فقیر کے پاس سلامت ہے یا ایک شخص کو ادائے زکوٰۃ کا وکیل کیا اور وکیل مذکور نے روپیہ دینے کے وقت نیت ادائے زکوٰۃ کی کر لی۔ پھر وکیل نے بلانیت مستحقوں کو حوالہ کیا یا زکوٰۃ کسی ذمی کو دی کہ وہ فقیروں کو دے ڈالے تو درست ہے۔ اس لئے کہ معتبر نیت امر کرنے والے کی ہے اور اس وجہ سے کہ اگر وکیل کو کہا کہ یہ صدقہ نفل ہے یا میرے کفارہ کا عوض ہے پھر پیشتر اس سے کہ وکیل وہ مال کسی کو دے نیت کر لی زکوٰۃ کی طرف سے تو درست ہے۔ (درمختار، شامی)

☆☆☆

باب مال کی زکوٰۃ

چالیسواں حصہ لازم ہے اس مال سے جو سونے چاندی کا سکہ ہو جیسے درھم، دینار، روپیہ، اشرفی یا ان سے کچھ بنا ہو جیسے برتن یا تلوار کی کوتھی یا لگام اگرچہ سونے یا چاندی کی ڈلی ہو یا زیور بنایا گیا ہو۔ سو ہر حال میں یعنی اس کا استعمال مباح ہو یا نہ ہو اگرچہ آرائش کے لئے ہو یا نفقہ کے لئے رکھا ہو۔ اس لئے کہ سونا چاندی بحسب خلقت ثمنیت کے لئے موضوع ہیں تو ان کے اوپر ہر صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(تنویر الابصار، درمختار، شرح وقایہ، هدایہ، کنزالدقائق)

چاندی کا نصاب دو سو درھم یعنی ساڑھے باون تولہ ہے اور سونے کا نصاب بیس مثقال یعنی ساڑھے سات تولہ ہے۔ جب چاندی یا سونا اس مقدار کو پہنچے تو اس میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔ اور نقدی میں بنیاد چاندی کو بنایا گیا ہے اگر بقدر نصاب چاندی کی قیمت کے برابر نقدی ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اس مال پر ایک سال گذر گیا ہو تو اس کا چالیسواں حصہ یعنی پانچ درھم (ایک تولہ تین ماشہ چھ رتی) کی قیمت کی زکوٰۃ دینا واجب پڑے گی۔ سونے اور چاندی میں وزن کا لحاظ ہے قیمت کا نہیں ہے۔

(هدایہ، درمختار، شرح وقایہ، شامی)

تجارت کی کوئی چیز جس کی قیمت سونے چاندی کے نصاب کو پہنچے تو اس پر بھی چالیسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہے۔ (هدایہ، درمختار، کنزالدقائق، شامی)

جو شخص اپنے مال کی قیمت سے زیادہ کا مقروض ہو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ واجب ہوگی کیونکہ پورے نصاب شرعی کے مالک ہونے

کا سبب موجود ہے احناف کی دلیل یہ ہے کہ اس کا یہ مال جو قرض کی رقم جتنا ہے یا کم دراصل اس کی حوائج اصلیہ یعنی بنیادی ضروریات زندگی میں رکا ہوا ہے لہٰذا اسے نہ ہونے کے مترادف تصور کیا جائے گا۔ جیسا کہ وہ پانی جو پینے کے لئے مخصوص ہو یا وہ کپڑے جو استعمال کے لئے یا کسی خاص وقت پہننے کے لئے رکھے ہوں وہ ضرورت سے زائد شمار نہیں کئے جائیں گے اگرچہ ان کی قیمت نصاب سے زائد ہی ہو۔ مگر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اگر کسی شخص کا مال قرض سے زائد ہو تو زائد حصے کی زکوٰۃ دے بشرطیکہ وہ زائد مال نصاب کو پہنچے کیونکہ یہ زائد رقم اس کی حاجت سے زائد ہے۔

دَین یعنی قرض کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قرض وہ جس کا مطالبہ کرنے والے انسان ہوں۔ دوسرا قرض وہ ہے جو بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے۔ جیسے نذر، کفارہ، صدقہ فطر، قربانی اور وجوب حج وغیرہ۔ تو پہلی نوع کا قرض وجوب زکوٰۃ سے مانع ہے مگر دوسرا قرض مانع زکوٰۃ نہیں ہے۔

(ہدایہ ، درمختار ، شامی ، شرح وقایہ ، کنز الدقائق)

زکوٰۃ واجب نہیں بدن کے کپڑوں میں جن کی حاجت گرمی و سردی کے دور کرنے کو ہوتی ہے اور گھر کے اسباب اور رہنے کے گھروں اور ان کے مثل یعنی دکانوں اور سرایوں میں جن کا کرایہ ملتا ہو اور نہ ہی اپنی کتابوں میں اگرچہ بے علم شخص کے پاس ہوں بشرطیکہ تجارت کی نیت ان میں نہ ہو۔ ہاں البتہ علم والے کو زکوٰۃ لینا جائز ہے اگرچہ کتابیں کئی نصاب کے برابر ہوں یعنی کتابیں اس کے حق میں تونگری نہ ہوں گی۔ بخلاف بے علم کے کہ اس کے پاس کتابیں بقدر نصاب ہوں تو اس کو زکوٰۃ کا لینا جائز نہ ہوگا مگر یہ کہ اگر ہوں کتابیں فقہ اور حدیث اور تفسیر کے سوا اور علموں کی بقدر

نصاب تو ان کے ہونے سے عالم کو بھی زکوٰۃ کا لینا درست نہیں۔ عالم اپنی حاجت کی کتابوں سے غنی نہیں ہوتا یعنی اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور اس کو زکوٰۃ کا لینا درست ہے مگر بندوں کے قرض میں مالدار تصور ہوگا۔ لوگوں کا قرض ادا کرنے کے لئے اس کی کتابیں فروخت کی جائیں گی۔ (شرح وقایہ، درمختار، شامی)

نہیں ہے زکوٰۃ گمشدہ مال میں جس کو کئی برس کے بعد پایا یعنی ایام گذشتہ کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور نہ اس مال پر جو دریا میں گرا دیا اور کئی برسوں کے بعد نکالا اور نہ اس مال پر جو کسی نے چھین لیا ہو اور اس پر گواہ نہیں۔ پس اگر اس کے گواہ ہوں تو ایام گذشتہ کی زکوٰۃ واجب ہوگی مال کے قبضے میں آنے کے بعد۔ مگر سائمہ جانوروں کے غصب میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اگرچہ چھننے والا غصب کا مُقِر ہو یعنی اقرار کرنے والا ہو۔ سائمہ جانور وہ ہیں جن کو آدمی اکثر ایام سال میں مباح جنگل میں چرائے دودھ اور بچہ لینے کی غرض سے تو چونکہ بعد غصب کے یہ امر اس کو حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے ان ایام کی زکوٰۃ اس کو دینی نہ ہوگی۔ (درمختار، شامی، شرح وقایہ)

نہیں ہے زکوٰۃ اس قرض میں جس کے قرضدار نے برسوں انکار کیا تھا اور مالک کے پاس گواہ نہ تھے پھر اس کے پاس گواہ ہوگئے۔ اس طرح قرضدار نے برسوں کے بعد لوگوں کے سامنے اقرار کیا۔ اگر قرض ایک شخص کا کسی مقر تو انگر نادہند پر ہو یا تنگدست پر ہو یا دیوالیئے پر یعنی جس کے مفلس ہونے کا حکم مشتہر ہو چکا ہو یا ایسے منکر پر قرض ہو کہ اس پر گواہ ہوں یا اس قرض کو قاضی جانتا ہو۔ پھر اس طرح کا قرض مالک کی مِلک میں پہنچے تو اس پر گذشتہ برسوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ امام محمد کے

نزدیک اگر منکر پر قرض ہو تو باوجود گواہ ہونے کے اس پر زکوۃ واجب نہ ہوگی اور یہی قول صحیح ہے کیونکہ گواہ بعض اوقات مقبول نہیں ہوتے تو ان کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اور مفتیٰ بہ یہی ہے کہ اگر قاضی اپنے علم کے بموجب کسی معاملہ میں حکم کر دے تو اس کا حکم صحیح نہ ہوگا۔ (درمختار، شامی، شرح وقایہ)

کچھ لازم نہیں موتیوں میں کہ وہ بہار کی بارش سے پیدا ہوتا ہے یعنی سیپ میں کہتے ہیں کہ وہ ایک جانور ہے مچھلی کی قسم سے کہ اللہ تعالیٰ اس میں موتی پیدا کرتا ہے اور نہ ہی عنبر میں کہ وہ ایک قسم کا گھاس ہے کہ دریا سے اگتا ہے یا گوبر کسی چوپایہ کا ہے۔ شیخ داؤد نسطا کی نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ قعر دریا میں چشمے ہیں وہ دہنیت باہر کی طرف دفع کرتے ہیں اور وہ پانی پر جمتی ہے۔ اس کو دریا کی موج کنارے پر ڈال دیتی ہے۔ وہ عنبر ہے۔ (درمختار، شامی)

☆☆☆

باب جانوروں کی زکوٰۃ

سوائم وہ جانور ہیں جو سال بھر میں زیادہ تر یعنی چھ ماہ سے زیادہ چرنے پر گذارہ کرتے ہیں۔ اگر چھ مہینے سے کم یا چھ مہینے ہی جنگل میں چریں تو ان میں زکوٰۃ نہیں کیونکہ وہ سائمہ نہیں ہیں۔ (درمختار، کنزالدقائق)

پانچ اونٹ ہوں تو ان پر ایک بکری واجب ہے۔ پچیس سے پینتیس تک ایک بنت مخاض ہے۔ بنت مخاض وہ بوقہ ہے جس پر ایک سال گذر کر دوسرا سال لگ گیا ہو چھتیس سے پینتالیس تک ایک بنت لبون ہے۔ بنت لبون وہ بوتہ ہے جس پر دوسرا سال گذر کر تیسرا سال لگ گیا ہو۔ چھیالیس سے ساٹھ تک ایک حقہ ہے۔ حقہ وہ بوتہ ہے جسے چوتھا سال لگ گیا ہو۔ اکسٹھ سے پچھتر تک ایک جذعہ ہے۔ جذعہ وہ بوتہ ہے جسے پانچواں برس لگ گیا ہو۔ چھہتر سے نوے تک دو بنت لبون ہیں۔ اکیانوے سے ایک سو بیس تک دو حقے ہیں۔ پھر آگے ہر پانچ پر ایک بکری ہے ایک سو چوالیس تک۔ ایک سو پینتالیس تک دو حقے اور ایک بنت مخاض، ایک سو پچاس پر تین حقے۔ پھر ہر پانچ پر ایک ایک بکری ایک سو چوہتر تک۔ ایک سو پچھتر میں تین حقے اور ایک بنت مخاض ہے۔ ایک سو پچاسی تک اور ایک سو چھیاسی میں تین حقے اور ایک بنت مخاض ہے ایک سو پچاسی تک اور ایک سو چھیاسی میں تین حقے اور ایک بنت لبون ایک سو پچانوے تک اور ایک سو چھیانوے میں چار حقے دو سو تک۔ پھر جب دو سو پورے ہوں گے تو نئے سرے سے حساب شروع کیا جائے گا۔ جیسا کہ ڈیڑھ سو کے بعد کیا جاتا ہے۔

(شرح وقایہ، کنز الدقائق، درمختار)

تیس گائے بھینسوں میں ایک بچھڑا ہے یا بچھیہ ایک برس کا، اور چالیس میں ایک بچھڑا یا بچھیہ دو سال کا جو تیسرے سال میں لگ گیا ہو اور اس سے زیادہ پر اسی

حساب سے ساٹھ تک۔ پس ساٹھ میں سال سال کے دو بچھڑے ہیں۔ ستر میں ایک بچھڑا دو برس کا اور ایک بچھڑا ایک برس کا۔ اسی میں دو برس کے دو بچھڑے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر دہائی ایک سال کے بچھڑے سے دو سال کے بچھڑے کی طرف بدلتی جائے گی۔ بھینس بھی گائے کے حکم میں ہے۔ (شرح وقایہ، کنز الدقائق، درمختار)

چالیس بکریوں میں ایک بکری ہے اور ایک سو بیس بکریوں میں دو بکریاں اور دو سو ایک میں تین بکریاں، چار سو میں چار بکریاں۔ آگے ہر سینکڑہ میں ایک ایک بکری ہے۔ بھیڑ بھی بکری کے حکم میں ہے۔ ان کی زکوٰۃ میں ثنی یعنی ایک برس کا بکرا دو دانت لینا چاہیے نہ کہ جذع جو ایک برس سے کم ہوتا ہے۔

(درمختار، شرح وقایہ، کنز الدقائق)

گھوڑوں، گدھوں، خچروں اور بھیڑوں کے بچوں، بوتوں، بچھڑوں اور کام کے مویشی پر اور گھر پر چارہ کھانے والے جانوروں پر زکوٰۃ نہیں اور نہ اس مقدار میں جو معاف ہے اور نہ ان جانوروں میں جو زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد ہلاک ہو گئے ہوں۔

(درمختار، شرح وقایہ، کنز الدقائق)

اگر زکوٰۃ میں ایک سال کا بچہ دینا ہو اور ایسا بچہ مالک کے پاس نہ ہو تو اس سے اچھا دے دے۔ اور ایک برس کے بچہ سے جتنی قیمت اس کی زیادہ ہو وہ اس سے پھیر لے یا اس سے کم قیمت کا دے دے۔ اور جتنی کمی ہے اس قدر قیمت دے دے یا فقط قیمت ہی دے دے۔ (کنز الدقائق)

باب مصارف زکوٰۃ

فقیر اور مسکین کو زکوٰۃ کا مال دیا جائے۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس تھوڑا مال ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ یعنی صحیح یہ ہے کہ مسکین زیادہ تنگ حال ہے فقیر سے۔ اور عامل کو زکوٰۃ کے مال سے دیا جائے گا اگرچہ غنی ہو لیکن ہاشمی نہ ہو۔ اس لئے کہ اس نے اپنی ذات کو اسی کام میں لگا دیا ہے پس اس کی ضرورت ہے خرچ کی جو اس کو کافی ہو۔ اور غنی کو ضرورت کے وقت اس کی ممانعت نہیں جیسے مسافر کو، اور خدا کی راہ میں صرف کرنا یعنی جو غازی لشکر اسلام سے نہیں مل سکتا فقیر کی جہت سے یا نفقہ جاتے رہنے سے یا سواری وغیرہ کے نہ ہونے سے تو ان کو صدقہ لینا حلال ہے اگرچہ وہ کسب کر سکتے ہوں۔ اس لئے کہ اگر کسب میں مشغول ہوں گے تو جہاد سے رہ جائیں گے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد حاج ہیں جو کسی وجہ سے قافلہ میں نہیں مل سکتے۔ یہ قول امام محمد کا ہے اور پہلا قول امام ابو یوسف کا ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ فی سبیل اللہ سے مراد طالب علم ہیں اور بدائع میں فی سبیل اللہ کی تفسیر کل خیرات اور کل تقربات سے کی ہے سو داخل ہے اس میں ہر شخص کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں اور سبیل خیرات میں سعی کرے بشرطیکہ محتاج ہو۔ (درمختار، شامی)

زکوٰۃ کا مال ایک شہر سے دوسرے شہر میں لے جانا مکروہ ہے بشرطیکہ دوسرے شہر میں اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو۔ اور اس شہر سے زیادہ اگر کوئی وہاں محتاج ہو تو بھیج سکتا ہے۔

(درمختار، هدایه، شرح وقایه، کنز الدقائق، شامی)

زکوٰۃ کا مال اپنے اصل یعنی ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہم جن کی ہم اولاد ہیں یا فرع یعنی اپنی اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی، وغیرہم کو نہیں دے سکتے۔ اور بہن بھائی، بھتیجی، بھانجا، چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں، ساس، سسر، بہو، داماد،

سوتیلی ماں، سوتیلا باپ، زوجہ کی اولاد اور شوہر کی اولاد کو دے سکتے ہیں۔

(درمختار، شرح وقایہ، ھدایہ، کنز الدقائق، شامی)

بنی ہاشم یعنی حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت حارث ﷺ کی اولاد کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ (شرح وقایہ، کنز الدقائق، درمختار)

نہیں زکوٰۃ دینا غنی کو جو مالک ایسے نصاب کا ہو جو حاجت اصلی سے زائد ہو اگرچہ کسی مال کی ہو۔ واضح رہے کہ نصاب تین قسم کے ہیں۔ ایک نصاب نامی یعنی بڑھنے والا جو دیون سے زائد ہو اور حاجات سے فارغ، تو وہ تو سب مالی چیزوں کے واجب کرنے والی ہے مثل زکوٰۃ اور کفارات وغیرہ کے۔ دوسرا نصاب غیر نامی کہ دَین (قرض) اور حاجتوں سے زائد ہو۔ اس کے باعث قربانی و فطرہ اور محتاج رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور زکوٰۃ کا لینا ایسے نصاب کے مالک کو بھی حرام ہے۔ اور تیسرا نصاب وہ ہے جس کے ہوتے ہوئے سوال کرنا حرام ہے اور وہ غذا ایک روز کی ہے۔ اس کو نصاب کہنا مجاز شرعی ہے۔ (کذافی الطحاوی)

اور تتارخانیہ میں صغریٰ سے منقول ہے کہ ایک شخص کے پاس گھر ہے کہ اس میں رہتا ہے لیکن اس کی قدر حاجت سے زیادہ ہے کہ سب مکان رہنے میں مشغول نہیں تو اس کو صدقہ کا لینا صحیح روایت میں حلال ہے۔ اور اس میں یہ ہے کہ امام محمد نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہے کہ اس کو بوتا ہے یا دکان ہے کہ اس کا کرایہ کھاتا ہے یا مکان ہے کہ کرایہ اس کا تین ہزار ہے اور اس کے عیال کے نفقہ کو سال بھر کیلئے کفایت نہیں کرتا تو اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے۔ اگرچہ اس کی قیمت نفقہ کو وفا کرتی ہو۔ اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک زکوٰۃ لینا حلال نہیں ہے۔

(طحطاوی، شامی)

اور خرچ نہ کرے زکوٰۃ مسجد وغیرہ کی تعمیر میں اور مثل مسجد یعنی پُل اور سبیل اور

سڑک اور نہر اور حج و جہاد اور جو بھی اس قسم کی چیزیں ہوں جن میں تملیک وغیرہ نہ ہو اور میت کے کفن میں اور نہ میت کے قرض ادا کرنے میں۔ (درمختار، شامی، کنز الدقائق)

اور زکوٰۃ دینا جائز نہیں کہ اس میں اور دینے والے میں قرابت توالد کی ہو اس لئے کہ منافع املاک سے آپس میں ملے جُلے ہیں تو تملیک پوری نہ ہو گی۔ اور قرابت شامل ہے سب اصول کو یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرھم اور شامل ہے سب فروع کو یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی، وغیرھم کو خواہ اولاد نکاح سے ہو یا زنا سے ہو۔ اور ایسے ہی ہر صدقہ واجبہ جیسے صدقہ فطر، نذر، کفارہ وغیرہ لیکن صدقہ نفل جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ اور ماں باپ کے لئے حیلہ کرنا اس طرح کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دے دے اور کہے کہ ان پر صرف کر دے مگر مکروہ ہے۔

(تنویر الابصار، شرح وقایہ، ھدایہ، کنز الدقائق، درمختار)

اور زکوٰۃ جائز نہیں کہ اگر دینے والے اور لینے والے میں رشتہ زوجیت کا ہو اگر چہ زوجہ الگ کی گئی ہو یعنی عدت میں اگر چہ تین طلاق کی عدت ہو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک عورت دے سکتی ہے اپنے خاوند کو بسبب فرمانے حضور ﷺ کے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ کو کہ جب انہوں نے اپنا زیور دینا چاہا تو فرمایا کہ تیرا خاوند اور اولاد زیادہ مستحق ہیں۔ (درمختار)

اور مستحب ہے اس قدر دینا کہ اس کو اس روز سوال کی ضرورت نہ رہے اور معتبر ہے حال قدر کفایت کا حاجت سے اور عیال سے یعنی مستحسن یہ ہے کہ حال فقیر کا معلوم کیا جائے باعتبار عیال کے اور حاجات ضروریہ کے مثل دَین (قرض) اور تیل اور کپڑا اور گھر کا کرایہ وغیرہ اور معتبر زکوٰۃ میں زہاں کے فقیر ہیں جہاں مال ہو اگر چہ مالدار دوسرے شہر میں ہو لیکن زکوٰۃ اس شہر کے فقیروں کو ہی دی جائے جہاں مال ہے۔

(ھدایہ، درمختار، شامی، کنز الدقائق، شرح وقایہ)

﴿باب صدقۂ فطر﴾

صدقہ فطر واجب ہے ہر آزاد مسلمان پر اگرچہ صغیر یا مجنون ہو جب کہ وہ اس قدر نصاب کا مالک ہو جائے کہ وہ نصاب زیادہ ہو اس کی حاجت اصلی سے اور زیادہ ہو عیال کی حاجت سے جیسے رہائشی مکان، اس کے پہننے اور استعمال کے کپڑے، گھر کا ساز وسامان، سواری کے جانور، ہتھیاروں، اسلحہ اور خدمت کے غلاموں سے زیادہ ہو اگرچہ مال نامی نہ ہو کیونکہ مال نامی ہونا شرط نہیں۔ کیونکہ اس قسم کے نصاب کا مالک زکوٰۃ لینے سے محروم رہتا ہے اور اس قربانی اور نفقہ محارم اور صدقہ فطر واجب ہوتا ہے بنا بر قول راجح کے۔ اور صدقہ فطر دے اپنے چھوٹے لڑکے، لڑکی کی طرف سے اور بڑے مجنون کی طرف سے اور اپنے نفس کی طرف سے اگرچہ کسی عذر سے روزہ نہ رکھا ہو۔ اور حرّیت یعنی آزادی کی شرط اس لئے عائد کی گئی تا کہ تملیک ثابت ہو اور اسلام کی اس لئے تا کہ عبادت شمار ہو۔

زکوٰۃ کے نصاب اور صدقہ فطر کے نصاب کی مقدار تو ایک ہی ہے یعنی ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت لیکن نصاب زکوٰۃ اور نصاب صدقہ فطر میں یہ فرق ہے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے تو چاندی یا سونا یا مال تجارت ہونا ضروری ہے اور صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے ان تین چیزوں کی خصوصیت نہیں ہے۔ بلکہ صدقہ فطر کے نصاب میں ہر قسم کا مال حساب میں لیا جائے گا۔ ہاں حاجت اصلیہ سے زائد اور قرض سے بچا ہوا ہونا دونوں نصابوں میں شرط ہے پس اگر کسی کے پاس اس کے استعمال کے کپڑوں سے زائد کپڑے رکھے ہوں یا

روزمرہ کی ضرورت سے زائد تانبے، پیتل، سٹیل، چینی کے برتن وغیرہ رکھے ہوں یا سواری کے جانور ہوں یا ہتھیار و اسلحہ وغیرہ ہو یا کوئی مکان اس کا خالی پڑا ہو یا کسی اور قسم کا سامان یا اسباب ہو اور اس کی حاجت اصلیہ سے زائد ہو اور ان چیزوں کی قیمت نصاب کے برابر یا زیادہ ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں لیکن صدقہ فطر واجب ہے۔ اور صدقہ فطر کے نصاب پر سال بھر کا گذرنا بھی شرط نہیں ہے بلکہ اسی روز نصاب کا مالک ہوا ہو تو بھی صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

(هدایه ، درمختار ، شامي ، شرح وقایه ، کنز الدقائق)

صدقہ فطر واجب ہے عید کی صبح صادق نمودار ہونے پر امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک رمضان شریف کے آخری روز کے آفتاب غروب ہونے پر۔ پس جو شخص مر گیا اس فجر سے پہلے یا پیدا ہوا اس کے بعد یا اسلام لایا تو اس پر واجب نہ ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک واجب ہوگا۔ اور اس کے برعکس صورت میں بھی مثلاً کسی کے غلاموں یا اولاد میں سے شب عید فوت ہو گیا تو ہمارے نزدیک اس پر صدقہ فطر واجب نہ ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہوگا۔ اور مستحب ہے فطرہ دینا عید گاہ میں جانے سے پہلے بعد نمودار ہونے فجر عید کے دن واسطے تعمیل حضور ﷺ کے اور واسطے اقتداء کے فعل حضور ﷺ کے تاکہ فقیر اور غریب نماز سے توجہ ہٹا کر مانگنے میں مشغول نہ ہوں۔ مقصود ناداروں کو مستغنی کرنا ہے۔ اور درست ہے ادا کرنا فطرہ کا یوم الفطر سے پہلے اور پیچھے زکوٰۃ پر قیاس کر کے۔ اور سبب وجوب کا یعنی راس (مال) موجود ہے اَولیٰ یہ ہے کہ بخاری کی حدیث سے استدلال کیا جائے کہ صحابہ عید سے ایک روز پہلے فطرہ دیا کرتے تھے۔ پہلے سے دینا صحابہ کا حضور ﷺ پر مخفی نہ تھا بلکہ آپ

کے اِذن ہی سے ہوگا۔ بشرطیکہ داخل ہونے رمضان شریف کے تقدیم کے یعنی اگر رمضان شریف سے پہلے دے گا تو صحیح نہ ہوگا۔ اور مسئلہ میں یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

(تنویر الابصار ، درمختار ، شامی ، هدایه ، فتح القدیر)

صدقہ فطر ان لوگوں کو دینا جائز ہے جن لوگوں کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے۔

(درمختار ، عالمگیری)

جن لوگوں پر صدقہ فطر واجب ہے وہ زکوٰۃ یا صدقہ فطر یا کوئی اور فرض یا واجب صدقہ نہیں لے سکتے۔ (تعلیم الاسلام)

صدقہ فطر کی مقدار نصف صاع گندم یا گندم کا آٹا یا ستو یا کشمش ہے۔ کھجور اور جَو کی صورت میں صدقہ فطر کی مقدار مکمل صاع ہوگی۔ صاحبین کے نزدیک کشمش جَو کی مانند ہے لہٰذا کشمش کا بھی پورا صاع ادا کیا جائے گا۔ یہی رائے امام ابوحنیفہ سے بھی نقل کی گئی ہے۔ لیکن پہلی روایت جامع صغیر کی ہے جس میں کشمش کی مقدار نصف صاع ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ان مذکورہ بالا سب اشیاء میں صدقہ فطر کامل صاع ادا کرنا چاہیے۔

صدقہ فطر میں احناف کے نزدیک آٹا گندم سے بہتر ہے اور نقدی آٹے سے افضل ہے۔ یہ رائے امام ابویوسف سے منقول ہے اور اس رائے کو فقیہ ابوجعفر نے اختیار کیا ہے کیونکہ یہ طریق حاجت اور ضرورت کو زیادہ مناسب اور جلد پورا کرنے والا ہے۔ ابوبکر الاعمش سے مروی ہے کہ گندم سب سے عمدہ ہے کیونکہ گندم کا ادا کرنا ائمہ کے اختلاف سے بالاتر ہے۔ اس لئے کہ آٹے اور قیمت کی ادائیگی میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ (ہدایہ، شرح وقایہ، درمختار، شامی)

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ایک صاع آٹھ رطل عراقی ہے اور بالاجماع صاع چار مُد ہے اور ایک مُد دو رطل عراقی کا ہے۔ اور رطل ایک سوتیس درھم کا ہے (اور درم ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے) امام نووی نے کہا کہ ایک سواٹھائیس و نصف درم (128-1/2) ہے۔ اور امام ابو یوسف نے کہا کہ صاع پانچ رطل اور تہائی رطل (یعنی پونے چھ رطل) ہے اور یہی قول ائمہ ثلاثہ کا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک رطل حجازی ہے۔

(ھدایہ، شرح وقایہ، شامی، شرح اردو بخاری مولانا محمود احمد رضوی)

☆☆☆☆☆
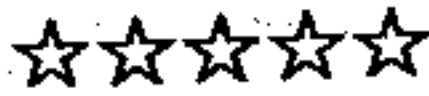
﴿کتاب الصوم﴾

شرع میں روزہ کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان، عاقل، بالغ، تندرست و مقیم ثواب کی نیت سے صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک نفسانی خواہشات، کھانے، پینے اور جماع کو ترک کر دے۔ (کنز الدقائق)

باب اقسامِ روزہ

روزہ کی آٹھ قسمیں ہیں: (۱) فرض معین (۲) فرض غیر معین
(۳) واجب معین (۴) واجب غیر معین (۵) سنت
(۶) نفل (۷) مکروہ (۸) حرام

۱۔ فرض معین :

سال بھر میں ماہ رمضان کے روزے فرض معین ہیں۔ ان میں نیت کرنے کا وقت رات سے لے کر دوپہر ہونے سے پہلے تک ہے۔

(درمختار، شرح وقایہ)

۲۔ فرض غیر معین :

ماہِ رمضان کے چھوٹے ہوئے روزوں کی قضا فرض غیر معین ہے۔ ان میں نیت کرنے کا وقت صبح صادق سے پہلے ہے ورنہ روزہ نہ ہوگا۔

(درمختار، شرح وقایہ)

۳۔ واجب معین :

منّت کے روزے واجب معین ہیں یعنی کسی خاص تاریخ کو روزہ رکھنے کی منّت یا کسی خاص دن کو روزہ رکھنے کی منّت واجب معین ہے۔ اس میں نیت کرنے کا

وقت رات سے لے کر دو پہر ہونے سے پہلے تک ہے۔

(درمختار، شرح وقایہ)

٤۔ واجب غیر معین :

منّت و نذر غیر معین کے روزے واجب غیر معین ہیں یعنی تین روزوں یا پانچ یا آٹھ روزوں کی منّت اور ان میں نیت کا وقت صبح صادق سے پہلے ہے ورنہ روزہ نہ ہوگا۔ (درمختار، شرح وقایہ)

٥۔ سنّت مؤکدہ :

سنّت روزوں میں جن روزوں کے رکھنے کا حکم حضور ﷺ نے فرمایا ہے وہ سنّت مؤکدہ روزے ہیں۔ جیسے عاشورہ کے روزے یعنی محرم کی نویں اور دسویں کا روزہ۔ ایام بیض کے روزے یعنی ہر قمری مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخ کا روزہ۔ صوم داؤدی علیہ السلام یعنی ایک دن روزہ اور ایک دن افطار، شوال کے چھ روزے۔ عرفہ کا روزہ، جمعرات کا روزہ، جمعہ کے دن کا روزہ اگرچہ اکیلا ہو۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جمعہ کے روزہ میں کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ عبداللہ بن عباس جمعہ کا روزہ رکھتے تھے اور کبھی افطار نہ کرتے تھے اور امام ابو یوسف کے نزدیک چونکہ حدیث میں اس کی کراہت وارد ہے پس احتیاط یہ ہے کہ ایک روز پہلے یا پیچھے ملا لے۔

(درمختار، شامی، شرح وقایہ)

٦۔ نفل یا سنّت غیر مؤکدہ :

نفل یعنی سنّت غیر مؤکدہ روزوں میں کوئی روزہ منقول نہیں۔

٧۔ مکروہ : عاشورہ اور ہفتہ کا اکیلا روزہ (یہود کی مشابہت کی وجہ سے) عورت کا روزہ خاوند کی اجازت کے بغیر، نوروز کا روزہ، غلام کا روزہ مالک کی اجازت کے بغیر، اور اجیر کا روزہ مستاجر کی اجازت کے بغیر۔ (درمختار، شرح وقایہ)

۸۔ حرام : حرام روزے سال میں صرف پانچ ہیں۔

(۱) عیدالفطر کے دن کا روزہ۔ (۲) عیدالاضحیٰ کا روزہ۔ (۳) ایام تشریق کے تین روزے یعنی گیارھویں، بارھویں اور تیرھویں ذی الحجہ کے روزے۔

(درمختار، شرح وقایہ)

روزوں کی سات اقسام میں بلا فصل یعنی پے در پے لگا تار روزے رکھے جاتے ہیں۔ اگر ان میں ایک بھی روزہ درمیان سے چھوٹ جائے تو دوبارہ شروع سے روزے رکھنے پڑتے ہیں۔

۱) رمضان کے روزے۔ (۲) کفارہ ظہار کے روزے۔

۳) کفارہ قتل کے روزے۔ (۴) کفارہ قسم کے روزے۔

۵) کفارہ افطار رمضان کے روزے۔

۶) نذر معین کے روزے۔

۷) اعتکاف واجب کے روزے (درمختار)

روزوں کی چھ اقسام میں فصل یعنی وقفہ کرنے کا اختیار ہے۔

۱) نفل کے روزے۔ (۲) ماہ رمضان کی قضا کے روزے

۳) حج تمتع (اور قران) کے روزے یعنی جب استطاعت ذبیحہ کی نہ ہو تو تین روزے ایام حج میں اور سات حج سے واپسی پر رکھے۔

۴) سر منڈانے کے فدیہ کے روزے۔

۵) نذر مطلق کے روزے یعنی جس میں معین مہینے یا پے در پے رکھنے کی قید نہیں لگائی اور نہ نیت کے۔

۶) جزاء صید کے روزے۔ (درمختار)

باب رویتِ ہلال

شعبان کی انتیس کی شام کو چاند دیکھنے کی کوشش کی جائے۔ اگر چاند دکھائی دے تو صبح سے روزہ رکھ لیں۔ اگر مطلع اَبر آلود ہو یا چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرے۔ اور اگلے دن رمضان کا روزہ رکھیں۔ کیونکہ مہینہ کی بقا اصل چیز ہے۔ اسی لئے دلیل کے بغیر اس ماہ کا اختتام اور دوسرے ماہ کا آغاز جائز نہ ہوگا اور مذکورہ صورت میں دلیل موجود نہیں یعنی مہینہ اصل میں تو تیس دن کا ہوتا ہے لہٰذا انتیس شعبان کی شام کو چاند نظر نہ آئے تو دوسرے دن روزہ نہ رکھا جائے کیونکہ اصل کے لحاظ سے ابھی شعبان باقی ہے۔ اس لئے بلا دلیل یعنی چاند دیکھے بغیر اختتام شعبان کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر مذکورہ شام کو چاند دکھائی دے تو دوسرے دن روزہ ضروری ہوگا کیونکہ کبھی قمری مہینہ انتیس دن کا ہوتا ہے۔ (ہدایہ، درمختار، شامی)

شک کے دن فرض روزہ نہ رکھا جائے۔ البتہ نفل روزہ جائز ہے۔ اس مسئلہ کی کئی صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ کہ شک میں رمضان کے روزے کی نیّت کی جائے۔ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ اس لئے کہ اہل کتاب کی مشابہت لازم آتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے روزوں میں کچھ دن بڑھا دیئے تھے۔ اگر بعد میں شہادتوں کی بنا پر یقین ہو جائے کہ یہ رمضان کا پہلا دن ہے تو یہ روزہ رمضان کا ہی ہوگا۔ کیونکہ اس نے ماہ رمضان کو پایا اور اس کا روزہ رکھ لیا۔ اگر پتہ چلے کہ یہ شعبان کا آخری دن ہے تو یہ روزہ نفل ہوگا۔ اگر اسے توڑ دے تو قضا لازم نہ آئے گی۔ کیونکہ یہ روزہ معنوی لحاظ سے مظنون و مشکوک روزہ ہے اور مظنون امر کی قضا نہیں ہوا کرتی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کسی دوسرے واجب روزے کی نیت کی جائے۔ مثلاً نذر، کفارہ وقضا کا روزہ رکھا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ بعد میں اگر پتہ چلے کہ یہ دن رمضان کا پہلا دن ہے تو روزہ رمضان کا شمار ہوگا کیونکہ اصل نیت موجود ہے اگر معلوم ہو کہ شعبان کا آخری دن ہے تو بعض کے نزدیک روزہ نفل ہوگا۔ کیونکہ یوم شک میں روزہ ممنوع ہے۔ اس لئے اس سے واجب روزہ ادا نہ ہوگا۔ بعض فقہاء کا کہنا ہے کہ جس واجب کی نیت کرے وہی روزہ ادا ہوگا اور یہی صحیح ہے کیونکہ ممنوع امر تو یہ ہے کہ رمضان سے پہلے رمضان کا روزہ نہ رکھا جائے۔ دوسری قسم کے روزوں سے ممانعت کا کوئی تعلق نہیں۔ بخلاف عید کے دن روزہ رکھنے کے کہ اس دن تو ہر قسم کا روزہ منع ہے

تیسری صورت یہ ہے کہ نفلی روزے کی نیت کرے اس صورت میں یعنی یومِ شک میں نفلی روزہ رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ امام شافعی کے نزدیک ابتدائی طور پر نفلی روزہ بھی مکروہ ہے۔ ابتدائی طور کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص جمعرات کو روزہ رکھا کرتا ہے اتفاقاً یہی دن یوم شک بھی ہے تو یہ عادی شخص روزہ رکھ سکتا ہے۔ مگر جو شخص اس دن روزے کا عادی نہ ہو وہ ابتدائی طور پر اس دن روزہ نہ رکھے۔ ورنہ مکروہ ہوگا۔ مختار رائے یہ ہے کہ مفتی خود تو روزہ رکھ لے اور عوام کو زوال تک انتظار کرنے کو کہے۔ اگر زوال تک چاند کی اطلاع نہ ملے تو لوگوں کو افطار کرنے کا حکم دے تاکہ تہمت کے الزام کا امکان باقی نہ رہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ اصل نیت میں ہی تردد ہو اور اس طرح نیت کرے کہ اگر کل رمضان کا پہلا دن ہوا تو میرا روزہ ہوگا اور اگر شعبان کا آخری دن ہوا تو روزہ

نہیں رکھوں گا تو اس صورت میں وہ روزہ دار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے کسی یقینی اور قطعی بات کی نیت نہیں کی۔ جیسے کوئی شخص یوں نیت کرے کہ کل اگر کھانا مل گیا تو افطار کرلوں گا ورنہ روزہ رکھ لوں گا تو اس صورت میں وہ روزہ دار نہیں ہوتا۔

پانچویں صورت یہ کہ وصف نیت میں تردّد ہو۔ اصل نیت میں تردّد نہ ہو مثلاً اس طرح نیت کرے کہ کل اگر رمضان کی پہلی ہو تو رمضان کا روزہ رکھوں گا اور اگر شعبان کی آخری تاریخ ہو تو کوئی دوسرا واجب روزہ رکھ لوں گا۔ یہ صورت بھی کراہت سے خالی نہیں کیونکہ اسے دو مکروہ امور میں تردّد ہے یعنی شک کے دن رمضان کا روزہ یا دوسرا روزہ یہ دونوں مکروہ ہیں۔ اگر بعد میں پتہ چلے کہ آج رمضان کا پہلا دن ہے تو روزہ صحیح ہوگا کیونکہ نفس روزہ کی نیت میں کوئی تردّد تو وصف نیت میں ہے۔ اگر یہ شعبان کا آخری دن ہو تو کسی دوسرے واجب کا روزہ درست نہ ہوگا۔ کیونکہ تردّد شک کی بنا پر وصف نیت والی جہت معدوم ہے اور صرف اصل نیت کافی نہیں کیونکہ تعیین مفقود ہے۔ البتہ وہ نفلی روزہ ہوگا۔ اگر اسے توڑ دیا تو قضا واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ اس نے روزے کو اسقاط واجب کے طور شروع کیا تھا یعنی اس نے رمضان یا کسی دوسرے واجب کی نیت سے اپنے ذمہ سے واجب ساقط کرنا چاہا۔ اور اسقاط واجب کی صورت میں اگر روزے کو ناتمام چھوڑ دیا جائے تو قضا واجب نہیں ہوتی کیونکہ اس صورت میں ادا کردہ روزہ مشکوک ہو جاتا ہے۔ اور مظنون امر کو اگر پایہ تکمیل تک نہ پہنچایا جائے تو قضا واجب نہیں ہوا کرتی۔

اگر یوں نیت کی کہ کل رمضان کا پہلا دن ہوا تو رمضان کا روزہ رکھ لوں گا اور

اگر شعبان کا آخری دن ہوا تو نفل روزہ رکھوں گا۔ تو یہ صورت بھی کراہت سے خالی نہیں کیونکہ اس نے من وجہ فرض روزے کی نیت بھی کی ہے۔ اگر بعد میں پتہ چلا کہ یہ رمضان کا پہلا دن ہے تو یہ روزہ جائز ہوگا کہ اصل نیت میں تردّد نہیں پایا جاتا۔ اگر بعد معلوم ہوا کہ یہ شعبان کا آخری دن ہے تو نفلی روزہ جائز ہوگا کیونکہ نفلی روزہ تو مطلق نیت سے بھی ادا ہوسکتا ہے۔ اور اگر وہ اس نفلی روزے کو توڑ دے تو قضا واجب نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کی نیت میں اسقاط واجب عن الذمہ ہے۔ اس لئے یہ مظنون ہوگا۔ اور مظنون امر کے توڑنے میں قضا واجب نہیں ہوا کرتی۔ (ہدایہ، درمختار، شامی)

جو شخص تنہا ہی رمضان شریف کا چاند دیکھے اور امام اس کی شہادت قبول نہ کرے تو وہ خود روزہ رکھے۔ اگر وہ روزہ افطار کر دے تو اس پر قضا واجب ہوگی کفارہ لازم نہ ہوگا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر وہ بیوی سے مباشرت کر کے روزہ توڑ دے تو اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔ کیونکہ وہ رمضان شریف کے روزے کو حقیقتاً اور حکماً دونوں طرح توڑنے کا مرتکب ہوا ہے۔ کیونکہ اسے رمضان شریف کے شروع ہونے کا یقین ہوچکا تھا۔ اس لئے اس کا روزے کو توڑنا درحقیقت رمضان شریف میں وقوع پذیر ہوا ہے۔ بلکہ حکماً بھی ایسا ہی ہے کیونکہ چاند دیکھنے کی بنا پر اس پر روزہ فرض تھا۔ امام مالک اور امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے۔ احناف کے نزدیک جب قاضی نے شرعی دلیل کی بنا پر اس کی شہادت ردّ کر دی۔ دلیل شرعی سے مراد شہادت کے غلط ہونے کا الزام ہے۔ یعنی قاضی نے کہا کہ تم غلط شہادت دے رہے ہو۔ تو شبہ پیدا ہوگیا اور اس قسم کے کفارات شبہ کی بنا پر ساقط ہوجایا کرتے ہیں۔ اگر وہ شخص قاضی کی شہادت رد کرنے سے پہلے ہی روزہ توڑ دے تو کفارہ کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے صحیح رائے یہ ہے کہ کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اور اگر وہ شخص جس کی شہادت

قبول نہیں کی گئی تیس روزے پورے کر لے تو بھی عوام اور امام کے ساتھ ہی افطار کرے۔ اگرچہ اس کے روزے اکتیس ہو جائیں۔ کیونکہ اس پر ابتداء میں احتیاط کے پیش نظر روزہ واجب ہوا تھا۔ اور تیس روزے پورے کرنے کے بعد بھی احتیاط اسی میں ہے کہ وہ افطار میں تاخیر کرے۔ شاید کہ اس نے چاند دیکھنے میں غلطی کی ہو۔ لیکن اگر اس نے اگلے روز افطار کیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا۔ کیونکہ اس نے ثابت شدہ حقیقت پر عمل کیا ہے۔ (ہدایہ)

اگر مطلع صاف نہ ہو تو امام رویت ہلال کے بارے میں ایک عادل کی شہادت قبول کرسکتا ہے وہ عادل مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام بشرطیکہ مسلمان عاقل، بالغ اور عادل یعنی متقی ہو (عادل وہ ہوتا ہے جو کبیرہ گناہوں سے بچنے والا ہو اور پرہیزگار ہو اور صغیرہ گناہوں پر ہمیشگی نہ کرنے والا ہو) اگر امام تنہا شخص کی شہادت قبول کر لے اور لوگ تیس روزے پورے کرلیں مگر چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن افطار نہ کریں بلکہ روزہ رکھیں۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ تیس روزے پورے کرنے کے بعد افطار کریں۔ رمضان شریف کے چاند کے لئے فاسق کی شہادت کا قول مقبول نہیں ہوگا۔ (فاسق وہ ہے جو کبیرہ گناہوں کا کرنے والا ہو) (ہدایہ، درمختار، شامی، عالمگیری)

اگر مطلع صاف ہو تو ایک شخص کی شہادت کافی نہ ہوگی۔ جب تک ایک ایسی کثیر جماعت چاند نہ دیکھے جن کی خبر سے قطعی اور یقینی علم حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں صرف ایک ہی آدمی کے چاند دیکھنے میں غلطی کا امکان بھی ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ ایک آدمی کی شہادت قبول کرنے میں توقف سے کام لیا جائے گا۔ حتی کہ ایک جماعت کثیرہ دیکھ لے بخلاف اس صورت کے کہ جب مطلع صاف نہ ہو تو ممکن ہے کہ چاند کے سامنے سے تھوڑی دیر کے لئے بادل ہٹ جائے اور اتفاقاً کسی شخص کی

نظر پڑ جائے۔ جماعت کثیرہ کی مقدار کس قدر ہو؟

بعض کے نزدیک اہل محلہ جماعت کثیرہ کے حکم میں ہوں گے۔ امام ابو یوسف اس صورت کو قسامت پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کم از کم پچاس آدمی قسم کھائیں۔ اہل شہر اور باہر سے آنے والوں میں کوئی امتیاز نہیں اگر بیس آدمی شہر کے چاند دیکھیں اور تیس آدمی باہر سے آکر شہادت دیں تو جماعت کثیرہ کے حکم میں ہوں گے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ شہر سے باہر سے آنے والے ایک شخص کی شہادت بھی قابل قبول ہوگی۔ جو شخص تنہا ہی عید الفطر کا چاند دیکھے وہ بھی افطار نہ کرے کہ احتیاط اسی میں ہے اور روزے میں احتیاط یہ ہے کہ روزہ رکھا جائے۔ جب مطلع صاف نہ ہو تو ہلال فطر کے لئے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول ہوگی۔ بشرطیکہ وہ آزاد ہوں اور شہادت کے لفظ کے ساتھ گواہی دیں۔

(کنز الدقائق، درمختار، شامی، ھدایہ، عالمگیری)

جو آدمی دین کا پابند نہیں شریعت کی پابندی نہیں کرتا ایسے اگر دو یا تین آدمی بھی چاند کی گواہی دیں تب بھی قبول نہیں اور ان کا اعتبار نہیں۔ (عالمگیری)

جب چاند دیکھیں تو مکروہ ہے کہ اس کی طرف اشارہ کریں، کیونکہ یہ عمل جاہلیت کا ہے اگرچہ بقصد دکھلانے دوسرے شخص کے ہو جس نے کہ نہیں دیکھا اور یہ کراہت تنزیہی ہے۔ (درمختار، شامی، عالمگیری)

رویت ہلال میں نجومی کے حساب کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ اگر نجومی کہے کہ فلاں تاریخ کو چاند نظر آئے گا پس دکھائی نہ دے تو روزہ لازم نہ ہوگا۔ اگرچہ نجومی معتبر ہو۔

(درمختار)

﴿باب مستحبات روزہ﴾

ا: سحری کھانا مسنون ہے۔ اگر بھوک نہ ہو تو کم از کم دو تین چھوہارے یا ایک دو لقمے ہی کھالے یا گھونٹ دو گھونٹ پانی ہی پی لے۔ (عالمگیری)

۲: رمضان کے روزہ میں ہر روزہ کی نیت کی احتیاج ہے۔ اگر روزہ دار مقیم تندرست ہوتا کہ عبادت عادت سے متمیز ہو۔ امام مالک اور امام زُفر کے نزدیک ایک نیت تمام مہینے کے لئے کافی ہے جیسے نماز کی تحریمہ سب رکعتوں کے لئے کافی ہے۔ اور امام زُفر سے روایت ہے کہ مقیم کو احتیاج نیت کی نہیں اور اگر مسافر ہے تو جائز نہیں یہاں تک کہ رات سے نیت کرے۔ اور ہمارے فقہاء ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہ ، امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک ہر روز کے لئے جدید نیت کرے۔ رات کو ہو یا قبل ضوۂ کبریٰ، مقیم ہو یا مسافر ہو۔ (درمختار، شامی)

قضا رمضان، نذر مطلق، قضا نذر معین، قضا نفل بعد توڑنے کے اور کفارات اربعہ یعنی ظہار، قتل، یمین، افطار اور ان کے ملحقات یعنی جزائے صید اور حلق اور تمتع میں نیت کا متصل فجر کے ساتھ ہونا شرط ہے اگرچہ حکما ہو۔ شرط نیت معینہ میں نہ کہ مطلق نیت میں یہ ہے کہ اپنے دل میں جانے کہ کون سا روزہ رکھتا ہے۔ حدادی نے کہا کہ سنت یہ ہے کہ نیت کا تلفظ کرے۔ یعنی سنت سے مراد مشائخ کی سنت ہے کہ حضور ﷺ کی سنت یعنی رات ہو تو یوں نیت کرے کہ میں نیت کرتا ہوں کہ صبح کو اللہ تعالیٰ کے واسطے روزہ رکھوں گا۔ اگر دن کو نیت کرے تو یوں کہے کہ آج اللہ تعالیٰ کے واسطے روزہ فرض رمضان کا رکھتا ہوں۔ (درمختار، شامی)

کسی نے رات کو بھول کر نیت نہیں کی، دن میں آفتاب ڈھلنے سے پہلے نیت

کرنا یاد نہ رہا۔ بعد آفتاب ڈھلنے کے نیت کی تو روزہ نہیں ہوا۔ رمضان شریف میں ہر دن روزہ کی نیت کا وقت دن ڈوبنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے پس دن ڈوبنے سے پہلے کا اعتبار نہ ہوگا۔ اگر کسی نے دن ڈوبنے سے پہلے نیت کی تھی کہ کل میں روزہ رکھوں گا پھر وہ سو گیا یا بے ہوش ہو گیا یہاں تک کہ کل کے دن کا دوپہر گذر گیا تو وہ روزہ جائز نہیں ہوگا۔ اگر دن ڈوبنے کے بعد نیت کی تھی تو روزہ جائز ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص رمضان شریف کے دن یا رات میں بے ہوش ہو گیا پس اگر اس کو دوپہر سے پہلے ہوش آ گیا اور آرام ہو گیا اور روزے کی نیت کر لی تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ اگر دن میں روزے کی نیت کرنا ہو تو اس طرح کرے کہ میں شروع دن سے روزہ دار ہوں پس اگر کہے کہ میں نے اب روزہ رکھا تو اس کا روزہ نہیں ہوگا۔ (عالمگیری)

۳: افطار میں جلدی کرنا جب کہ غروب آفتاب ہونے کا شبہ نہ رہے اور آفتاب غروب ہونے کی پوری نشانی یہ ہے کہ مشرق کی طرف سے رات کی سیاہی چڑھ آئے اور جس دن ابر ہوں اس دن افطار میں تاخیر کرنا چاہیے۔ (عالمگیری)

۴: سحری آخر وقت میں کھانا جب کہ صبح صادق سے یقیناً پہلے فارغ ہو جائے یعنی سفیدی طلوع ہونے سے روزے کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ (عالمگیری)

۵: چھوہارے یا کھجور سے افطار کرنا اگر یہ نہ ہوں تو پانی سے افطار کرنا مستحب ہے

۶: جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ اور بری باتوں سے بچنا۔ (عالمگیری)

☆☆☆

باب مفسداتِ روزہ

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے وہ دو قسم پر ہیں۔ایک وہ جن سے صرف روزہ کی قضا ہے۔اور دوسرے وہ جن سے قضا اور کفارہ دونوں لازم آتے ہیں۔(درمختار، ہدایہ)

جن مفسدات کی قضا ہے :

۱: کسی نے روزہ دار کے منہ میں زبردستی کوئی چیز ڈال دی اور وہ حلق سے نیچے اتر گئی۔

۲: روزہ یاد تھا اور کلی کرنے سے بلا قصد حلق سے پانی نیچے اتر گیا۔

۳: کنکری کا پتھر کا ٹکڑا یا گٹھلی یا مٹی یا کاغذ کا ٹکڑا نگل گیا۔

۴: کانوں میں تیل ڈالا۔ (۵) ناس لیا

۶: اگر دانتوں میں خون آ گیا اور خون تھوک سے زیادہ ہے اور حلق میں چلا گیا اور نمکینی معلوم ہوئی یا خون اور تھوک برابر ہے یا خون تھوڑا ہے اور تھوک زیادہ ہے مگر خون کا ذائقہ معلوم ہوا تو روزہ ٹوٹ گیا۔قضا لازم آئے گی۔

۷: بھول کر کھا پی لیا یا جماع کیا یا اس کا احتلام ہوا یا نظر کرنے سے انزال ہو گیا یا اس کو اپنے آپ قے آئی اور اس نے گمان کیا کہ روزہ فاسد ہو گیا ہے اس گمان پر اس نے جان بوجھ کر کھا پی لیا تو ان صورتوں میں قضا لازم آئے گی۔

۸: بھول کر کھا پی لینا اور یاد آنے پر لقمہ یا گھونٹ نگل لینا۔

۹: ماہ رمضان کے سوا اور روزہ توڑ دینا۔ (۱۰) جماع کرنا۔

۱۱: کسی نے رنگ دار دھاگہ منہ میں ڈالا۔اس سے تھوک رنگین ہو گیا اور حلق سے اتر گیا۔

۱۲: پسینہ آیا یا آنسو زیادہ تھے اور ان کی نمکینی منہ میں معلوم ہوئی۔

۱۳: جس شخص کو خود بخود قے آجائے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوتا اور جو شخص عمداً قے کرے اس پر قضا واجب ہے۔ پہلی صورت میں جب کہ خود بخود قے آئے۔ منہ بھر ہو یا کم۔ بلغم ہو یا کڑوی، پانی ہو یا طعام واپس چلی جائے یا خارج ہو جائے کوئی فرق نہیں۔ اگر پھر حلق میں لوٹ جائے اور منہ بھر ہو تو امام ابو یوسف کے نزدیک روزہ فاسد ہوگا کیونکہ قے ایک دفعہ خارج ہو گئی تھی اور خارج چیز پیٹ میں داخل ہو گئی۔ حتی کہ اس سے وضو بھی جاتا رہتا ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ افطار کی صورت بغیر نگلنا نہیں پایا گیا۔ اسی طرح معنوی طور پر بھی افطار موجود نہیں کیونکہ قے کو عادت کے مطابق بطور غذا استعمال نہیں کیا جاتا۔ جب غذائیت نہ رہی تو روزہ بھی فاسد نہ ہوا۔ اگر قے کو خود لوٹائے تو متفقہ طور پر روزہ فاسد ہوگا۔ کیونکہ ایک دفعہ خارج ہونے کے بعد اسے دوبارہ حلق میں داخل کیا گیا لہٰذا صورت افطار پایا گیا۔

اگر منہ بھر قے سے کم خود بخود لوٹ جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ یہ غیر خارج ہے اور اس سے وضو بھی باطل نہیں ہوتا۔ نیز لوٹنے میں اس کی کسی حرکت کا دخل نہیں۔ اگر خود لوٹائے تو امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہ ہوگا کیونکہ خروج نہیں پایا گیا اور امام محمد کے نزدیک فاسد ہو جائے گا کیونکہ لوٹانے میں اس کی اپنی حرکت کا دخل ہے۔

اگر جان بوجھ کر قے کرے اور منہ بھر ہو تو اس پر قضا ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا کیونکہ افطار کی صورت نہیں پائی گئی۔ یعنی قے کو واپس نہیں لوٹایا گیا اس لئے معدہ میں کوئی چیز داخل نہیں ہوئی۔

اگر قے منہ بھر سے کم ہو تو امام محمد کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام ابو یوسف

فرماتے ہیں کہ روزہ فاسد نہ ہوگا کیونکہ منہ بھر سے کم مقدار میں قے خارج شمار نہیں کی جاتی۔ اسی بنا پر وضو بھی باطل نہیں ہوتا۔ اگر قے دوبارہ حلق میں چلی جائے تو امام ابو یوسف کے نزدیک روزہ پھر بھی باطل نہیں ہوگا۔ کیونکہ جب خروج ہی متحقق نہیں تو دخول کہاں رہا۔ اگر قے کو خود لوٹائے تب بھی امام ابو یوسف کے نزدیک روزہ فاسد نہ ہوگا اور امام ابو یوسف کی دوسری روایت کے مطابق روزہ فاسد ہو جائے گا۔ عمل کثیر یعنی خود قے کرنے کی کوشش کرنے اور پھر اعادہ کرنے کی بنا پر امام ابو یوسف نے اس صورت کو منہ بھر کی قے کی صورت سے لاحق فرمایا ہے۔ (ہدایہ)

۱۴: حالت روزہ میں مسئلہ قے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱) قے خود آئے گی یا جان بوجھ کر کرے گا۔ (۲) منہ بھر ہوگی یا کم ہوگی

(۳) باہر جائے گی یا واپس ہو جائے گی یا خود واپس کر دے گا۔

(۴) روزہ یاد ہوگا یا یاد نہ ہوگا۔

مذکورہ تمام صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ منہ بھر ہو اور روزہ یاد ہونے کی حالت میں جان بوجھ کر لوٹائے گا۔ جو قے خود آئے منہ بھر ہو یا کم روزہ کو فاسد نہیں کرتی اور جو قے خود کی اور یہ منہ بھر ہو یا کم روزہ کو فاسد کرتی ہے۔

مسئلہ قے کی چوبیس صورتیں درج ذیل ہیں۔

۱: قے خود آئی منہ بھر تھی، باہر ہو گئی۔ روزہ یاد تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۲: قے خود آئی۔ منہ بھر تھی۔ باہر ہو گئی۔ روزہ یاد نہ تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۳: قے خود آئی، منہ بھر تھی، واپس ہو گئی۔ روزہ یاد تھا۔ امام محمد کے نزدیک فاسد نہیں امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہے۔

۴: قے خود آئی، منہ بھر تھی، واپس ہو گئی، روزہ یاد نہ تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۵: قے خود آئی، منہ بھر تھی واپس کر دی، روزہ یاد تھا۔ روزہ فاسد ہے بالاجماع

۶: قے خود آئی، منہ بھر تھی، واپس کر دی، روزہ یاد نہ تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۷: قے خود آئی، کم تھی، باہر ہو گئی، روزہ یاد تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۸: قے خود آئی، کم تھی، باہر ہو گئی، روزہ یاد نہ تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۹: قے خود آئی، کم تھی، واپس ہو گئی، روزہ یاد تھا۔ امام محمد کے نزدیک فاسد نہیں ہوا۔

۱۰: قے خود آئی، کم تھی، واپس ہو گئی۔ روزہ یاد تھا۔ امام محمد کے نزدیک فاسد نہیں ہوا۔

۱۱: قے خود آئی، کم تھی، واپس کر دی، روزہ یاد تھا۔

امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہیں، امام محمد کے نزدیک فاسد ہے۔

۱۲: قے خود آئی، کم تھی، واپس کر دی، روزہ یاد نہ تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۱۳: قے خود کی، منہ بھر تھی، باہر ہو گئی۔ روزہ یاد تھا۔ روزہ فاسد ہے بغیر کفارہ کے۔

۱۴: قے خود کی، منہ بھر تھی، باہر ہو گئی روزہ یاد نہ تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۱۵: قے خود کی، منہ بھر تھی، واپس ہو گئی، روزہ یاد تھا۔ روزہ فاسد ہے۔

۱۶: قے خود کی، منہ بھر تھی، واپس ہو گئی، روزہ یاد نہ تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۱۷: قے خود کی، منہ بھر تھی، واپس کر دی، روزہ یاد تھا۔ روزہ فاسد ہے۔

۱۸: قے خود کی، منہ بھر تھی، واپس کر دی، روزہ یاد نہ تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۱۹: قے خود کی، کم تھی، باہر ہو گئی، روزہ یاد تھا، امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہیں، امام محمد کے نزدیک فاسد ہے بغیر کفارہ کے۔

۲۰: قے خود کی، کم تھی، باہر ہو گئی، روزہ یاد نہ تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۲۱: قے خود کی، کم تھی، واپس ہوگئی، روزہ یاد تھا۔

امام ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہیں، امام محمد کے نزدیک فاسد ہے۔

۲۲: قے خود کی، کم تھی، واپس ہوگئی روزہ یاد نہ تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

۲۳: قے خود کی، کم تھی، واپس کردی، روزہ یاد تھا۔

صاحبین کے نزدیک فاسد، ایک قول ابو یوسف کے مطابق فاسد نہیں۔

۲۴: قے خود کی، کم تھی، واپس کردی، روزہ یاد تھا۔ روزہ فاسد نہیں ہوا۔

(درمختار، هدایه، شرح وقایه، کنز الدقائق، عالمگیری، قدوری)

۱۵: اگر کسی آدمی نے دانتوں میں اٹکا ہوا کوئی ذرّہ یا گوشت کا ٹکڑا کھالیا لیکن اس کی مقدار بہت کم تھی تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اگر اس کی مقدار زیادہ ہو تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔ کیونکہ قلیل گوشت تھوک کی طرح دانتوں کے تابع ہوتا ہے۔ بخلاف کثیر کے کہ وہ دانتوں میں نہیں رہ سکتا۔ کثیر اور قلیل میں حدّ فاصل چنے کے دانہ کی مقدار ہے۔ چنے کے دانہ سے کم قلیل مقدار میں شامل ہوگا اور چنے کے دانہ کے برابر یا اس سے بڑا کثیر میں شامل ہوگا۔ امام زُفر فرماتے ہیں کہ روزہ دونوں صورتوں میں فاسد ہوجائے گا۔ کیونکہ منہ خارج بدن کے حکم میں داخل ہے۔ جس طرح باہر کی قلیل شے کھانے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے اسی طرح دانتوں میں پھنسی ہوئی چیز کھانے سے بھی روزہ فاسد ہوجائے گا۔

اگر دانتوں میں اٹکے ہوئے گوشت کا ٹکڑا نکال کر ہاتھ پر رکھا اور پھر کھالیا تو امام محمد کی روایت کے مطابق روزہ فاسد ہوجانا چاہیئے۔ اگر روزہ دار دانتوں میں اٹکا ہوا تل نگل جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اگر ابتداً یعنی باہر سے لے کر کھائے تو روزہ

فاسد ہوگا اور اگر چبا لے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس قدر قلیل شے دانتوں ہی میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔ امام ابو یوسف کے نزدیک چنے کی مقدار میں گوشت کھانے سے روزے کی قضا ہوگی کفارہ نہ ہوگا۔ اور امام زُفر فرماتے ہیں کہ کفارہ بھی واجب ہوگا

(ھدایہ ، درمختار)

۱۶: ابر کے دِن سورج ڈوب جانے کے خیال سے روزہ کھول دیا پھر سورج نکل آیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۱۷: اگر کوئی شخص سحری کھا رہا تھا اور اس کے پاس چند آدمیوں نے آ کر کہا کہ فجر چڑھ گئی ہے تو اس آدمی نے کہا کہ تب تو میرا روزہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد وہ کھانے لگ گیا۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے پہلے کھایا تھا وہ صبح صادق سے پہلے کھایا تھا اور ان کے کہنے والے کے بعد جو کھایا ہے وہ صبح صادق کے بعد کھایا ہے۔ تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ کہنے والے اگر دو یا دو سے زیادہ آدمی ہیں تو اس پر قضا لازم ہے کفارہ نہیں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کہنے والا ایک ہو خواہ عادل ہو تو اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم آئیں گے۔ اس لئے کہ ایک آدمی کی گواہی کا ایسے معاملوں میں کچھ اعتبار نہیں۔ اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ فجر چڑھی ہوئی ہے۔ اور دو آدمیوں نے گواہی دی کہ ابھی نہیں چڑھی۔ پس اس نے کھا لیا پھر معلوم ہوا کہ فجر چڑھی ہوئی ہے۔ اور ایک نے گواہی دی کہ ابھی نہیں چڑھی۔ پس اس نے کھا لیا پھر معلوم ہوا کہ فجر چڑھی ہوئی ہے تو قضا و کفارہ دونوں لازم آئیں گے۔ اگر ایک آدمی نے گواہی دی کہ فجر چڑھی ہوئی ہے اور ایک نے گواہی دی کہ ابھی نہیں چڑھی۔ پس اس نے کھا پی لیا۔ پھر ظاہر ہوا کہ فجر چڑھی ہوئی ہے تو اس پر قضا لازم آئے گی کفارہ نہیں۔ اگر دو

آدمیوں نے گواہی دی کہ سورج غروب ہو گیا اور دو آدمیوں نے گواہی دی کہ ابھی غروب نہیں ہوا۔ پھر معلوم ہوا کہ ابھی غروب نہیں ہوا تھا تو قضا لازم آئے گی کفارہ نہیں (عالمگیری)

۱۸: عورت کے لبوں کو چوسا۔ (۱۹) حقنہ کرایا

۲۰: دماغ یا شکم کے زخم پر دوا لگائی جو جھلی تک پہنچ گئی۔ دوا خشک ہو یا تر خواہ یہ معلوم ہو یا نہ ہو کہ دوا دماغ یا شکم تک پہنچی ہے یا نہیں۔

۲۱: کان میں یا ناک میں تیل یا دوا ڈالی۔ پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اگر کسی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے تو تمام دن روزہ دار کی طرح رہے۔ کچھ کھائے پئے نہیں۔ (درمختار، شامی، عالمگیری، شرح وقایہ، کنز الدقائق، ہدایہ)

جن مفسدات سے قضا و کفارہ ہے:

۱) رمضان کے مہینہ میں ایسی چیز کو جو غذا یا دوا یا لذّت کے طور پر استعمال کی جائے۔

۲) قصداً کھا پی لیا۔ (۳) قصداً صحبت کر لی۔

۴) وہ صورتیں جن میں روزہ ٹوٹنے کا گمان و اشتباہ نہیں ہوتا جیسے سُرمہ لگانا یا پچھنے لگوانا یا مسواک کرنا یا اپنی عورت کو ہاتھ لگایا یا فصد کھلوائی وغیرہ اور مثل اس کے، پس ان صورتوں میں خیال کیا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے۔ پھر جان بوجھ کر کھا پی لیا تو قضا و کفارہ دونوں لازم آئیں گے۔

کفارہ یہ ہے کہ دو ماہ کے متواتر روزے رکھے۔ اگر اس درمیان میں بلا عذر شرعی ایک بھی روزہ ٹوٹ گیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔ دوبارہ دو ماہ کے روزے رکھنا شروع کرے۔ یا اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک غلام آزاد کرے یا ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ

بھر کر کھانا کھلائے یا ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن دونوں وقت کھانا کھلائے۔

شیخ فانی روزے کے بدلہ روزانہ دونوں وقت ایک محتاج کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے یا بطور فدیہ کچا غلہ بقدر صدقہ فطر روزانہ ہر روزہ کے بدلہ دے دے۔

ان عذرات کی وجہ سے اگر کوئی روزہ نہ رکھ سکے تو کوئی حرج نہیں عذرات جاتے رہنے کے بعد قضا روزے رکھنے پڑیں گے۔ بغیر صدقہ کے۔ عذرات یہ ہیں۔

مرض، سفر، حمل، بچے کو دودھ پلانا، بھوک پیاس سے جان جانے کا خوف، بہت بڑھاپا حیض و نفاس وغیرہ۔ ..

کفارہ تب لازم آتا ہے کہ مسلمان عاقل و بالغ ہو اور رمضان شریف کا ادائی روزہ جان بوجھ کر اپنے ارادہ سے توڑ ڈالے۔

(ھدایہ، درمختار، شامی، کنز الدقائق، شرح وقایہ، عالمگیری، فتح القدیر)

☆☆☆☆

﴿باب مکروہات روزہ﴾

مکروہات روزہ میں دو قسم کی چیزیں ہیں۔

ایک وہ جن سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے اور دوسری وہ جن سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا۔

جن سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے:

۱) کوئی چیز چکھنا ہاں البتہ جس عورت کا خاوند سخت اور بد مزاج ہو اسے زبان کی نوک پر سالن کا مزہ چکھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۲) گوند چبانا یا کوئی اور چیز منہ میں ڈال رکھنا

۳) کوئلہ یا منجن سے دانت صاف کرنا

۴) استنجے میں زیادہ پاؤں پھیلا کر بیٹھنا۔

۵) کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا۔

۶) غیبت کرنا، چغلی کھانا، بہتان لگانا، گالی گلوچ کرنا، جھوٹ بولنا، کسی کو تکلیف دینا۔

۷) بے قراری اور گھبراہٹ ظاہر کرنا۔

جن سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا:

۱) سُرمہ لگانا (۲) بدن یا سر میں تیل ملنا (۳) ٹھنڈک کیلئے غسل کرنا (۴) خوشبو سونگھنا

۵) بھولے سے کچھ کھا پی لینا۔ (۶) خود بخود قصد قے ہو جانا۔

۷) مسواک کرنا اگرچہ تازہ جڑ یا شاخ کی ہو البتہ میٹھی مسواک مکروہ ہے۔

۸)　بلا قصد مکھی یا مچھر یا دھویں کا حلق میں اتر جانا کیونکہ ان سے بچاؤ عموماً ممکن نہیں ہوتا اس لئے ان کا حکم گرد و غبار جیسا ہے۔　(ہدایہ)

۹)　سنگھی کھچوانا　(۱۰) پچھنے لگوانا　(۱۱)　فصد کھلوانا

۱۲)　روزوں میں رات کو غسل کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو مستحب یہ ہے کہ سحری سے پیشتر ہی غسل کر لے۔ اور اگر اس وقت غسل نہیں کیا اور دن کو غسل کیا تب بھی درست ہے۔ روزہ نہیں گیا۔ مگر قصداً غسل میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

۱۳:)　ناک اور منہ کا تھوک اس قدر سٹر کا کہ حلق میں چلا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹا مگر فوراً کھنگار کر تھوک دینا چاہیئے۔

(درمختار، شامی، عالمگیری، کنز الدقائق، ھدایہ)

☆☆☆
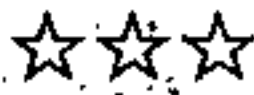
﴿باب اعتکاف﴾

ماہ رمضان کی بیسویں تاریخ کو دن چھپنے سے ذرا پہلے عید الفطر کا چاند نظر آنے تک پابندی سے روزہ رکھ کر مسجد میں جہاں پانچ وقت نماز باجماعت ہوتی ہو بیٹھنے کا نام اعتکاف ہے۔عورت اپنے گھر میں اعتکاف کرے۔ (درمختار،شرح وقایہ)

اقسامِ اعتکاف:

۱: واجب اعتکاف یعنی نذر یا منّت کا اعتکاف

۲: سنت مؤکدہ کفایہ یعنی رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف

۳: ان کے علاوہ سب اعتکاف مستحب یا نفل ہیں امام شافعی و امام محمد کے نزدیک نفل اعتکاف کی مدت ایک لحہ بھی ہو سکتی ہے۔امام ابوحنیفہ و امام مالک کے نزدیک کم از کم ایک شب و روز ہونا ضروری ہے۔امام ابو یوسف کے نزدیک دن کا زیادہ حصہ ہونا ضروری ہے۔اعتکاف کی زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔

(طحطاوی ، عینی ، کنز الدقائق ، درمختار ، شامی)

شرائط اعتکاف :

(۱)مسلمان ہونا (۲)عاقل ہونا۔ (۳)نیت کرنا۔

۴) حدثِ اکبر و حدث اصغر و حیض و نفاس سے پاک ہونا۔

(۵) مسجد میں اعتکاف کرنا۔ (درمختار،کنز الدقائق)

مستحبات اعتکاف:

(۱) نیک اور اچھی باتین کرنا۔ (۲) قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔

(۳) درود شریف پڑھتے رہنا۔ (۴) واعظ و نصیحت کرنا۔

۵) دینی علوم پڑھتے پڑھاتے رہنا۔ (۶) جامع مسجد میں اعتکاف کرنا۔

(درمختار ، کنز الدقائق)

مکروهاتِ اعتکاف : (۱) بالکل خاموشی اختیار کرنا اور اسے عبادت سمجھنا۔

۲) اسباب تجارت مسجد میں لاکر بیچنا یا خریدنا۔

۳) لڑائی جھگڑا یا بے ہودہ باتیں کرنا۔ (درمختار، کنز الدقائق)

مفسداتِ اعتکاف: (۱) بلا عذر قصداً یا سہواً ایک ساعت بھی مسجد سے باہر نکلنا سوائے حاجت شرعیہ یعنی عیدین اور نماز جمعہ کے لئے اور حاجت طبعیہ یعنی پیشاب و پاخانہ کیلئے۔

۲) کسی عذر سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ ٹھہرنا

۳) بیماری یا خوف سے باہر نکلنا

۴) حالت اعتکاف میں صحبت کرنا

اعتکاف فاسد ہوجانے کی صورت میں واجب اعتکاف کی قضا تو واجب ہے۔ سنت و مستحب اعتکاف کی قضا واجب نہیں ہے۔ (درمختار، کنز الدقائق)

☆☆☆

باب قربانی

قربانی امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے اور امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک واجب ہے۔ (درمختار)

جس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر عید کے دنوں میں قربانی بھی جائز ہے۔ قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ یوم عید کی صبح صادق سے شروع ہو کر بارہ ذی الحجہ غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ جس دن بھی کرے جائز ہے۔ لیکن افضل عید کا دن ہے پھر گیارھویں اور پھر بارھویں تاریخ۔ (شرح وقایہ، درمختار، شامی)

جو جانور عید الاضحیٰ کے روز ذبح کیا جاتا ہے اس کو اُضحیہ کہتے ہیں کیونکہ وقت ضحیٰ یعنی چاشت کے اس کو ذبح کرتے ہیں۔ (درمختار، شرح وقایہ)

قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے اولاد کی طرف سے واجب نہیں ہے بلکہ اگر نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تو بھی اس کی طرف سے کرنا واجب نہیں نہ اپنے مال سے اور نہ اس کے مال سے۔ اگر کسی نے اس کی طرف سے قربانی کر دی تو نفل ہو گئی لیکن اگر کرے تو اپنے ہی مال سے کرے اس کے مال سے ہرگز نہ کرے۔

(درمختار، شرح وقایہ)

ایک شخص پر قربانی کرنا واجب تھا مگر نہیں کی۔ ایام نحر گذر گئے تو ایک بکری کی قیمت تصدق کرنا ضروری ہے۔ (درمختار، شامی، شرح وقایہ)

امام طحاوی نے کہا کہ زیلعی میں ہے کہ تقربات مالیہ دو قسم پر ہیں۔ ایک قسم تملیک ہے جیسے صدقہ اور دوسری قسم اتلاف یعنی اعتاق اور اُضحیہ، اور دونوں میں دونوں معنی مجتمع ہوئے یعنی خون ریزی سے وہ اتلاف ہے اور پھر گوشت میں تصرف

کرنے سے تملیک اور اباحت ہے۔ دس درہم کی قربانی کا خرید کرنا ہزار درہم کی خیرات سے بہتر ہے۔ اس واسطے کہ جو قربت خون ریزی سے حاصل ہوتی ہے وہ صدقات سے حاصل نہیں ہوتی۔ (درمختار، شامی)

قربانی کرنے والے کو مستحب ہے کہ ذی الحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد حجامت نہ بنوائے اور بال و ناخن نہ کاٹے۔ (کنز الدقائق، درمختار)

عید کے دن نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھائے اور بعد نماز عید اپنی قربانی سے کھائے۔ قربانی کا گوشت اللہ تعالیٰ کی ضیافت ہے۔ (درمختار، شامی، شرح وقایہ)

قربانی اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا سنت ہے۔ اگر خود ذبح نہ کر سکے تو پھر دوسرے سے کرائے مگر پھر بھی چھری پر ہاتھ رکھ اللہ اکبر کہہ کر شریک ہو جائے۔ ورنہ کم از کم ذبح کے وقت قربانی کے پاس ضرور ہو۔ چھری خوب تیز کرے جانور سے پوشیدہ اس کے سامنے نہیں۔ (درمختار، شامی، شرح وقایہ)

شرائط قربانی کی اسلام کا ہونا اور مقیم ہونا اور اس قدر تو انگری و مالداری کا ہونا جس سے صدقہ فطر کا وجوب متعلق ہے۔ مرد ہونا قربانی کی شرط نہیں عورت پر بھی واجب ہے۔ (درمختار، شامی، شرح وقایہ)

خانیہ میں ہے کہ ایک شخص نے قربانی کا ارادہ کیا۔ سو اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ رکھا ذبح کرنے میں اور اس کی مدد کرنے پر تو ہر شخص بسم اللہ اللہ اکبر کہے بنا بر وجوب کے اور پھر اگر بسم اللہ اللہ اکبر کو ایک شخص بھی ترک کرے گا یا گمان کرے گا کہ ایک شخص کا بسم اللہ اللہ اکبر کہنا کفایت کرتا ہے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔

(درمختار، شامی)

قربانی کا رُکن ذبح کرنا ہے اس کا جس کا ذبح کرنا جائز ہے یعنی حیوان مخصوص جیسے گائے، بیل، بھیڑ، بکری، اونٹ وغیرہ اور سوائے ان کے مکروہ ہے جیسے مرغی، مرغ کا ذبح کرنا قربانی کی نیت سے کہ وہ تشبہ ہے مجوسیوں کے ساتھ۔ (درمختار، شامی)

اونٹ پانچ سالہ، گائے، بھینس دو سالہ اور بھیڑ بکری ایک سالہ ہونا چاہیئے خصّی جانور کی قربانی کرنا جائز بلکہ درست ہے۔ دُنبہ یا بھیڑ اگر اتنا موٹا تازہ ہو جتنا کہ سال بھر کا ہوتا ہے تو ایسے وقت چھ ماہ کے دُنبہ یا بھیڑ کی قربانی کرنا درست ہے۔

(درمختار، شامی، شرح وقایہ، کنز الدقائق، عالمگیری)

اونٹ، گائے وغیرہ میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ شرکت میں گوشت وزن کر کے تقسیم ہوگا اندازہ سے نہیں۔ (شرح وقایہ، درمختار، شامی)

بعد ذبح کے مستحب ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرے۔ ایک حصہ خود رکھے ایک احباب میں بانٹے اور تیسرا حصہ خیرات کرے۔ دو حصے بھی خود رکھ لے تو جائز ہے بلکہ جس کے اعیال زیادہ ہوں وہ اگر خیرات نہ کرے اور سارا گوشت اپنے اور اپنے بچوں کے لئے رکھ لے تو بھی جائز ہے۔ اور گوشت دینا غنی اور فقیر اور مسلم اور ذمی کو درست ہے۔ اگر سب گوشت خیرات کرے تو بھی درسؔت ہے۔

(شرح وقایہ، درمختار، شامی)

اگر نذر مان کر قربانی اپنے اوپر واجب کر لی ہے تو قربانی کرنے والے کو اور غنی یعنی مالداروں کو اس میں کھانا جائز نہیں۔ خواہ قربانی کرنے والا غنی ہو یا فقیر۔ اس واسطے کہ نذر میں تو تصدق کرنا لازم ہے۔ اور متصدق کو اپنے صدقہ سے کھانا یا مالداروں کو کھلانا جائز نہیں۔ (شرح وقایہ، درمختار، شامی، عالمگیری)

قربانی کے دن قربانی ہی کرنا ضروری ہے۔ اگر بجائے جانور ذبح کرنے کے

اس کی قیمت خیرات کردی تو قربانی نہ ہوگی۔ (شرح وقایہ، درمختار، شامی)

قربانی کا جانور بے عیب ہو۔ کان، ناک، آنکھ، سینگ، دم، چکی اور تھن میں سے کوئی عضو تیسرے حصہ میں سے زیادہ کٹا ہوا ہو یا ٹوٹا ہوا ہو تو اس جانور کی قربانی جائز نہیں۔ اسی طرح انتہائی لاغر جانور کی قربانی بھی جائز نہیں ہے۔

(درمختار، شامی، شرح وقایہ، عالمگیری)

اندھے، کانے جانور کی قربانی درست نہیں، ایسا جانور جو لنگڑا ہو اور تین پاؤں سے چلتا ہو اور چوتھا پاؤں زمین پر نہیں رکھتا تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اگر لنگڑا جانور اپنا پاؤں زمین پر رکھ کر اس کے سہارے چل بھی سکتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(درمختار، شامی، شرح وقایہ، کنز الدقائق)

جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی درست نہیں۔ اگر کچھ دانت گر گئے لیکن جتنے گرے ہیں ان سے زیادہ باقی ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے۔ اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر نہ ہوں۔ اس کی قربانی بھی درست نہیں۔ اگر کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے تو اس کی قربانی درست ہے۔ اگر تہائی سے زیادہ کان کٹے ہوں تو درست نہیں یا ناک کٹی ہو تو بھی درست نہیں۔

(شرح وقایہ، درمختار، شامی)

جس جانور کے سینگ پیدائشی نہ ہوں یا سینگ تھے مگر ٹوٹ گئے اس کی قربانی جائز ہے البتہ اگر جڑ سے اکھڑ گئے ہوں تو جائز نہیں ہے۔

(شرح وقایہ، کنز الدقائق، درمختار، عالمگیری)

اگر قربانی کا جانور کہیں گم ہو گیا ہو اس لئے دوسرا خرید لیا ہو مگر پھر پہلے والا بھی مل گیا ہو تو اگر امیر آدمی کو ایسا اتفاق ہو تو ایک ہی قربانی اس پر واجب ہے اور غریب

آدمی کو ایسا اتفاق ہوا ہو تو دونوں جانوروں کی قربانی اس پر واجب ہے۔

(درمختار ، شامی ، عالمگیری)

جانور جس وقت خرید ا اس وقت اس میں کوئی عیب نہ تھا۔ جس سے قربانی ناجائز ہوتی۔ بعد میں عیب پیدا ہو گیا تو اگر مالدار آدمی ہے تو دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ اگر وہ مالک نصاب نہیں تو اسی کی قربانی کرنا درست ہے۔

(درمختار ، شامی ، شرح وقایہ ، عالمگیری)

بھیڑ یا دنبہ کی اُون کاٹ لی تو اس کی قربانی درست ہے مگر اُون کو بیچ کر صدقہ کردے اس کی قیمت کو اپنے کام میں نہیں لاسکتا۔ اسی طرح قربانی کی گائے یا بکری کا دودھ نکالا تو وہ بھی اپنے کام میں نہیں لاسکتا۔ صدقہ کردے۔ ہاں اگر بعد ذبح کے اُون کاٹی یا دودھ نکالا تو اس کو اپنے کام میں لاسکتا ہے۔ اس لئے کہ جو مقصود تھا وہ پورا ہو گیا۔ اب یہ اس کی مِلک ہے اس کو اپنے استعمال میں لاسکتا ہے۔

(درمختار ، شامی ، شرح وقایہ ، عالمگیری)

قربانی کے جانور کا چمڑا اور اس کی جھول اور رسّی اور گلے کا پٹہ یا ہار اور پاؤں کا زیور سب صدقہ کردے۔ (شرح وقایہ، کنزالدقائق، درمختار)

قربانی کی کھالیں یا تو یوں ہی خیرات کردے، یا بیچ کر ان کی قیمت خیرات کرے اور وہ قیمت ایسے لوگوں کو دے جن کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے۔ اور قیمت میں جو پیسے ملیں بعینہٖ وہی پیسے خیرات کرے۔ اور کھال کی قیمت کو مسجد کی مرمت یا کسی نیک کام میں لگانا درست نہیں۔ خیرات ہی کرنا چاہیے۔ اگر اپنے استعمال میں لانا چاہیے جیسے موزہ جانماز یا ڈول وغیرہ بنالے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن کھال اپنے لئے فروخت کرنا یا قصائی کو دینا حرام ہے۔ اور قصائی کو اُجرت میں گوشت دینا بھی ناجائز ہے۔

(شرح وقایہ ، درمختار ، شامی ، عالمگیری)

قربانی کا جانور قبلہ رُخ لٹا کر یہ دعا پڑھے۔

"انی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوات والأرض حنیفا مسلما وما انا من المشرکین ○ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ لَکَ وَمِنْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ"

کہہ کر ذبح کر دے اور ذبح کرنے کے وقت یہ دعا پڑھے۔

" اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّی کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم "

اور اگر کسی کی طرف سے ذبح کرنا ہو تو منی کی بجائے اس کا نام لے۔

وما توفیقی الا باللہ

تمت بالخیر :

۱۰ محرم الحرام ۔ ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۳ء بروز جمعرات

احقر العباد

منیب الرحمن ، مدرس

بشارت ۔ ضلع چکوال